صِراطُ الحمِیدْ

جلد اوّل و دوم

یعنی

سفرنامۂ مقاماتِ مُقدّسہ

(عراق - شام - فلسطین و حجاز)

مؤلّفہ
حضرت مولٰنا محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

(تلخیص)

وهدوا الى الطيب من القول وهدوا الى

صراط الحمید

یعنی

سفرنامۂ مقاماتِ مقدسہ

(عراق - شام - فلسطین و حجاز)

مؤلفہ

الحاج مولٰنا صلاح الدین محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

فاروقی چشتی، قادری، نقشبندی ایم-اے-ال-ال-بی (علیگ)

جلد اوّل و دوم

(کی نہایت جامع اور مستقل افادیت کی حامل تلخیص)

حسب فرمائش: جناب جمیل احمد صاحب برنی بی-اے-ڈپ-ایڈ (عثمانیہ)

ایچ-ڈی-ای-ڈی (آنرز) ٹی-سی-ڈی (آئرلینڈ)

بحسن اہتمام جناب کمال احمد صاحب فاروقی

طبع اول ایک ہزار

قیمت دو روپیے
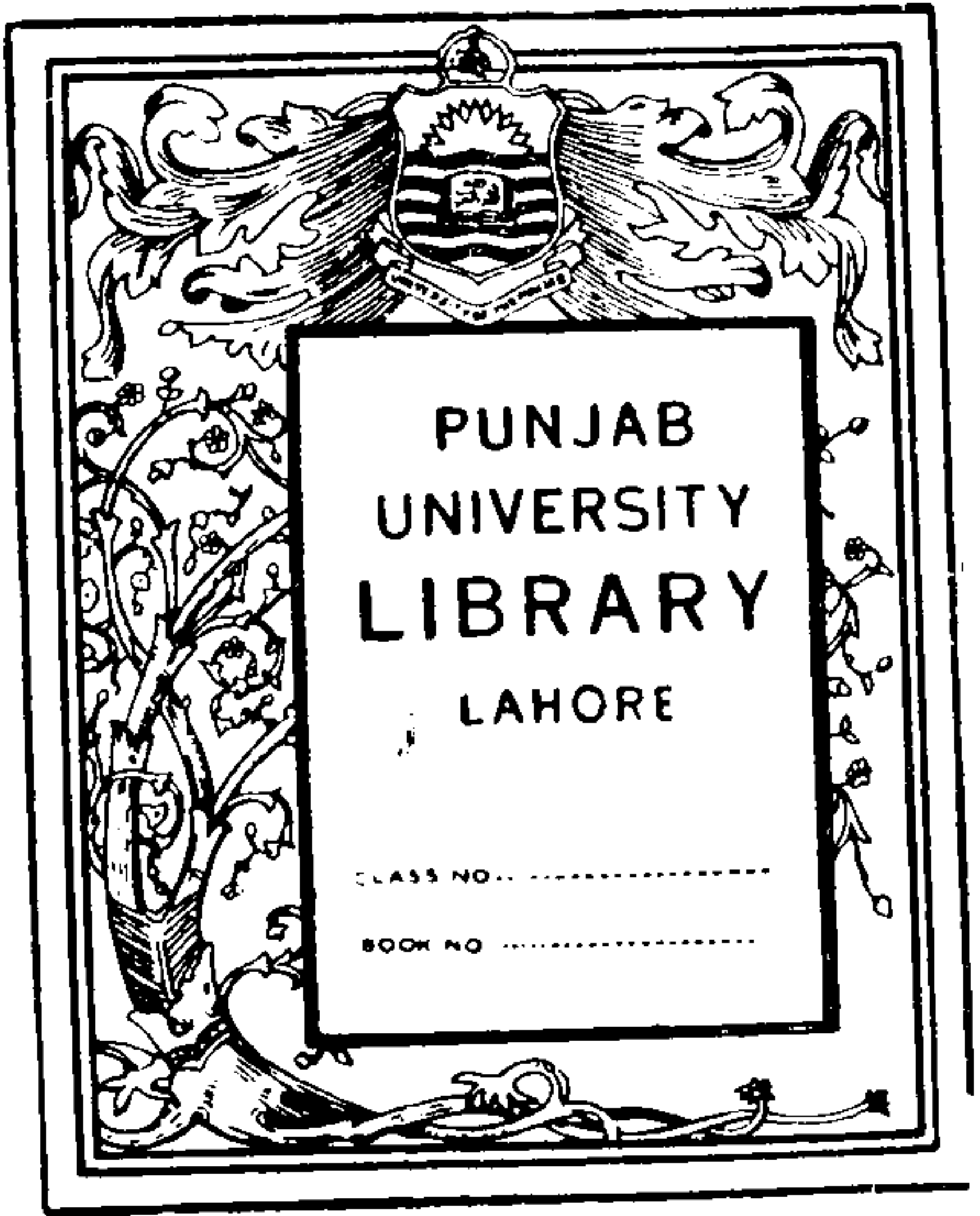
پیش لفظ

میرے استادِ محترم حضرت مولانا محمدؒ الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ دو مرتبہ حج و زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ سے مشرف ہوئے۔ اور دو جلدوں میں بہت والہانہ سفرنامۂ عراق۔ شام۔ فلسطین و حجاز شائع فرمایا جو بہت مقبول ہوا۔ لیکن یہ عرصہ سے نایاب ہے۔ اس کی اہمیت اور مستقل افادیت کے مدِنظر حجاج اور زائرینِ مقاماتِ مقدسہ کے لئے تلخیص ضروری سمجھی گئی۔ مولوی عبدالحلیم صاحب الیاسی اور مولوی عبدالخالق خان صاحب نے مل کر ان دو سفرناموں کی تلخیص کا کام خوبی سے انجام دیا جو شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب نے جملہ آیاتِ قرآنی اور ادعیہ کا مطلب خیز ترجمہ بھی کر دیا ہے جس سے مزید استفادہ کا موقع قارئین کو حاصل ہوگا۔ فراہمی رقم کے سلسلہ میں مولوی مرزا شکور بیگ صاحب نے غیر معمولی دلچسپی لی۔ جن حضرات نے اشاعت کے لئے عطیے دیئے ہیں وہ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

میر اکبر علی خان بیرسٹر
ممبر پورٹ حج ٹرسٹ، حکومت ہند
حیدرآباد

جمعرات۔ ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۸۵ھ
مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

میرے عم محترم مولانا محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ بلند شہر (اُترپردیش) کے مشہور و معروف برنی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت کی ولادت بتاریخ ۲۸ شعبان ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۸۹۰ء اپنے ننھیالی مقام خورجہ ضلع بلند شہر میں ہوئی۔ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے سے لے کر بعد کے خاص خاندانی حالات، خورجہ اور علی گڑھ میں طالب علمی کے زمانے کی تفصیلات اور اُس کے بعد حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر و صدر شعبۂ معاشیات اور پھر ناظم دارالترجمہ و دائرۃ المعارف اور رجسٹرار جامعہ عثمانیہ کی حیثیت سے زمانۂ ملازمت کے واقعات، خورجہ، علی گڑھ اور حیدرآباد میں اکابرِ دین اور اولیاء مقربین اور دیگر احباب سے اپنے روابط اور تعلقات، حضرت نے مختصر طور پر اپنی تالیف صراط الحمید جلد اول کے ضمیمہ قصۂ چہار درویش اور برنی نامہ حصہ اول میں بیان فرمائے ہیں۔ تصانیف و تالیفات کا مفصل تعارف برنی نامہ حصۂ دوم میں درج ہے۔

خورجہ، علی گڑھ اور حیدرآباد کے قیام کے دوران میں مختلف علماء ربّانییّن اور اولیاء مقربین کی صحبتیں رہیں، ان کے آثار اور ج ہ

زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ میں جو واردات قلب پر گزریں ان کے انوار، خصوصًا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کے توجہاتِ باطنی کے فیضان نے عمِ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر علوم ایمانی اور حقائق و معارفِ قرآنی کا ایسا نقشہ جمایا تھا اور اس علم پر اعتصام اور عمل نے آپ کی زندگی کو نکھار کر ایسا رشکِ گلزار بنایا تھا کہ نہ صرف خود حاملِ صد بہاراں ہو بلکہ بہار آفرینی بھی کرے۔ جن اصحاب کو حضرت کے قریب رہنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ ع جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد، کی مصداق خوب اس رنگ میں رنگے گئے، اور بو میں بسے، ورنہ رنگ و بو کا اثر تو ضرور ساتھ لے گئے۔

حقائق و معارفِ قرآنی کے سرچشمے سے ملت کے قلوب کی آبیاری کے لئے عمِ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے عام طور پر تصنیف و تالیف کا طریقہ منتخب فرمایا تھا۔ زبانی بیان کے ذریعہ تعلیم و تفہیم کا طریقہ خاص تھا، عام نہ تھا۔ میلاد شریف کے خاص خاص بڑے جلسوں میں حضرت کی جو تقاریر ہوتیں اس سے خاص و عام سبھی فیضیاب ہوتے۔ اپنی قیام گاہ بیت السلام کی صحبتوں میں تعلیم و تفہیم ہو، یا عام جلسوں میں وعظ و تقریر، یا تصنیف و تالیف حضرت رسالت سے محبت اور قلبی ربط کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے اور توحید کی یافت کیلئے رسالت کو ناگزیر فرماتے تھے۔ گویا حضرت کے ارشادات اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کی تعبیر و تفسیر ہوتے تھے چنانچہ عبدیت، ربوبیت، رسالت، اور رسالت کے وسیلہ سے وصول الی اللہ کے ربط کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

"عبدیت میں دیکھو تو معلوم کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب حسرت

فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں ؎

اے ذاتِ تو مجمعُ الکمالات ؛ میں بھی ہوں کمالِ بے کمالی

لیکن امانت میں دیکھو تو سب کچھ موجود۔ پھر خلافت کا کیا کہنا کہ اسی کے حق میں ملائکہ پر سجدہ واجب ہوا تب ہی تو انسان کے سوا کائنات امانت کی برداشت سے معذور رہی۔ اور لطف یہ کہ خود عبدیت ہی امانت کی حامل ہے۔ خلافت اسی کی شان ہے۔ اس لئے عبدیت بہر صورت مقدم ہے اور عبدیت حضرت خاتم النبیین کا خاص الخاص مقام ہے۔ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ پھر رسالت کی شان دیکھئے ؎

ادھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل ؛ خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

مخلوق میں یوں شامل کہ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پ ۱۱ ع ۵) اور اللہ سے یوں واصل کہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا ○ (پ ۲۲ ع ۳)۔

فضل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم کو جو ملے ہیں خدا سے ملا دینے والے وہ کیسے ہیں۔ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ، رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ، بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (معروضہ ص ۱۹-۲۰ مصنفہ الیاس برنی صاحب)

حضرت کے حالاتِ زندگی بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ تاہم رحلت کا واقعہ مختصراً قابلِ ذکر ہے کہ آپ کے اور آپ کے بڑے بھائی صاحب کے روابطِ باطنی کے آثار کی خاص مثال ہے۔ حضرت اپنے بڑے بھائی یعنی میرے والد بزرگوار حافظ محمد اسمٰعیل صاحب برنی اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ کی علالت کی اطلاع

مزاج پرسی کے ارادے سے بیس سال کی طویل مدت کے بعد چند روز کے لئے حیدرآباد سے بلند شہر تشریف لے گئے تھے۔ بتاریخ ۲۶ر جنوری ۱۹۵۹ء نماز تہجد کے وقت اپنے بستر پر لیٹے ہی لیٹے بڑی صاحبزادی سے جو اس سفر میں ساتھ تھیں وقت دریافت فرمایا، جواب ملا تو حضرت کے لبوں کو جنبش ہوئی گویا کچھ پڑھ رہے ہیں اور انتہائی سکون کی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ دوسرے دن بتاریخ ۲۷ر جنوری ۱۹۵۹ء دس بجے شب عالم راحت میں آپ کے بھائی صاحب بھی داعئ اجل کو لبیک کہا۔ کیسے باطنی روابط تھے، کیا رفاقت تھی کہ دونوں بھائیوں نے چند گھنٹے کے وقفہ سے اس عالم سے رحلت فرمائی اور محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

محترم چچا محمد الیاس برنی صاحب نے پہلا حج ۱۹۲۷ء میں اور دوسرا حج ۱۹۳۳ء میں فرمایا۔ دوسرے حج کی تقریب یہ ہوئی کہ آخر میں آپ کے والد ماجد حضرت حافظ محمد ابراہیم برنی علیہ الرحمۃ علیل ہو گئے اسی حالت میں حضرت نے آپ سے فرمایا۔

"دلوں کے حال سے اللہ خوب واقف ہے۔ مجھے عمر بھر حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول اللہ کی تمنا رہی لیکن وہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور دل کی دل میں رہ گئی......... بہ حالت معذوری میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ حتی الامکان خود ہی جا کر حج بدل ادا کرنا۔ اور مدینۂ منورہ حاضر ہو کر میری طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کرنا" (صراط الحمید جلد دوم)

دونوں دفعہ کے حالاتِ سفر پر مشتمل صراط الحمید جلد اول و دوم آپ کے مشہور و مقبول سفر نامے ہیں۔ خود حضرت کے الفاظ ہیں:۔

"ان سفر ناموں کا مقصد کاربراری سے اعلیٰ ہے اور ہونا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ سفر میں مشاہدات و تجربات سے مسافر کے دل و دماغ پر جو عکس پڑیں سفرنامہ میں ان کی تصویریں نظر آئیں گویا مسافر سامنے بیٹھا سفر کی سرگزشت سنا رہا ہے۔ شنید میں دید کا مزا آرہا ہے۔ پھر سفرنامہ بھی حج و زیارت کا جو دل کی جولاں گاہ ہے اور روح کی سیرگاہ ہے

کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی ؎ یہ شیشہ نہیں خالی شیشہ میں پری ہوگی"

" دل کا جمود موت ہے، جسمانی ہے تو جسمانی اور روحانی ہے تو روحانی۔ حرکت اور تڑپ میں حیات ہے۔ حرکت تو یوں بھی جاری ہے، کبھی کبھی تڑپ بھی آنے دے۔ موقع محل اپنا اپنا حوصلہ ہے۔ اعلیٰ شان یہ ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ($\frac{15}{9}$) پھر یہیں سے کسی کی عبدیت اور محبوبیت منکشف ہو جائے۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کا بھید مل جائے صَلُّوْا عَلَیْہِ کا رمز کھل جائے تو زبان سے نکل جائے

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی ؎ دل ہوا غم سے دو پارا یا نبی"

(صراط الحمید جلد دوم)

سفرنامہ صراط الحمید دو دفعہ طبع ہو کر منظر عام پر آیا۔ اہلِ ذوق و نظر نے اس سے خوب لطف اٹھایا۔ آتشِ شوق کو گرمایا۔ اصحابِ ذوق میں اس کی مانگ بڑھی، طلب بڑھی، لیکن اب یہ کتاب کم یاب بلکہ نایاب ہو گئی ہے۔

صراط الحمید میں محترم چچا صاحب نے واقعاتِ سفر اور قلبی واردات کے سوا توحید و رسالت اور اولیاء اللہ و مقربین سے متعلق علوم و معارف کو جس حسنِ بیان، کمالِ وضاحت اور جس جذب آور اور کیف انگیز انداز میں تحریر فرمایا ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔ عبادت و تعبدِ الٰہی، تعظیم شعائر اللہ اور تکریم مقربین جیسے دقیق و نازک مسائل آپ نے انتہائی دل آویز پیرائے

میں قرآن کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔ حج و زیارات کے واقعات
ایسے والہانہ، دلکش، اشتیاق انگیز اور کیف آور اسلوب میں قلمبند فرمائے
ہیں کہ شنید میں دید کا لطف آئے، زیارت کا مرقع آنکھوں میں پھر جائے۔
گویا گھر بیٹھے زیارت کا فیضان حاصل ہو جائے۔ دل میں ایمان و عقیدت
کا ولولہ پیدا ہو۔ حج و زیارت کو نکلے تو دل میں دردِ محبت جذب و شوق
اور حج و زیارات سے متعلق حسبِ استعدادِ علوم و معارف کا زادِ راہ بھی
ساتھ لے جائے۔ فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔
سفر نامہ صراط الحمید کی دونوں جلدیں ڈیمی سائز کے چھ سو صفحات
پر مشتمل ہیں۔ اب عام حاجیوں کی ضروریات اور عام اہلِ ذوق کے افادے
کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تلخیص کراؤن سائز کے تقریباً تین سو صفحات
میں شائع کرنی مقصود ہے۔ یہ تلخیص اس طرح کی گئی ہے کہ اصل سفر نامہ
میں کرنسی کے تبادلے کے مسائل، زمانۂ سفر کے مختلف ممالکِ اسلامیہ کے
معاشی و سیاسی حالات اور سیر و سفر کے مناظر جو بیان میں آئے تھے
ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور حج و زیارات کے سلسلے میں جو قلبی واردات
اور توحید و رسالت اور اولیاء اللہ کے مقامات سے متعلق جو علوم و معارف
بیان ہوئے ہیں، اور مسائلِ حج اور مسائلِ زیارت کا جو ذخیرہ شریک ہے
اور اس سے مربوط جو واقعات ہیں۔ انہیں بجنسہٖ حضرت رحمۃ اللہ علیہ
کے الفاظ میں باقی رکھا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ربطِ
مضمون برقرار رہے تاکہ سفر نامہ کی اصل کیفیت میں فرق نہ آئے۔ البتہ
سفر نامہ میں جہاں جہاں قرآنی آیات یا عربی عبارات آئی ہیں ان کے
ترجمہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ ذوق کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ اس کام

کاوش سے مقصود یہ ہے کہ ان علوم و معارف کا افادہ عام ہو اور فیضان کا سلسلہ جاری رہے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

یہ کام مولانا الحاج عبدالخالق خان صاحب کی کاوش سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ میں بچپن سے دیکھتا آ رہا ہوں کہ کم و بیش بتیس ۳۲ سال کے دوران جب بھی موقع ملتا حصول فیض کے لئے کئی کئی گھنٹے آپ میرے محترم چچا کی خدمت میں حاضر رہا کرتے اور میں آج اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس فیضان کے اثر سے مولانا عبدالخالق صاحب کو عبدیت کا کیسا ذوق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کیسی لذت حاصل ہو گی۔ ماشاء اللہ۔ آپ کو بعض علمی کاموں میں چچا صاحب کے ساتھ اشتراک کی سعادت بھی حاصل رہی ہے جس کے اثر سے آپ کے مذاق علمی کو خوب جلا ہوئی۔ جو کام آج آپ نے پورا فرمایا ہے میں اس کے لئے آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور اس کام میں جن حضرات کا تعاون آپ کو حاصل رہا ہے میں اس کے لئے ان سب کا بھی شکر گزار ہوں۔

طباعت کا وقت آیا تو چند احباب نے باہمی اشتراک سے اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا، خصوصاً میرے محترم نواب میر اکبر علی خان بار۔ ایٹ لا ممبر پارلیمنٹ نے دامے، درمے، قدمے سخنے اس کام میں جذبۂ شوق دکھایا۔ موصوف کے میرے محترم چچا محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ سے زاید از تیس سال پرخلوص قریبی تعلقات رہے ہیں میں دیگر تمام اصحاب کا بھی شکر گزار ہوں۔ اس لئے کہ ان مساعی کا مقصد یہ ہے کہ مناسب قیمت پر، یا جس حد تک ہو سکے ہدیۃً اس کتاب کی تقسیم عمل میں آئے۔

طباعت کا کام چچا صاحب کے برادر نسبتی جناب کمال احمد صاحب فاروقی کے زیر اہتمام تکمیل کو پہنچا ساری عمر آپ اس طرح بھی حضرت کی خدمت انجام دیتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اصحاب کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

جمیل احمد برنی

اپریل ۱۹۶۵ء

جمیل احمد برنی
بی۔ اے۔ ڈپ۔ ایڈ (عثمانیہ)
ایچ ڈی ای ڈی (آنرز)
ٹی سی ڈی (آئرلینڈ)
ریجنل ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن
کاکی ناڈا۔

فہرست مضامین

صراط الحمید جلد اول فصل اول (عزم سفر) صـ۲۴ تا صـ۳۰

جلد اول ۔ فصل دوم (ہند تا عراق) صـ۳۱ تا صـ۶۳

جلد اول فصل سوم (عراق تا شام) ص۶۴ تا ص۶۸

جلد اول فصل چہارم (شام تا فلسطین) ص۶۹ تا ص۷۴

جلد اول فصل پنجم (فلسطین تا حجاز) ص۷۵ تا ص۱۱۴

جلد اول فصل ششم حجِ بیت اللہ ص۱۱۵ تا ص۲۰۵

جلد اول۔ فصل ہفتم (حجاز تا ہند) ص۲۰۹ تا ص۲۱۱
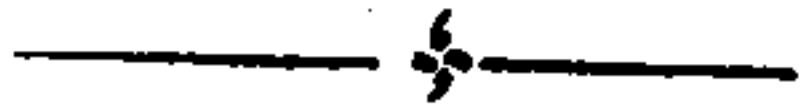
صراط الحمید۔ جلد دوم۔ (ص۲۱۲ تا ص۲۶۸)
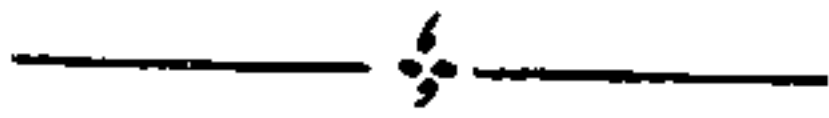
جلد دوم فصلِ اول (بلند شہر تا حیدرآباد) ص۲۱۵ تا ص۲۲۱
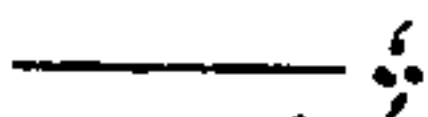
جلد دوم فصل دوم (حیدرآباد تا بمبئی) ص۲۲۲ تا ص۲۲۵
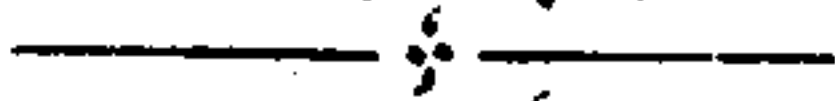
جلد دوم۔ فصلِ سوم (بمبئی تا مکۂ معظمہ) جہاز کے مشاغل ص۲۲۶ تا ص۲۲۸

جلد دوم۔ فصلِ چہارم (مکۂ معظمہ) ص۲۲۹ تا ص۲۴۸

جلد دوم فصل پنجم ص۲۴۹ تا ص۲۵۹

جلد دوم فصل ششم ص۲۶۰ تا ص۲۶۲

جلد دوم فصل ہفتم (حجاز تا ہند) ص۲۶۳ تا ص۲۶۸

برنی اکیڈیمی کی مطبوعات (ص۲۶۹ تا ۲۷۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید اوّل

الحمد للہ۔ اُس کا فضل شاملِ حال تھا کہ ۱۳۴۵ھ میں اولیاء کرام، ائمہ عظام اور انبیاء ذوی الاحترام علیہم السلام کی زیارت کا ارمان پورا ہوا۔ حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حضوری نصیب ہوئی اور حجِ بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا۔

یکم رمضان المبارک (مطابق ۶ رمارچ ۱۹۲۷ء) کو روانہ ہوئے اور ۲۹ ذی الحجہ مطابق ۳۰ رجون ۱۹۲۷ء کو گھر لوٹ آئے۔ چار ماہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت و برکت دی کہ عراق، شام، فلسطین اور حجاز، دور دراز ممالک کا سفر طے ہوگیا۔ بغداد شریف و نجف شریف میں دو ہفتے، دمشق میں ایک ہفتہ، بیت المقدس میں ایک ہفتہ، مدینہ منورہ میں تین ہفتے، مکہ معظمہ میں دو ہفتے۔ غرضیکہ ہر مقام پر کافی قیام رہا۔ جہاں رہے بفضلہ راحت و اطمینان سے رہے۔ جس بارگاہ میں گئے بفضلہ شاد کام آئے۔ کل سفر خیر و عافیت سے طے ہوا۔ قدم قدم پر اور لمحہ لمحہ پر تائیدِ ایزدی اور لطائفِ غیبی کا جلوہ نظر آتا تھا جو چشمِ بصیرت کھولتا اور نورِ ایمان بڑھاتا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

کچھ تعجب نہیں، اللہ کی راہ میں وسیلہ لے کر نکلے تھے۔ پھر اللہ کے فضل سے فلاح کیا بعید ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۶)

ترجمہ (اے ایمان والو) اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں محنت کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) ایک ہی سال قبل بفضلہ تعالےٰ بشارت ملی تھی کہ اول سیدی وسندی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ معلیٰ پر بغداد شریف حاضری ہوگی۔ وہاں سے تمام بارگاہِ مقدسہ میں پیشی ہوگی اور حج بیت اللہ نصیب ہوگا، چنانچہ وہی ہوا اور ہونا بھی تھا کہ ہمیشہ سے اپنا یہی ربط ہے ع

دلا نامی توانی شو فدائے شاہِ جیلانی

اللہ تعالیٰ کے انعامات کوئی کیونکر چھپائے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۱۱/۳۰) (اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کر) شکر نعمت واجب ہے۔ وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۲۱/۱۴) (اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو) اور پھر کیسی رحمت ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (۱۳/۱۳) (اگر تم شکر کرو تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (اللہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے)۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے پیغمبر ہیں) یہ شانِ ظہور ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ شانِ ہدایت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کی تفسیر ہندوستان میں حیدرآباد، دہلی اور اجمیر شریف سے دیکھنی شروع کی کہ یہاں امتِ محمدیؐ کے بڑے بڑے اولیاء اللہ تشریف فرما ہیں۔ عراق میں بغداد شریف، سامرہ شریف، کاظمین شریفین، کربلائے معلےٰ اور نجف اشرف۔ یہاں تفسیر اور بھی خوب کھلی۔ دمشق میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا بیت المقدس تو نبوت کا بڑا مرکز ہے۔ حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت یوسف، حضرت یعقوب، حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کیسے کیسے اولوالعزم

انبیاء تشریف فرما ہیں۔ یہاں سے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی شان کھلنے لگی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدینہ منورہ میں بارگاہِ اقدس پر حاضری ہوئی تو محمد رسول اللہ کا اچھا نقشہ دل میں بیٹھ گیا ع

اے خدا قربان احسانت شوم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے توسل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ تک پہنچا تھا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف رجوع ہوئے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ لامکان کا مکان تو دیکھا۔ بے نشان کا کچھ نشان بھی دیکھ لیں تو اُس کے فضل سے کیا بعید ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝ (ہم اب ان کو اپنی نشانیاں اِن کے گرد و نواح میں اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ تحقیق یہ ہے حق۔ کیا تیرے رب کا ہر چیز پر گواہ (حاضر) ہونا کافی نہیں۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملاقات سے شک میں ہیں۔ یاد رکھو! وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے)۔

بفضلہٖ تعالیٰ ۱۳۴۲ھ میں مرشدی و مولائی حضرت قبلہ شاہ محمد حسین چشتی القادری رحمۃ اللہ علیہ حج سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں سرفرازی ہوئی تو حضرت نے تشریف لاکر بشارت دی کہ انشاء اللہ عنقریب شرفِ حضوری حاصل ہوگا۔ یہ گویا پہلی بشارت کی تصدیق تھی۔ چنانچہ دو ہی سال بعد ایک دن کا ذکر ہے کہ مخدومی و محترمی حضرت قبلہ مولنا عبدالقدیر صدیقی القادری حیدرآبادی اور یہ خادم عثمانیہ کالج میں حسب معمول اوقاتِ فرصت میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ایک جنتری سامنے رکھی تھی۔ یوں ہی کھول کر دیکھنے لگا۔ بیمنوں اندقبیلوں پر نظر پڑی،

سفر کا حساب لگایا تو معاً خیال آیا کہ تعطیلات سے رخصت ملا کر حج و زیارات کیوں نہ کیجئے۔ حضرت نے بھی فوراً خیال کی تائید فرمائی۔ جو خیال تھا وہ عزم بن گیا۔ بس دونو نے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔ بات پکی ہو گئی۔ فالحمد للہ۔ بعد کو حضرت کے خاص الخاص مرید سید حبیب علی صاحب اور ہمارے مخلص دوست سید لطف احمد صاحب بھی تیار ہو کر ساتھ ہو گئے۔ غرض کہ چہار درویش کا قافلہ بن گیا۔ دو سید اور ایک صدیقی۔ ماشاء اللہ تینوں مخدوم و معظم، لہٰذا فاروقی پر خدمت گذاری واجب ہوئی۔ چنانچہ کل سفر کا انتظام و اہتمام اس ناچیز نے اپنے ذمہ لیا۔ رفیقوں نے خادم نوازی سے امیر قافلہ کا خطاب دیا۔ خدا کا فضل تھا۔ ایک جان چہار قالب تھے۔ یک دل و یک زبان تھے چنانچہ ہمارے دوست سید احمد حسین صاحب امجد فرماتے ہیں ؎

اِک راگ بنا ہے مختلف سُر مِل کر
تصدیق ہوئی چند تصوّر مِل کر
برنی، حسرت، حبیب، لطف احمد
اِک جسم بنا ہے چار عنصر مِل کر

کُل سفر میں جو کچھ آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سنا اور ایمان سے سمجھا، بقدر گنجائش دیانت سے قلمبند کر دیا۔ تاہم غلطی سے مُبرّا ہونے کا کون دعوےٰ کر سکتا ہے۔ البتہ حسنِ نیت تک اہتمام ممکن اور لازم ہے۔ بہر حال استغفار واجب ہے۔ یوں تو بیان صاف صاف ہے۔ عام مشاہدات و تجربات ہیں۔ البتہ جا بجا ایمانی نکات اور قلبی ارشادات ذرا نازک آگئے ہیں، مگر خود تم گئے ہیں ؎

مقدور ہم تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں
منہ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی

جو لوگ حیاتِ ایمانی کے قائل ہیں، دل میں عقیدت و محبت کا نور رکھتے ہیں

قلبی روابط کی لذت سے آشنا ہیں، ان کے واسطے امید ہے۔ یہ رحلہ (سفرنامہ) خاص طور پر دلکش اور مفید ثابت ہوگا ع

از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

الفقیر محمد الیاس برنی

بیت السلام حیدر آباد دکن
شوال المکرم ۱۳۴۶ھ

تمہید دوم

لوگ حج کو جاتے ہیں تو احرام باندھ کر عشّاق کی صورت بناتے ہیں۔
دورانِ حج میں طرح طرح عشاق کی سیرت دکھاتے ہیں۔ لیکن ؎

جب درد نہ ہو دل میں کیا عشق مزا دیوے
کہنے کو بھلا کوئی دیوانہ ہوا تو کیا؟

جو دل میں درد لے کر جاتے ہیں وہی کچھ لذت پا کر آتے ہیں۔ مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ، یہ عشق کی منزلیں ہیں۔ عشاق کی بستی ہیں۔

تماشائے دو عالم ہے مرے دلدار کا کوچہ
جہاں کے گلشن دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا
اگرچہ کوئے جاناں میں بھی آ پھر پھر کے سر لاؤ
نہ دیکھا یار کو۔ گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا
رُخِ رخشانِ جاناں کی تجلی چاہیے دیکھے
مہ و خورشید کے انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا
یہاں جو دیکھنے کا ہے اسی دم دیکھ لے غافل
نہ دیکھا اول۔ آخر کار کو دیکھا تو کیا دیکھا

(از حضرت شاہ امداد اللہ دیوبندی مہاجر مکی قدس سرہٗ)

لہٰذا خوب ہو کہ حج و زیارت سے قبل کچھ ذوق و شوق پیدا ہو جائے تاکہ وقت حضوری دل بھی کچھ فیض پائے۔ نیز ضرور ہے کہ احکام و مسائل اور طور طریق کا بھی علم ہو جائے تاکہ ہر کام باقاعدہ خوبی سے انجام پائے، ورنہ بے دلی سے بے قاعدہ رسم پوری کرلی تو اس سے اصل مقصد کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ "صِرَاطُ الْحَمِیْد" حجاج و زائرین میں بہت مقبول ہے۔ کہتے ہیں کہ بہترین رفیق اور معلّم ہے۔ بغایت مفید مطلب ہے۔ اول تو معلومات میں ہر طرح جامع اور مستند ہے۔ دوسرے بڑی خوبی یہ کہ اس کے پڑھنے میں ایمان کا اطمینان اور محبت کی کشش محسوس ہوتی ہے۔ قلب کو قوت اور روح کو راحت ملتی ہے۔ اخلاص و عقیدت کا ربط قائم ہو جاتا ہے اور فیوض و برکات کے حصول میں سب سے زیادہ اسی ربط کی ضرورت ہے۔

مزید براں گھر بیٹھے اس سفرنامہ کو پڑھئے تو بھی کافی فیضان ہوتا ہے۔ آنکھوں میں نقشہ پھر جاتا ہے، دل کو حضوری کا لطف آتا ہے، شکر ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

کہیں کہیں کچھ اشارے ہو گئے تو اس پر بعض حلقوں میں سرگوشیاں ہوئیں چہ میگوئیاں ہوئیں، ہوا کریں، بقول میر مرحوم ؎

کل ہے کا پاس اب تو رسوائی دور پہنچی
راز محبت اپنا کس سے چھپا رہا ہے

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ بعدد کلماتہ دائماً ابداً۔

بیت السلام حیدرآباد دکن (رجب ۱۳۵۰ھ) الفقیر محمد الیاس برنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

فصلِ اول

عزمِ سفر

۱۔ اسلام اللہ اور رسول کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ اس اطاعت کی بدولت بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کی تفصیل سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ کے مقبول بندے جو اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (اہل انعام) کے مصداق ہیں۔ ان کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ ان کی رفاقت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہے کوئی مانے نہ مانے، اللہ تو خوب جانتا ہے۔ وَمَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا ۰ (۵/۷) (جو کوئی اللہ اور رسولؐ کا کہا مانے تو ایسے لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ یعنے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کا علم کافی ہے)۔

۲۔ سفر پس اللہ تعالیٰ استطاعت اور توفیق دے تو ممالکِ اسلامی کا سفر کرے۔ حج تو فرض ہے۔ مقدم ہے۔ آستانۂ نبوی پر

حاضر ہونا بھی لازم ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگی اور جو کوئی حج کرے لیکن میرے پاس زیارت کو نہ آئے، اس نے گویا مجھ پر ظلم کیا۔ اللہ اللہ امت مرحومہ پر کیا شفقت ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ رحمۃ للعٰلمین اور بالمؤمنین رؤف رحیم ان کی شان ہے۔ پھر ہو سکے تو دیگر مقامات مقدسہ اور مزارات مطہر پر بھی حاضر ہو۔ خلوص دل سے عبادت کرے نیت صحیح سے صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ فاتحہ پڑھے، دعائے خیر کرے کہ یہ شعار اسلام ہے۔

جو لوگ اللہ کی یاد میں دل لگائے بیٹھے ہیں حتی الوسع ان سے فیض صحبت حاصل کرے اور ان پر نظر رکھے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (۱۶/۱۵) (تو اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھ جو صبح شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔ تیری آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں) محض دنیا کو مقصود بنا کر بے دین اور گمراہ قوموں کی ترقیات للچائی نظروں سے دیکھتے پھرنا بھی ایک ابتلا ہے۔ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۶/۱۵) (اور تو دنیوی زندگی کی رونق چاہتا ہے، ایسے شخص کا کہنا نہ مان جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے۔ اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے) البتہ اگر آثار قدیمہ کو عبرت کی نظر سے جا کر دیکھے تو بہتر ہے۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝ (۸/۲۱) (کہہ، سیر کرو روئے زمین پر اور دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا

انجام کیونکر ہوا۔ ان میں اکثر مشرک ہی تھے) یہ تو سفر زیارت کے آداب ہیں۔ اگر تبلیغ دین، تحصیل علم یا حصول معاش کی خاطر دیگر ممالک کا سفر پیش آئے تو بھی اچھا ہے لیکن اس کے بھی خاص دینی اصول ہیں۔ جن کی پابندی ہر طرح باعث خیر و برکت ہے، حسن انجام کی محافظ ہے۔

۳۔ الرَّفِیق ثُمَّ الطَّرِیق

حدیث شریف میں ہدایت ہے کہ حتّےٰ الوسع سفر تنہا نہ کرے۔ کم ازکم ایک رفیق ضرور ساتھ رہے۔ مسافروں کی ہر جماعت میں ایک امیر ہو تاکہ وہ سب کے مشورے سے سفر کا انتظام کرے اور سب لوگ اس کی اطاعت کریں۔ جماعت کی شرط یہ ہے کہ سب ہم مذاق ہوں، ہم خیال ہوں اخلاق و عادات میں خوب مجانست ہو۔ آپس میں پورا اتحاد اور اعتماد ہو۔ سب کا شعار محبت و ایثار ہو۔ سفر کے تمام امور میں امیر کا مطاع الامر ہونا ضروری ہے۔

۴۔ سامانِ سفر

سامان سفر جس قدر مختصر ہو بہتر ہے۔ ع
سبک بار مردم سبکتر روند

لیکن اس قدر اختصار نہ چاہیئے کہ خواہ مخواہ تکلیف اٹھانی پڑے۔ تازہ کھانے جا بجا ملتے ہیں۔ بید یا بانس کی ہلکی ٹوکریاں زیادہ کام دیتی ہیں پانی کی صراحیاں جا بجا ملتی ہیں۔ تاہم ایک آدھ مشکیزہ، پانی کی کپی ساتھ رہے تو بہتر ہے۔ پکانے کھانے کا ضروری سامان مثلاً المونیم کی دو ایک دیگچی کچھ پیالے، رکابیاں، چمچے بھی ساتھ رہنے چاہئیں۔ لوٹا گلاس تو ہر حال میں ناگزیر ہے۔ بستر کے نیچے بچھانے کے واسطے بوریا چٹائی ساتھ رکھیں کنستر اور بالٹی پانی کے خرچ میں بہت کام دیتے ہیں۔ ایک اچھا تیز

روشنی کا جیبی برقی لیمپ اور چاقو بھی ضروری ہے۔ سفر میں صحت پر اکثر بار پڑتا رہتا ہے۔ کچھ مجرب ادویہ بھی ساتھ رکھنا بہتر ہے (کسی ایسے ڈاکٹر سے جسے ایسے سفر کا اتفاق ہو چکا ہو، مشورہ کرلیں) ہمہ قسم کا سامان سفر اور تمام ضروریات بمبئی میں بکثرت ملتی ہیں۔ صرف چند خاص چیزیں مثلاً بکس وغیرہ گھر سے ساتھ رکھ لیا جائے (بمبئی کے سوا، خود ان ممالک میں بھی ضروری سامان اچھا ستا مل جاتا ہے)

۵۔ پاسپورٹ غیر ممالک میں سفر کرنے کے واسطے اول سرکار ہند سے پاسپورٹ حاصل کرنا لازم ہے۔ حاجیوں کا پاسپورٹ بمبئی سے جہازی کمپنیوں کی معرفت مل جاتا ہے جسے حج پاس کہتے ہیں۔ چیچک کا ٹیکہ اور ہیضہ کی پچکاری غیر ممالک کے سفر میں لازم ہے۔ بہتر ہے کہ قبل روانگی ان سے فارغ ہو جائے۔ سول سرجن کا باقاعدہ سرٹیفکٹ ساتھ رکھنا لازم ہے۔

۶۔ ادعیۂ آغازِ سفر روانگی کی کیفیت یہ ہے کہ یوں تو سب دن اللہ کے ہیں کچھ مضائقہ نہیں تاہم حدیث شریف کی رو سے جمعرات، ہفتہ اور پیر یہ تین دن سفر کے واسطے مبارک ہیں۔ اول ضرور ہے کہ حتی الوسع اپنے معاملات صاف کرے۔ حقوق ادا کرے۔ قصور معاف کرائے اور اپنی نیت کو تحریر و ریا سے پاک کرے۔ اللہ کے واسطے خالص بنالے۔ صرف اخلاص ہی شیطان کی دسترس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اخلاص کی توفیق ادا کرے۔ صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صبر و توکل بلکہ شکر و رضا کی دعا کرے کہ سفر میں یہی اعتبارات اس کے قلب میں طاری و ساری رہیں۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آئے، غسل یا وضو

کرکے اول دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے تو اولیٰ ہے۔ بعد نماز آیۃ الکرسی تین بار پڑھے۔ یہ آیت تین بار پڑھے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (ترجمہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری تخت کا مالک ہے) اس کے بعد ایک مرتبہ کہے۔ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ (میں نے اللہ ہی پر توکل کیا) وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (جو کوئی اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا) اس کے بعد سفر کو ذہن میں لاکر دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ بِجَاهِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (یا اللہ آسانی عطا فرما اور خیریت سے تکمیل کو پہنچا اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کہ تو ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے)۔ یہ دعا پڑھ کر اٹھے۔ کسی سے گفتگو کئے بغیر سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھتا ہوا مکان کے دروازے پر آئے کچھ صدقہ تقسیم کرے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ (اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتحیابی) پڑھتا ہوا سواری کی طرف بڑھے اور سوار ہوتے وقت پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے ساتھ، اللہ سے اللہ کی طرف، نہیں ہے حول و قوت مگر

اللہ ہی کی جو عالی شان عظیم الشان ہے۔ اُس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے قابو میں کر دیا ورنہ ہم تو ان کو اپنے قابو میں نہیں کر سکتے تھے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ۔ اور ہمیشہ کسی سواری پر سوار ہوتے وقت یہی دعا پڑھ لیا کرے۔ البتہ کشتی اور جہاز میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَ مُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۲/۴) (اس کا چلنا اور ٹھیرنا سب اللہ ہی کے نام سے ہے البتہ میرا رب بخشنے والا بہت مہربان ہے) وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (۲۴/۴) (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کہ قدر کرنی چاہیئے تھی۔ حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ پاک اور بلند ہے اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں)۔

جب کسی نئے مقام پر جا کر اترے تو یہ دعا پڑھے۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۱۸/۲) (اے میرے رب اُتار مجھ کو مبارک اتارنا کہ تو بہتر اتارنے والا ہے) اگر کسی موقع پر کوئی خاص دہشت یا وحشت ہو تو آیۃ الکرسی یا سورہ لِاِیْلٰفِ پڑھنا باعث تسکین واماں ہوتا ہے۔ زیادہ سخت وقت آپڑے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۱۷/۶) (تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو ہر نقص سے پاک ہے۔ میں بے شک قصوروار ہوں) اس کے ورد سے مقصود کار ہو جاتا ہے۔ سفر میں درودِ شریف کا جس قدر ورد رہے افضل ہے

یوں تو بہت سی دعائیں بزرگوں سے منقول ہیں مگر جن سے اپنا ربط رہا جو اپنے وِرد میں رہیں اور جن کے عجیب و غریب آثار و برکات تجربہ اور مشاہدہ میں آئے ان میں سے بعض دعائیں خیر جاریہ کی نیت سے درج کردی گئیں۔ اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی ان دعاؤں سے حسبِ دلخواہ برکات عطا فرمائے اور فائز المرام کرے۔ (آمین)

(نوٹ: کرایہ جہاز و ریل وغیرہ اور دیگر مصارف میں سال بسال کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جن کے متعلق ضروری معلومات، پورٹ حج کمیٹی اور انجمنِ خدام النبی، مسافر خانہ صابو صدیق۔ کرافورڈ مارکٹ بمبئی سے حاصل کی جاسکتی ہیں)

فصل دوم

ہند تا عراق

۱۔ بمبئی ہندوستان کے حجاج اور زائرین بمبئی سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں۔ بمبئی میں کرافورڈ مارکٹ کے قریب سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافر خانہ بہت مشہور و مقبول ہے۔ اکثر حجاج جاتے آتے وہیں ٹھیر تے ہیں۔ موسم حج میں مسافر خانہ خوب بھرا رہتا ہے۔ یہ ایک مستحکم اور شاندار چار منزل عمارت ہے، روشن اور ہوادار ہے۔ صفائی کا بھی بہت انتظام کیا جاتا ہے۔ بڑی خوبی یہ کہ مسافر خانہ کا محلِ وقوع بہت آرام دہ ہے۔ ریلوے اسٹیشن، جہاز کے دفاتر اور بازار مثلاً نیو مارکٹ، عبدالرحمٰن اسٹریٹ جہاں ہر قسم کا سامان بہ افراط ملتا ہے۔ ڈاک خانہ۔ تار گھر غرض کہ کام کام کے مقام مسافر خانے کے قریب ہیں۔ مسجد بھی موجود ہے۔ جامع مسجد بھی قریب ہے۔ دو تین مسافر خانے اور بھی ہیں۔ ایک واڑی بندر اور دوسرا بھنڈی بازار میں۔ ان میں بھی حجاج اترتے ہیں۔ تیسرا حاجی دیوجی جمال کا مسافر خانہ ہے جہاں بیشتر عراق کے زائرین شیعہ صاحبان اترتے ہیں اس کے سوا جو لوگ چاہیں ہوٹلوں میں اتریں۔

۲۔ جہاز پر سواری ہم نے بی۔ آئی۔ ایس۔ این کمپنی کے تیز رو جہاز "دُوریلا" پر بصرہ تک سفر کیا۔ جہاز خوش وضع اور آرام دہ تھا۔ جا بجا نل لگے ہوئے تھے۔ روشنی بھی کافی تھی۔ صفائی کا معمول سے زیادہ اہتمام تھا۔ ہر روز بلا ناغہ تمام جہاز دھلتا تھا اور خوب دھلتا تھا۔ جہاز تو دس بجے کے قریب روانہ ہوتا ہے لیکن گودی پر صبح سویرے مسافروں کا اجتماع شروع ہو جاتا ہے۔ اول اور دوم درجہ کے مسافر تو بلا روک ٹوک جہاز پر چلے جاتے ہیں۔ درجہ سوم کے مسافر مع مال واسباب ایک احاطہ میں جمع رہتے ہیں۔ وہاں ٹکٹوں کا اور اسباب کا معائنہ ہوتا ہے۔ سامان کے عددوں پر منظوری کا نشان لگا دیا جاتا ہے۔ پھاٹک کھلتا ہے اور مسافروں کی ریل پیل شروع ہو جاتی ہے۔ ہر کوئی جلد از جلد جہاز پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جلدی کی وجہ یہ کہ جہاز پر ڈک کے سب حصے یکساں آرام دہ نہیں ہوتے۔ انجن کے قرب وجوار کے حصے گرم رہتے ہیں۔ نیچے کے حصوں میں حسبِ دلخواہ ہوا اور روشنی میسر نہیں ہوتی۔ بعض حصے راستوں سے ملحق ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت گزرگاہ کی سی رہتی ہے۔ جہاز کے کونوں میں جنبش زیادہ محسوس ہوتی ہے، وسط کے حصوں میں مقابلتہً سکون رہتا ہے۔ سب سے اوپر کا ڈک اچھا سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ تیز ہوا اور گرم دھوپ یا سخت بارش کا احتمال نہ ہو۔ ہمسایوں کا سوال بھی مقام سے کچھ کم توجہ طلب نہیں ہے۔ بدمزاج اور کم تمیز ہمسایوں سے بھی بعض وقت بہت اذیت پہنچتی ہے، سفر بے لطف ہو جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے ہم کو تو جگہ بہت آرام دہ ملی۔ ملاقاتی لوگ صبح وشام تفریح کے واسطے آتے تھے۔ لطفِ صحبت رہتا تھا۔ جہاز کا دستور یہ ہے کہ جو اپنا بستر جہاں

جمادے وہی اُس کی جگہ ہے۔

۳۔ بصرہ تا بغداد شریف بصرہ کے قریب جہاز دریا میں آجاتا ہے اور دریا کے دونوں کناروں پر میلوں تک سرسبز نخلستان نظر آتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔ جمعہ کو دس بجے بمبئی سے روانہ ہو کر جمعرات کو دس بجے بصرہ جا اُترتے ہیں۔ (دفتر کروڑگیری میں) معائنہ کے واسطے کئی عہدہ دار موجود رہتے ہیں۔ ہر ایک کا مزاج جدا ہوتا ہے۔ ہم کو تو خدا کے فضل سے بہت نرم مزاج عہدہ دار سے سابقہ پڑا۔ اول ہی وقت سرسری معائنہ سے چند منٹ میں مرحلہ طے ہوگیا اور بہت تھوڑا محصول دینا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے کروڑگیری کی چیرہ دستی تو ہر ملک میں ضربُ المثل ہے۔ بصرہ میں کروڑگیری کے دفتر سے متصل ہی ریلوے اسٹیشن ہے جو ماقل کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹی لوکل ٹرین کھڑی رہتی ہے۔ بعدِ عصر یہ ٹرین روانہ ہو کر مغرب کے قریب بڑے اسٹیشن مکینہ پہنچ جاتی ہے۔ یہ سفر مفت ہے۔ رات ہی کو بڑی ریل گاڑی جو بغداد شریف اور کربلائے معلیٰ جاتی ہے، مقابل کے پلیٹ فارم پر آکھڑی ہوتی ہے۔ صبح کو اس کے ڈبے کھول دیئے جاتے ہیں اور مسافر چھوٹی ریل سے مع مال واسباب اس میں منتقل ہو جاتے ہیں یہ گویا عراق کی ڈاک گاڑی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کو نو بجے صبح جہاز کے مسافروں کو لے کر مکینہ سے روانہ ہوتی ہے اور ہفتہ کو علی الصباح ۵ بجے بغداد شریف پہنچ جاتی ہے۔ بصرہ سے بغداد شریف تک بیس گھنٹے ریل کا سفر ہے۔ راستہ میں تین اسٹیشن قابلِ ذکر ہیں۔ اُر۔ حلہ۔ ہندیہ۔ اُر اسٹیشن ہی کے قریب کلدانیوں کے آثارِ قدیمہ ہیں۔

پیدل جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ حلہ اسٹیشن کے کچھ فاصلہ پر بابل کے قدیم آثار ہیں۔ موٹر کار کے ذریعے آمد و رفت رہتی ہے۔ ان دو نو اسٹیشنوں پر مسافروں کے قیام کے واسطے سرکاری ڈاک بنگلے ہیں۔ ہندیہ سے بغداد شریف صرف تین گھنٹہ کا سفر ہے۔ بغداد شریف سے ریل کاظمین شریفین ہوتی ہوئی سامرہ شریف کو بھی جاتی ہے۔

۴۔ زیارات کے برکات

زیارت گاہوں کے جو برکات ہیں، انوار ہیں باطنی احوال ہیں۔ وہ اپنے اپنے ربط کی بات ہے۔ قلب کی کیفیت ہے۔ کس طرح کوئی بیان کرے اور کس سے بیان کرے ؎ کجاست محرم رازے کہ شرح دِل بکنم، نامحرم سے کہنا بات کھونا ہے۔ انکار کرے تو اس کو ڈبونا ہے۔ کوئی جانتا ہو کم از کم مانتا ہو تو بد و شنید کی گفتگو میں مضائقہ نہیں۔ سو یہ تخلیہ کی بات ہے۔ زیارت و حضوری کے خاص آداب ہیں۔ اخلاص عقیدت اور ادب بہر صورت لازم ہے۔ دل جتنا صاف لائے گا بس اتنا عکس آئے گا۔ جیسی طلب ویسی یافت[1] ؏ دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر۔ بہر حال روحانی فیوض و برکات کی بحث بہت نازک ہے جس پہ گذرے وہی جانے ؏
لذتِ مئے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

۵۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

قطب ربانی، غوث صمدانی، محبوب سبحانی، سیدی و سندی و مولائی حضرت غوث الاعظم السید محی الدین عبد القادر الحسنی و الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ باب الشیخ بغداد شریف کا سب سے مشہور محلہ ہے۔ وہیں آستانۂ معلّی ہے۔ وہیں حضرت کی قدیم رباط ہے۔ کبھی یہاں قرآن کریم کے حقائق

[1] جیسی نظر ویسی دید

و معارف شب و روز بیان ہوتے تھے۔ علماء و اولیاء کا پروانوں کی طرح ہجوم رہتا تھا۔ آج بھی جو چاہے فتوح الغیب میں حضرت کے ارشادات اور فتح الربانی میں حضرت کے خطبات دیکھ لے۔ اللہ اکبر! کیا توحید ہے، کیا رسالت ہے۔ کیا الوہیت ہے، کیا عبدیت ہے، کیا ایمان ہے، کیا اخلاص ہے، کیا شریعت ہے، کیا حقیقت ہے، کتاب و حکمت کے دروازے کھلے ہوئے۔ قول و فعل قرآن ہیں گھلے ہوئے۔ حضرت غوث اعظم بھی ماشاء اللہ ماشاء اللہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں) کی کیسی شاندار تصدیق ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ حسنی ہیں حسینی ہیں۔ خاتم النبیین کے نواسے ہیں۔ نانا کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتے ہیں تو فرشتے بھی عش عش کرتے ہیں۔ کوئی آج مان لے، دیکھ لے۔ کل ہر کوئی مانے گا، دیکھے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

۶۔ حضرت غوث اعظمؓ کا مقام

حضرت غوث اعظمؓ کے ارشادات پڑھیئے، خطبات پڑھیئے، حالات پڑھیئے۔ اور یہ سب مستند طور پر قدیم کتابوں میں محفوظ ہیں۔ قادری طریق تمام تر قرآن ہی قرآن ہے۔ اس کا خلاصہ ایمان و اعتصام ہے۔ عبدیت اس کا مقام ہے کہ علم و عمل تصرف نفسانی سے آزاد ہو کر امر الٰہی کے تابع ہو جائیں۔ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ (۱۱/۲۵) (جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہ) کہنے کو یہ بات ہے لیکن اس مقام کا ذرہ پہاڑ سے بھاری ہے۔ یوں سب اپنی اپنی بساط کے موافق ساعی ہیں۔ لیکن کوئی عبد، عبدیت کا حق ادا کر سکتا ہے اور کر سکا ہے، تو وہ عبد وہی ہے جس کی شان ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (۲۹/۳) (بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہیں) جس کی محبوبیت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (۲۲/۴) (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (محمدؐ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو) جس کی شہرت ہے۔ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ (۳۰/۱۹) (ہم نے تیرے لئے تیرے (نیک) ذکر کو بلند کیا) جس کی سیر ہے۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا (۱۵/۱) (اللہ پاک ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو ایک رات مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کو لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں۔ تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں) جس کا مشاہدہ ہے۔ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۔ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی (۲۷/۵) (نگاہ نہ بہکی نہ اچٹی۔ بے شک اس نے اپنے پروردگار کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں) جس کی رازداری ہے فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (۲۷/۵) (پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو نازل فرمانی تھی) جس کی اطاعت گذاری ہے۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (جس نے رسول کی اطاعت کی بلاشبہ اس نے اللہ کی اطاعت کی) جس کے آثار ہیں۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (۲۶/۹) (جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں (واقع میں) وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے کہ

ان کے ہاتھوں پر ہے) جس کے افعال ہیں۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۹/۲) (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی) جس کے صفات ہیں۔ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (جملہ عوالم کے لئے رحمت ہیں۔ لطف وکرم والے رسول ہیں۔ اور ایمان والوں کے حق میں بہت شفقت کرنیوالے اور رحمت خاص والے ہیں) اور پھر جس کی ذات ہے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (۲۴/۱) (تحقیق آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنیوالے ہیں) ذرا غور کیجئے۔ کیا عروج ہے۔ کیا نزول ہے۔ کیا ہستی ہے۔ کیا نیستی ہے پھر لطف یہ کہ متضاد نہیں بلکہ لازم وملزوم ہے۔ اسی مقام عبدیت پر امانت ملتی ہے۔ خلافت ملتی ہے۔ نبی رسول تو مقدم ٹھیرے اور پھر ان میں بھی رحمۃ للعلمین۔ خاتم النبین۔ سید المرسلین کا کیا کہنا سبحان اللہ لیکن حضرت کے طفیل سے امتِ محمدی کے صدیقین کی بھی بڑی شان ہے۔ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (۲۶/۱۲) (یہ ہے ان کی صفت کہ توریت میں (بیان کی گئی) ہے اور انجیل میں بھی) عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل۔ اہلِ بیت اطہار کو دیکھئے۔ صحابۂ عظام کو دیکھئے اولیاءِ کرام کو دیکھئے ؎ ایں خانہ تمام آفتاب است۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اکابرِ امت میں حضرت غوثِ اعظم کا بھی خاص مقام ہے۔ اول تو عبداللہ پھر خصوصیت سے عبدالقادر، اور نسبت میں استتار نہیں بلکہ اظہار ہے اور حد درجے اظہار ہے۔ پھر آثار کی کیا حد ہوگی۔ ناواقفوں کو حیرت ہوتی ہے انکار تک نوبت پہنچتی ہے لیکن واقعات کا انکار دشوار ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب

شریف میں ارقام فرماتے ہیں۔

اس امت میں اولیاء کامل بہت سے گذرے ہیں لیکن جس قدر خوارق وکرامات حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے اتنے اور کسی سے ظاہر نہ ہونے پائے۔" (ترجمہ)

غور کیجئے تو خاندانی حیثیت سے حضرت رسول کریمؐ کی حضرت ابراہیمؑ سے جو فیضانی نسبت واقع ہوئی ہے، اسی قسم کی نسبت حضرت غوث اعظمؓ کو حضرت رسول کریمؐ سے حاصل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو صاحب زادے ہیں۔ بڑے صاحب زادے حضرت اسمٰعیلؑ اور چھوٹے صاحب زادے حضرت اسحٰقؑ۔ دونوں نبی زادے اور نبی ..... ہیں۔ لیکن چھوٹے صاحب زادے کی نسل میں انبیاء بنی اسرائیل کا خوب سلسلہ چلتا ہے۔ اور مدت تک بڑے صاحب زادے کی نسل خمول میں رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بنی اسمٰعیلؑ میں رسول کریمؐ تشریف لاتے ہیں تو بنی اسرائیل کے طرفداروں کو ناگوار گذرتا ہے اور اس درجہ ناگوار گذرتا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ کے نسب سے انکار کیا جاتا ہے۔ حضرت کی مخالفت کی جاتی ہے۔ پھر وہ انکار و مخالفت آج تک جاری ہے۔ علیٰ ہٰذا خاندانی حیثیت سے حضرت رسول کریمؐ کا فیضان نبوت حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام۔ ان ہی دو ائمہ کے ذریعہ عالم میں پھیلا کہ دونوں آل نبیؐ، اولادِ علیؓ ہیں۔ چھوٹے صاحب زادے کی نسل میں ائمہ کرام کا سلسلہ چلا اور خوب چلا۔ سلسلۃ الذہب اسی کو کہتے ہیں۔ مگر بڑے صاحبزادے کی نسل مدت تک خمول میں رہی۔ حتیٰ کہ حسنی فیضان کا چشمہ اُبلا۔ اور ایسا اُبلا کہ ماشاءاللہ۔ پھر بھی حضرت غوث اعظمؓ کو ائمہ کرام سے غیر سمجھ کر جس طرح انکار و مخالفت کی نوبت پہنچی سب کو معلوم ہے۔ اور آج

تک انکار و مخالفت جاری ہے۔ خلاصہ یہ کہ فیضانِ ابراہیمیؑ اور فیضانِ محمدیؐ
دو دو صاحبزادوں کے ذریعے جس طرح نسلاً بعد نسلٍ عالم میں نمودار ہوا۔
اُس میں عجب مشابہت بلکہ مماثلت ہے۔ اور کیوں نہ ہو ملتِ ابراہیمی
اور ملتِ محمدی دونوں ایک ہیں۔

اسلام میں بنی نوعِ انسان کے تین عام اقسام ہیں۔ اصحابِ شمال اصحابِ
یمین اور مقربین۔ یعنے گمراہ رہنے والے۔ ہدایت پانے والے اور ہدایت
پاکر قربِ الٰہی تک لے جانے والے۔ مقربین کو قرآنی اصطلاح میں صدیقین
بھی کہتے ہیں۔ اللہ کی طرف بڑھنے کے دو طریق ہیں۔ ایک اجتبیٰ دوسرے
انابت۔ پہلے میں اُدھر سے کشش ہے۔ دوسرے میں ادھر سے دوادوش
ہے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (۲۵/۲)
(اللہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف ہدایت کرتا
ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے) یوں تو سعی سب کرتے ہیں، پھر بھی اجتبیٰ
والوں کا کیا کہنا کہ طلبیدہ جاتے ہیں۔ البتہ انابت والوں کو زیادہ مجاہدہ
درکار ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱۲/۶) (اے ایمان والو اللہ سے
ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد (محنت)
کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) مجاہدہ میں ایمان و تقویٰ کے ساتھ وسیلہ
بڑی چیز ہے۔ جو اللہ کے واسطے مجاہدہ کرتا ہے اس کو اللہ کا راستہ ملتا ہے
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۳/۲۱) (جو لوگ ہماری راہ میں
محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب) کے راستے ضرور دکھائیں گے)
یہاں تو یافت کی کوئی حد نہیں۔ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ۔ مَا عَرَفْنَاكَ

حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (آگے سے آگے اور آگے سے آگے۔ ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا تجھے پہچاننا چاہیئے۔) تاہم اللہ دکھائے تو بہت کچھ نظر آئے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (۱/۲۵) (ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ تحقیق یہ ہی حق۔ تو کیا تیرے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر حاضر ہے۔ یاد رکھو، وہ اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک میں ہیں۔ جان لو کہ وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے) خلاصہ یہ کہ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۱/۲۷) (وہی اول آخر ظاہر باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے) اس کے سوا موجود ہے کون جو ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ جو کائنات موجود نظر آتی ہے یہ اسی وجود کا فیضان ہے۔ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (وہی زندہ قائم ہے اور قائم رکھنے والا ہے) البتہ کل شی کو علم الٰہی میں ایک ثبوتِ علمی ضرور حاصل ہے اور یہی اُن کی اصل ہے۔ یہ جو عالمین مربوبات سے معمور ہیں، فیضانِ ربوبیت کا ظہور ہیں اور پھر مربوب ہیں کہ ان کو ثبوتِ علمی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اور رب رب ہے کہ وہ حضرتِ وجود ہے اور حمد کا مرجع ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱/۱۹) (ساری حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالموں کا رب ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے جو عالموں کا رب ہے) البتہ ربوبیت کے فیضان میں اللہ سے اقرب اسم رحمٰن ہے۔ وَاِنَّ

رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ (۲۰/۱۶) (بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے) اور سب پر حاوی صفت رحمت۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۹) (میری رحمت ہر چیز پر چھائی) پس ربّ العالمین کی طرف سے جو رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ کا ظہور ہوا یہ عبدیت محمدی کا مقام ہے اور باایں ہمہ اللہ دے۔ اِسْتِغْنٰی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (۲۰/۲۱) (بے شک اللہ تمام عالموں سے بے نیاز ہے) بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ مقربین و صدیقین کا ذکر تھا تفصیلات کی حد نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی صحبت بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے تاکید ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱) (اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) مزید تفصیل یہ کہ شروع میں نفس پر گراں گزرے تو گزرے لیکن دنیا والوں سے کچھ وقت بچا کر اللہ والوں کے پاس بھی بیٹھنا ضرور ہے۔ چنانچہ خاص تاکید ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۵/۱۶) (تو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ تیری آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں۔ تو دنیوی زندگی کا خیال نہ کرے۔ ایسے شخص کا کہنا نہ مان جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گذر گیا ہے) پھر جس طرح اہل اللہ، وَجْهُ اللّٰهِ (اللہ کا چہرہ) کی تاک میں لگے رہتے ہیں، خود بھی اہل اللہ پر ایسی نظر جمائے کہ ہٹنے نہ پائے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ جمال تکنے والوں کی نظر پڑ نظر دوڑائے تو کیا عجب

ہلال نظر آجائے اور پھر ہلال بدر بن جائے لیکن شہود کی انتہا نہیں۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پ۲۷) (وہ ہر وقت ایک نئی شان میں ہے۔ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کروگے) پھر بھی اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ۔ (اب بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) سبحان اللہ سبحان اللہ ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر　　ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم
(سعدیؒ)

ایک وقت خاص صحبت تھی چند علماء و فقراء جمع تھے۔ تصورِ شیخ اور فنا فی الشیخ کا ذکر نکلا۔ اعتراض یہ ہوا کہ قرآن میں اس کی کوئی سند نہیں۔ یہ شغل مغایرِ اسلام ہے۔ جواب یہ ملا کہ جب قدیم سے بڑے بڑے بزرگوں کا معمول ہے تو ضرور کوئی سند ہوگی۔ بزرگ ایسا شغل بے سند اختیار نہیں کرتے۔ اس ناچیز نے عرض کیا کہ تصورِ شیخ اور فنا فی الشیخ کی سند کچھ بھی ہو۔ تاہم کسی پر آنکھ جم جانا کسی کا نظر میں بس جانا بڑی بات ہے۔ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ (تیری آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پائیں) یہ آیت پڑھی تو حاضرین کی عجب کیفیت ہوئی۔ بعض تو وجد میں آگئے۔ مگر آنکھ کو راز دل سے ملتا ہے۔ دل غافل ہو تو نظر کیا کرے ؎

پرسی کہ کرا خواہی از خیلِ بتاں جامی　　من جز تو کرا خواہم آخر نہ نظر دارم
حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
صلی اللہ علیہ وسلم
من ایک ہتی سے لاکھا ہجاروں کھڑے

حضرت غوثِ اعظمؓ کے عہد میں فیوض و برکات کی بڑی بہار تھی۔

سلسلۂ قادریہ کے علاوہ معرفت وتقرب کے جو بڑے سلسلے عالم اسلام میں پھیلے مثلاً رفاعیہ۔ کُبرویہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ شاذلیہ۔ اکبریہ۔ خدا کی قدرت تمام سلسلوں کے سرخیل حضرت غوث اعظم رضؓ کے عہد میں جمع تھے۔ گرچہ ان میں سے بعض نوجوان بلکہ نوعمر تھے۔ تقریباً سب حضرت کی دوستی ومحبت میں شامل تھے۔ حضرت غوث اعظم کی ولادت شریف ۴۷۰ھ میں اور وفات شریف ۵۶۱ھ میں بہ عمر ۹۱ سال واقع ہوئی۔ یوں تو اس زمانے کے علماء واولیاء کی تعداد کثیر ہے، ذیل میں چند اکابر درج ہیں جو حضرت کے ہمعصر تھے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ چھٹی صدی بھی دینِ اسلام میں کیسی مردم خیز رہی، ملاحظہ ہو:-

	ولادت شریف	وفات شریف	زمانہ
۱۔ حضرت غوث اعظم رضؓ	۴۷۰ھ	۵۶۱ھ	(۹۱ سال)
۲۔ امام محمد الغزالی رحؒ	.	۵۰۵ھ	(۳۵ سال حضرت کا زمانہ دیکھا)
۳۔ سید احمد الکبیر رفاعی رحؒ	۵۰۰ھ	۵۷۸ھ	(۶۱ " " ")
۴۔ شیخ نجم الدین کبریٰ	.	۶۱۸ھ	
۵۔ خواجۂ اعظم سید معین الدین حسن سنجری اجمیری رحؒ	۵۳۷ھ	۶۳۳ھ	(۲۴ " " ")
۶۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحؒ	۵۳۹ھ	۶۳۲ھ	(۲۲ " " ")
۷۔ شیخ الاجل شیخ ابوالحسن شاذلی رحؒ	۵۵۱ھ	۶۵۶ھ	(۱۰ " " ")
۸۔ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی	۵۶۰ھ	۶۳۸ھ	(۱ " ")

بڑے سلسلوں میں سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل خواجۂ بزرگ خواجہ سید محمد بہاؤالدین نقشبند رحؒ البتہ حضرت غوث اعظم رضؓ کی ولادت شریف کے بعد ڈھائی صدی کے وقفہ سے تشریف لائے کہ حضرت خواجہ کی ولادت شریف ۷۲۸ھ میں واقع ہوئی۔ علیٰ ہذا حضرت امام حسن عسکری رضؓ کی وفات شریف کے بعد حضرت غوث

اعظمؓ دو صدی کے وقفہ سے تشریف لائے کہ حضرت امام ہمام کی وفات شریف سنہ ۲۶۰ھ میں کو واقع ہوئی۔ الغرض کہ تعلیم و تقویت دین کے اعتبار سے چھٹی صدی میں حضرت غوث اعظمؓ کے عہد کو خاص تاریخی عظمت حاصل ہے۔

۵۔ **حضرت غوث اعظم کی تصنیفات** حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی پوری تعلیم حضرت کی تصانیف میں موجود ہے، جو چاہے مطالعہ کرے تحقیق کرے اور دیکھے کہ تعلیم قادری کیا ہے۔ اور شان قادری کیسی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

۱۔ فتوح الغیب میں حضرت کے ارشادات ہیں۔ مولٰنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فارسی شرح لکھی ہے۔ فتوح الغیب کا ایک اردو ترجمہ سنہ ۱۹۰۸ء میں فقیر اللہ صاحب (تاجر کتب کشمیری بازار لاہور) نے شائع کیا تھا۔ دوسرا اردو ترجمہ رموز الغیب کے نام سے مولوی محمد عالم صاحب کاکوروی نے شائع کیا۔ لیکن فتوح الغیب کا سب سے بہتر اردو ترجمہ کلام الطیب ہے جو مولوی سید سکندر شاہ صاحب نے مع متن شائع کیا ہے۔

۲۔ علیٰ ہذا فتح الربانی میں حضرت کے خطبات ہیں۔ سب سے اول اس کا اردو ترجمہ تحفۂ سبحانی سنہ ۱۳۱۷ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوا تھا۔ ملک فضل الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے بھی ایک اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ لیکن ان سب سے بہتر اور زوردار ترجمہ مولوی عاشق علی صاحب کا ہے۔ وہ بھی فیوض یزدانی کے نام سے حال میں شائع ہوا ہے۔

۳۔ علاوہ بریں مولوی صاحب نے حضرت کے چالیس خطبات کی شرح بھی ترجمہ کے ساتھ مسلسل عبارت میں نہایت خوبی سے لکھی ہے۔

اس کا نام انوارِ سبحانی ہے۔
۴۔ جلاء الخواطر میں حضرت کے مزید خطبات ہیں لیکن یہ کتاب زہد کیا ہے۔ فیوضات ربانی میں حضرت کے الہامات ادعیہ اور قصائد ہیں۔ کیا معرفت کیا ادبیت، آبِ حیات کے گھونٹ ہیں۔ بہجتہ الاسرار اور قلائد الجواہر یہ دو قدیم کتابیں سیرتِ غوثیہ میں بہت مستند اور مقبول ہیں۔

۸۔ رباط شریف

غرض کہ رباط شریف میں ہی آستانۂ معلّٰے ہے۔ یہی بغداد شریف کی جامع مسجد اور عید گاہ ہے۔ نہایت وسیع اور شاندار عمارت ہے۔ فقراء و زائرین کے قیام کے واسطے چاروں طرف دو منزلہ عمارت ہے۔ صحن میں مسجد اور اسی سے متصل گنبد شریف ہے۔ اکثر اوقات تلاوت اور صلوٰۃ و سلام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ عصر اور مغرب کے درمیان روضۂ شریف کا دروازہ عام طور پر کھلتا ہے۔ باقی اوقات میں تخلیہ رہتا ہے۔ زائرین کا بطورِ خاص داخلہ ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔

۹۔ صاحبزادگان والاشان

رباط شریف کے ارد گرد صاحبزادگان ذالاشان کے مکانات ہیں۔ ماشاءاللہ چھ سات صدیاں گذر چکی ہیں لیکن خاندانِ مبارک کی وہی شان ہے، وہی آن بان ہے۔ حسنِ صورت، حسنِ سیرت، علمِ ظاہر، علمِ باطن، وقار، تموّل، فقر و غنا۔ سب کمالات و برکات محفوظ ہیں اور جاری ہیں۔ چمن قادری پھل پھولوں سے لدا ہوا سبز و شاداب سدا بہار ہے۔ آج بھی جو چاہے سیر کر لے۔ گلِ مراد سے دامن بھر لے۔ ایں خانہ تمام آفتاب است۔
جو لوگ بغرضِ زیارت بغداد شریف حاضر ہوں۔ باب الشیخ مشہور مقام ہے۔ اول آستانۂ معلّٰے پر حاضر ہوں۔ حضرت کلید بردار صاحب ہر

وقت تشریف رکھتے ہیں حضرت کی معرفت قیام وغیرہ کا انتظام بسہولت ممکن ہے۔ حضرت نقیب الاشراف قبلہ کی خدمت میں نیاز حاصل ہو تو پھر کیا کہنا۔ یا کسی دوسرے صاحبزادے کا توسل ہو تو بھی ہر طرح کی سہولت ہے۔ آستانہ معلّٰے کے ذیلی خدام اکثر ناواقف اور نو وارد زائرین کو حسب دستور اسٹیشن پر ہی آگھیرتے ہیں۔ رباط شریف میں لاکر ٹھیراتے ہیں۔ ساتھ رہ کر زیارت کراتے ہیں۔ کام کاج میں مدد دیتے ہیں لیکن اپنا قابو زیادہ چاہتے ہیں اور قدرتاً معقول معاوضہ کی توقع رکھتے ہیں۔ آزادی پسند یا کفایت پسند طبیعتوں کو ان کی رفاقت بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں شروع ہی سے الگ رہنا اولیٰ ہے۔ میل ہونے کے بعد بگاڑ ہونا اچھا نہیں۔ ہم کو تو حسن اتفاق سے ایک شریف نوجوان سید احمد سلمہٗ حیدرآباد کے تعلق سے اسٹیشن پر ہی مل گئے۔

۱۰۔ بغداد شریف کی دیگر زیارات

بغداد شریف عراق میں اولیاء اللہ کا بڑا مرکز ہے۔ چنانچہ آستانہ معلّٰے سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت امام محمد الغزالی کا مزار ہے۔ تقریباً دو تین میل کے فصل پر حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف ہے۔ خاصی وسیع عمارت ہے۔ روضہ شریف گنبد کے بجائے ایک بلند مینار نما عمارت ہے۔ تقریباً چھ سات میل کے فصل پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی درگاہ ہے۔ مسجد ہے، مدرسہ ہے۔ یہاں کی صفائی ستھرائی قابل دید ہے۔ علیٰ ہذا جا بجا اور بھی بہت سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں۔ مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت شیخ ابوالحسن سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ ابی بکر شبلیؒ، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت خواجہ حبیب عجمی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت داؤد طائی، حضرت سلمان پاک

حضرت صدرالدین قونوی، حضرت شیخ جمل یعنے جمال الدین، حضرت سید محمد المعروف ابوحمزہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور ان کے علاوہ بہت سے اولیاء اللہ جن کی تفصیل مقامی طور پر بآسانی معلوم ہوجاتی ہے۔ کسی واقف کار کا ساتھ ہو تو بذریعہ موٹر کار تھوڑے وقت میں صحیح ترتیب سے اکثر مزارات پر حاضری ہوسکتی ہے۔

۱۱۔ کربلائے معلےٰ

بغداد شریف سے ہندیہ ہوتے ہوئے کربلائے معلےٰ تک چار پانچ گھنٹے ریل کا سفر ہے۔ موٹر کار کے ذریعے بھی اکثر آمد و رفت رہتی ہے۔ کربلائے معلےٰ ایک چھوٹی سی بستی ہے مگر ہمیشہ چہل پہل اور رونق رہتی ہے۔ خدام یا دلیل ان کو اپنے اپنے ہاں ٹھیراتے ہیں۔ خوب خاطر مدارات کرتے ہیں۔ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ زیارات پر لے جاتے ہیں۔ نیاز و نذر دلاتے ہیں۔ کربلائے معلےٰ میں عام مسافر خانے نہیں ہیں۔ عام زائرین کے قیام کے واسطے خدام کے مکانات ہیں۔ اور وہ بہت کافی ہیں۔

کربلائے معلےٰ میں جو بڑی خصوصیت نظر آتی ہے وہ پانی کی افراط ہے۔ کل علاقہ خوب سرسبز و شاداب ہے۔ آبادی کے باہر چھوٹے چھوٹے باغات ہیں جن میں پانی کے نکلے، نالیاں بہتی ہیں۔ کل علاقہ تختہ عدن نظر آتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے، یہ وہی مقام ہے، جہاں اہل بیت اطہار پیاسے شہید ہوئے۔

۱۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام

سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ دائماً ابداً حضرت شبیر کا بھی عجب دربار ہے۔ آستانہ مبارک پر خود بخود دل پکار اٹھتا ہے۔

بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہ است ۔۔۔ سجدہ گاہِ ملک روضہ شاہنشاہ است

حضور رحمۃ للعلمین بالمؤمنین رؤف رحیم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا نواسہ، گود دوں کا پالا، کبھی دوشِ اقدس پر سرفراز، کبھی سینۂ اقدس پر خوابِ ناز، گلگلِ

مشکیں سے دمساز، حبِ نبویؐ سے سرشار، امیر المومنین سیدنا علی المرتضٰے اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب کرم اللہ وجہہٗ کا چاندسا بیٹا۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لال، چشم و چراغِ بتول، گلشنِ نبوی کا پھول۔ سید المحسنین، امام المتقین، سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام کا برادر، بجاں برابر۔ اور خود سید الشہدا کہ صبر و توکل، تسلیم و رضا کے تمام مقامات عجب آن بان سے، عجب تزک و شان سے طے کر کے اپنے آقا نا کی امت مرحومہ کے واسطے عبدیت کے راستے آسان کر دیئے۔ اللہ کی راہ میں، صداقت کی چاہ میں مال جائے، آل جائے، آبرو جائے، جان جائے، ہر قدم پر سید الشہداء دل بڑھانے اور راہ دکھانے کے واسطے موجود ہیں۔ خالق ان پر صلوٰۃ بھیجتا ہے، مخلوق ان پر سلام بھیجتی ہے۔ ان کے ہاں رحمت برستی ہے، کربلا میں ہدایت بستی ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ہ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ہ (۲/۳) (ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے قوت و مدد حاصل کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔ البتہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ کسی قدر ڈر، خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے۔ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سناؤ کہ

یہ لوگ جب اُن پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے، بول اُٹھتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں (جس حال میں چاہے رکھے)، اور ہم اللہ ہی کی طرف رجوع ہیں! اِن ہی لوگوں پر خاص خاص عنایتیں اُن کے رب کی طرف سے ہوں گی اور رحمت بھی۔ اور یہی وہ ہیں جو راہ راست پر ہیں) اس حقیقت کی تجلی، اس مقام کی استقامت اس مرتبہ کی یافت، اور اس مقبولیت کی سرفرازی کلی طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھی، اور اس شرف کا حضرت سے زیادہ کون مستحق تھا کہ پنجتن پاک میں سب سے چھوٹے ہیں، سب کے پیارے ہیں، راج دلارے ہیں۔ سبحان اللہ

(۱۳) روضۂ سیدُ الشُّہدا روضۂ اقدس بہت وسیع اور شاندار عمارت ہے۔ گنبد اور میناروں پر طلائی کام ہے۔ اندر تمام حصوں پر آئینہ بندی ہے۔ باہر تمام عمارت پر در و دیوار پر چینی کی گلکاری ہے۔ حضرت سید الشہدا اور دونوں صاحبزادے حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر یک جا پہلو بہ پہلو آرام فرما ہیں۔ مزارات شریف کے اردگرد چاندی کی جالی کھڑی ہے۔ اس پر چاندی کی ڈھلوان دو پہلو چھت لگی ہے۔ بڑے صاحبزادے کے مزار پر تلوار اور ڈھال رکھی ہے۔ اور چھوٹے صاحبزادے کے مزار پر کچھ کھلونے جمع ہیں۔ خدا جانے کیا برقی اثر ہے۔ نظر پڑتے ہی دل تڑپ جاتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اسی گنبد میں قریب ہی ایک طرف کو حضرت قاسم کا مزار ہے۔ وہی عطرِ عروسی کی مہک ہے۔ نوشہ کا خلوت خانہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی عمارت کے ایک گوشہ میں وہ یادگارِ عالم مقام ہے جہاں حضرت سید الشہدا گھوڑے سے اتر کر شہید ہوئے۔ سنگِ مرمر سے مستحکم کر دیا ہے۔ یہاں حاضر ہوتے ہی دل و جان پر جو گزرتی ہے

بیان بلکہ خیال سے باہر ہے۔ گویا قیامت منڈلا رہی ہے۔ ارض وسما لرز رہے ہیں۔ پاش پاش ہوا چاہتے ہیں۔ وقتِ معلوم کے منتظر ہیں۔ از فرش تا عرش صف ماتم کھڑی ہے۔ یا حسینؑ یا حسینؑ کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا ساتھ ہی ساتھ۔ خیر مقدم کی بھی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ سبحان اللہ کیسی پیاری شان ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ (۲/۳) (ان لوگوں پر درود (رحمت خاص) ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور رحمت (عام) بھی۔ اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔

روضہ شریف کی ظاہری شان و شوکت، آرائش و زیبائش دیکھ کر خاص و عام سب کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور باطنی فیوض کا بھی یہ عالم ہے کہ ہر دل حسبِ استعداد سرشار ہو جاتا ہے۔ سال کے ۳۶۵ دن اور دن رات کے ۲۴ گھنٹے جس ذوق و شوق، عقیدت و اخلاص جس کثرت کے ساتھ حضرت سید الشہداء کے مزار شریف پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ دل خود بخود بھر آتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ دردِ محبت کا مزا ملتا ہے۔ مرد، عورت، بوڑھے، جوان، بچے، امیر غریب ہر کوئی اپنے حال میں محو، اپنی کیفیت میں مست کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ بلا مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ شمعیں روشن ہیں اور پروانے بے ساختہ فدا ہو رہے ہیں۔ ع دل آپ پر تصدق جاں آپ پر سے صدقے روز و شب ماہ و سال ہمیشہ یہی کیفیت رہتی ہے۔ ادھر سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفقت و محبت کا سمندر لہریں مار رہا ہے جس پر چھلک پڑ جاتی ہے نکھر جاتا ہے۔ اور لہروں کی کیفیت ہے کہ

کسی مستحق کو محروم نہیں چھوڑتیں۔

(۱۴) دیگر مزارات

تھوڑے فاصلہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا روضۂ مبارک ہے۔ یہاں بھی وہی شہادت کی آن بان ہے۔ درودیوار سے شجاعت و رفاقت کے برکات ٹپکتے ہیں۔ مگر اب بھی جلال طاری ہے کہ مالکِ کوثر دنیا سے پیاسے گئے۔ سکینہ اور علی اصغر جیسے معصوم نبی زادوں کو تو بہر صورت پانی ضرور دینا تھا۔ کیا کہوں اگر عبدیت کا ادب مانع نہ ہوتا تو دکھا دیتا کہ کیا کرتا۔ خیر وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ (پ) (اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے) فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ (پ) (پس صبر کر۔ یقیناً متقیوں ہی کے لئے نیک انجام ہے)۔

آبادی ہی میں وہ مقام محفوظ ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ آکر اترا تھا۔ اور قبلِ شہادت ہفتہ عشرہ مقیم رہا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ معتبر لوگوں سے سنا کہ ماہِ محرم میں یہاں واقعہ کربلا کی پوری نقل اتار کر دکھاتے ہیں۔ ہر کسی کا بھیس بھرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے لحاظ سے یہ باتیں قطعاً ممنوع ہیں۔ سراسر سوءِ ادب ہیں کس کی مجال کہ اہلِ بیتِ اطہار کا بھیس بھرے اور اُن کی نقل اُتارے۔ یا تو خدا کرے یہ اطلاع غلط ہو یا یہ رسمِ قبیح جلد ترک ہو جائے۔

(۱۵) نجفِ اشرف

کربلائے معلّٰی سے نجفِ اشرف تک موٹر کار میں دو تین گھنٹے کا سفر ہے۔ یہ بستی چھوٹی ہے تاہم خوب آباد ہے۔ نجف اشرف میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب کرم اللہ وجہہٗ تشریف فرما

ہیں۔ باطنی فیوض و برکات کا تو ذکر کیا کہ وہیں سے اجراء ہوتے ہیں اور
کیوں نہ ہو اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور
علی اس کا دروازہ ہیں) کی شان ہے۔ ظاہر میں بھی حضرت کے خطبات
نہج البلاغہ میں دیکھئے۔ کیا فصاحت کیا بلاغت، کیا حکمت کیا معرفت
سراپا کرامت ہے۔ کہیں کہیں جو لوگ کچھ الحاق بتاتے ہیں وہ قریباً نہ
بحث ہے۔ دستور معالم الحکم میں بھی حضرت کے کلام کا بہت خوب انتخاب
جمع ہے۔ قاضی ابو عبداللہ بن محمد کی تالیف ہے۔

آستانۂ حیدری روضۂ شریف کی ظاہری شان و شوکت قابل دید ہے
تمام گنبد اور مینارے سونے سے ڈھکے ہیں۔ کل عمارت پر چینی کی گلکاری ہے
اور اندر سب حصوں میں آئینہ بندی ہے۔ خاص کر گنبد شریف بہت آراستہ ہے
حضرت کے آستانۂ مبارک سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر دو نبی
حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے مزارات شریف
ہیں۔ موٹر کار میں آگے بڑھیئے تو کوفہ میں وہ مسجد اور وہ محراب محفوظ ہے
جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ شہید ہوئے۔ مسجد ہی سے متصل حضرت مسلم
بن عقیل رضی اللہ عنہٗ اور حضرت خدیجۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا بنت حضرت
علی کرم اللہ وجہٗ کے مزارات ہیں۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت یونس علیہ السلام
کا مزار شریف ہے۔

(۱۶) قبرستان نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں بڑے
بڑے قبرستان ہیں۔ ایک دستور قابل توجہ
ہے وہ یہ کہ بالعموم لوگ میت کا نام وغیرہ چھوٹے موٹے پتھر پر خوشخط
یا بدخط کندہ کرا کر یوں ہی برائے نام جما دیتے ہیں۔ اور چند روز میں وہ

اپنی جگہ سے ہٹ ہٹا کر پھرنے والوں کے قدموں میں آتے ہیں۔ لوگ بے تکلف ان پر چلتے ہیں۔ اور غور سے پڑھیئے تو بالعموم ان پر اہل بیتِ اطہار اور ائمہ کرام کا کوئی نہ کوئی نام کندہ رہتا ہے۔ سخت بے ادبی ہوتی ہے علیٰ ہذا بعض عقیدت مندوں نے عتباتِ عالیہ پر قیمتی قالین نذر چڑھائے ہیں۔ اور ان کے حاشیوں پر اپنے نام وغیرہ بناوٹ میں لکھے ہیں۔ زیادہ تر وہی اہل بیتِ اطہار کے نام ہیں۔ یہ قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اور ناموں پر لامحالہ زائرین کے قدم پڑتے ہیں۔ یہ بھی صریح غلطی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے روضوں میں در و دیوار پر رنگین شبیہ بنا دی ہیں۔ مثلاً یہ دکھلایا ہے کہ مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو نگل رہی ہے۔ ایسی تصاویر اور وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر قطعاً ناجائز ہیں۔ اِن کو مٹا دینا لازم ہے۔

(۱۷) کاظمین شریفین۔ سامرہ شریف

کاظمین شریفین بغداد شریف سے بہت قریب ہے گویا اس کا ایک محلہ ہے۔ یہاں ایک ہی روضہ میں دو اماموں کے مزار ہیں۔ حضرت امام موسیٰ الکاظم اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام۔ یہ روضہ مبارک بھی خوب وسیع اور شاندار ہے۔ اندر باہر آراستہ ہے۔

بغداد شریف سے سامرہ شریف تک ریل یا موٹر کار کے ذریعہ چار پانچ گھنٹے کا سفر ہے۔ لب دریا چھوٹی بستی ہے۔ یہاں بھی دو امام راحت فرما ہیں۔ حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہما السلام روضہ مبارک بہت شاندار ہے۔ خوب آراستہ ہے۔

(۱۸) باہمی تعلقات

بظاہر یہ احتمال ہوتا ہے کہ خدانخواستہ ان آستانوں پر شیعہ سنی کی تفریق بہت نمایاں

ہو جاتی ہو گی۔ لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آستانوں پر تو شاید کسی کے دل میں بھی اس تفریق کا خیال نہیں گزرتا۔ ہر کوئی اپنے خیال میں مست رہتا ہے کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا۔ ملتے ہیں تو اس طرح کہ گویا ایک ہی آستانہ کے غلام ہیں۔ ایک ہی در کے گدا ہیں۔ ایک ہی شمع کے پروانے ہیں۔ قیام گاہوں کا حال معلوم نہیں۔ بہ خاطر معاش اور بہ نظر احتیاط اہل سنت والجماعت کے وکیل ہر جگہ جدا جدا مقرر ہیں۔

(۱۹) اذکار و اوراد

قرآن کریم کی تلاوت جس قدر ضروری ہے محتاج بیان نہیں۔ کیسی تاکید ہے وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا (۱۶/۱۵) (اور پڑھ جو کچھ وحی کی گئی ہے تیری طرف تیرے پروردگار کی کتاب سے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اس کے سوائے تو ہرگز نہ پائے گا پناہ گاہ) پھر پڑھنا بھی تو صاف صاف صحیح۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (۲۹/۱۳) (قرآن کو آہستہ آہستہ خوب صاف واضح پڑھ) پھر جہاں تک ہو سکے سمجھ کر پڑھے کہ کتاب سے حکمت ملے۔ رسول کا یہی بڑا کام ہے کہ اللہ سے کتاب و حکمت پاتا ہے اور بندوں تک پہنچاتا ہے۔ جو علوم کسی طرح حاصل نہ ہو سکیں اس طرح حاصل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۵/۱۴) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۲/۲) (اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتاری جس طرح ہم نے تم لوگوں میں تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تم کو

(جہالت سے) پاک کرتا ہے۔ اور تم کو کتاب و دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ اور سکھاتا ہے تم کو جو کچھ کہ تم نہیں جانتے) حکمت کا کیا کہنا کہ وہ بڑی نعمت ہے۔ یُؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا (۵/۳) (جس کو حکمت عطا کی گئی۔ اس کو بے شک خیر کثیر عطا ہوا)۔

حکمت کی حد کوئی کیا جانے۔ البتہ اپنے اپنے حوصلہ کے موافق یافت ہوتی ہے۔ اس مقام کو شرح صدر کہتے ہیں۔ ایک نبی سے اس کی دعا کرائی جاتی ہے۔ قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ (۹/۱۶) (کہا اے میرے رب۔ کھول دے میرے لئے میرا سینہ) ایک نبی کو اس کی بشارت دی جاتی ہے۔ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ (۱۹/۳۰) (کیا ہم نے تیری خاطر تیرا سینہ (علم و حلم سے) کھول نہیں دیا) شرح صدر میں ایک نور حاصل ہوتا ہے۔ نور کا خاصہ شہود ہے۔ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ (۱۷/۲۳) (جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا پس وہ اپنے پروردگار کے (عطا کردہ) نور پر ہے۔

اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کیا شغل ہوگا۔ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (۲۱/۲۱) (اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے) وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (۱۲/۲۸) (اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم فلاح یعنی کامیابی حاصل کرو) پھر ذکر میں نہ صرف زبان چلے بلکہ دل ہلے۔ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ (۱۵/۹) (بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اگر دل سخت ہے تو صد افسوس۔ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ

مِن ذِکْرِ اللّٰہِ (۲۳) (پس جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لئے خرابی ہے) ذکر اللہ کے واسطے ترک دنیا اور رہبانیت لازم نہیں۔ بلکہ اسلام کا بڑا کمال ہے۔ دل بہ یار دست بہ کار۔ چنانچہ تاکید ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۲۸/۱۴) (اے ایمان والو۔ تم کو تمہارے مال اور اولاد (یعنی دنیا) اللہ کی یاد (دین) سے غافل نہ کریں۔ اور جو کوئی ایسا کام کریگا وہی نقصان میں رہیں گے) ذکر کرنے والے ذکر کرتے ہیں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۱۸/۱۱) وہ مرد ہیں جن کو خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) نوبت یہ پہنچتی ہے کہ دنیا و دین میں اللہ ہی کارساز نظر آتا ہے۔ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ o وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ o وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (۱۹/۹) (عالموں کا پروردگار جس نے مجھکو پیدا کیا پھر وہی مجھکو راہ دکھاتا ہے اور جو مجھے کو کھلاتا ہے اور مجھ کو پلاتا ہے۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھ کو موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ اور جس سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا) جب رب کی ربوبیت اس درجہ منکشف ہو جائے تو پھر مربوب کی کیا حالت ہو گی۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۸/۲) (کہہ یقیناً میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پروردگار ہے عالموں کا)۔

غرض کہ ذکر اللہ کے ثمرات بے شمار ہیں۔ عروج کی کیفیت یہ ہے کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (۲/۱) (پس تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد کروں گا) کیا کوئی تصور میں لا سکتا ہے۔ بڑی نعمت یہ کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱۲/۱) (جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے ذکر کے ساتھ ان کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے) اطمینان قلب کیا چیز ہے۔ اگر اس کی ہوا بھی لگ جائے تو دنیا ہیچ نظر آئے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۱۹/۲۷) (دنیا کی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے) البتہ نور ایمان سے دیکھے تو کچھ اور ہی سماں نظر آئے۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ط سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۱/۴) (بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جن کی یہ حالت ہے کہ وہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے، لیٹے۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور کرتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس کو بے فائدہ (لایعنی) نہیں پیدا کیا۔ تیری ذات پاک ہے۔ پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا لے)۔

ذکر اللہ کے بعد دعا کا بھی بڑا مقام ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین نے دعائیں مانگی ہیں۔ وجہ یہ کہ عبدیت اور مربوبیت کا یہ خاص اقتضا ہے کہ بندہ مالک سے مدد مانگے۔ محتاج غنی سے طالب امداد ہو۔ دعا نہ مانگو تو

ربط مستتر رہ جائے۔ چنانچہ قرآن کریم دعاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ اور دعا کی تاکید ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (۲۴/۱۱) (اور کہا تمہارے رب نے۔ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا) قبولِ دعا کا وعدہ ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (۲/۷) (اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ میں قریب ہی ہوں۔ پکارنے والے کو پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھ کو پکارتا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ فلاح حاصل کر سکیں) البتہ دعا کی طرح دعا مانگے۔ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً (۸/۱۴) (اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے اور چپکے چپکے) اکثر دعا جو دل سے نکلتی ہے قبول ہوتی ہے۔ اگر کبھی قبول نہ ہو یا تاخیر سے قبول ہو تو بددل نہ ہونا چاہیئے۔ ہماری جہالت کی مضرت سے ہم کو محفوظ رکھنا، قبولِ دعا کی یہ بھی ایک شان ہے۔ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۲/۱) (شاید یہ کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ شاید یہ کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

قرآن کی کیا شان ہے۔ لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۲۸/۱) (اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے

تو تو دیکھتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا، پھٹ جاتا۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں) لیکن اللہ تعالیٰ کا اُمتِ محمدیؐ پر کیا احسان ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ (۲۷/۵) (ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے) مومن کے واسطے یہ شفا اور رحمت کا مخزن ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (۱۵/۹) (ہم قرآن میں سے وہ چیزیں اُتارتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے) قرآن کے علم و عمل کا تو کیا کہنا کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن قرآن کو اللہ کا کلام مان کر پڑھنا، بلکہ سننا، بلکہ دیکھنا، بلکہ رکھنا بھی علیٰ قدرِ مراتب باعثِ خیر و برکت ہے۔ نوبت یہ کہ جس کاغذ پر لکھا جائے وہ اس درجہ مطہر ہو جائے کہ بغیر مطہر ہوئے بغیر اسے نہ چھوا جائے۔ قرآن میں جو سورتیں ہیں۔ آیات ہیں۔ اسماء ہیں۔ سب کے فیوض و برکات جدا ہیں ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ مثلاً ورد کیجئے تو سورۂ فاتحہ کے آثار کچھ ہیں اور سورۂ اخلاص کے آثار کچھ۔ ایک کا فیضان تکثیر و تسخیر ہے، دوسرے کا فیضان تفرید و تجرید۔ چنانچہ اذکار و اوراد کا علم بہت دقیق اور وسیع ہے۔ اس کے اسرار اپنی قوت و نزاکت کے مدنظر اہل اللہ میں سینہ بہ سینہ چلتے رہے ہیں۔ بعض کتابوں میں مفید عام معلومات شائع بھی ہوئے ہیں۔ ان میں حضرت سید محمد حقی النازلی کی کتاب خَزِينَةُ الْأَسْرَارِ بہت خوب ہے۔ بشرطِ اہلیت اس سے بہت کچھ قرآنی فیضان حاصل ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر چیز کی ایک حد ہے۔ اس سے تجاوز کیجئے تو بات کچھ سے کچھ

ہو جاتی ہے۔ رازداری کے پردہ میں قرآنی اذکار کو اشغال کے تحت جو طول دیا گیا اور پیچیدہ کیا گیا تو معاملہ حد سے تجاوز کر گیا۔ پھر ان پر زواید کا اضافہ ہوا تو اوراد کا رنگ ہی بدل گیا۔ قرآنی جھلک برائے نام رہ گئی بلکہ کہیں تخالف کی نوبت آگئی۔ اسی خرابی کے سبب ایک طبقہ جو قرآنی سلوک سے بے خبر تھا سرا سر سلوک سے بدگمان بلکہ منکر ہو گیا۔ لاعلمی اور ضد میں وہ قرآنی اذکار و اوراد کے فیوض و برکات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

جس طرح ماہر طبیب متعدد اجزا سے ایک مرکب نسخہ ترتیب دیتا ہے۔ مثلاً قدیم سے یونانی طب میں جوارشِ جالینوس مشہور ہے۔ اسی طرح بعض اہل اللہ نے متعدد آیات سے مرکب اوراد ترتیب دیئے ہیں جو اپنی جامعیت کے سبب صحت و قوتِ روحانی کے واسطے مفید ملتے جلتے ہیں مشہور دعا حزب البحر جو حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے، ایسے روحانی نسخوں کی اچھی مثال ہے۔ پھر کثرتِ ورد سے خاص خاص سورتوں اور آیتوں کے ساتھ خاص روحانی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا برقی رو کی طرح قوتِ فیضان آتی ہے۔ اور یہ قوت دوسروں میں بھی منتقل کی جا سکتی ہے چنانچہ اہل اللہ میں اذکار کی اجازت دینے کا جو طریق رائج ہے اس کا بھی یہی منشاء ہے کہ بطریق اجازت قوت منتقل ہو۔ البتہ اجازت دینے والے میں قوت نہ ہو، یا قوت متعدی نہ ہو۔ یا اجازت پانے والے میں اخذِ قوت کی استعداد نہ ہو تو دوسری بات ہے۔ پھر اجازت لاحاصل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے جو حزب البحر کی شرح بعنوانِ ہوامع لکھی ہے اس میں بھی اذکار و اوراد کے نکات مختصراً درج ہیں۔

بہر حال حضرت قبلہ پیر سید محمود حسام الدین نقیب الاشراف مدظلہ العالی اور حضرت پیر سید احمد شرف الدین کلید بردار مدظلہ۔ یہ دونوں حضرات نے دوران قیام میں ہم کو مختلف اذکار و ادعیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

(۲۰) نسبت قادریہ کے برکات

حاصل کلام یہ کہ خدا کے فضل سے عراق میں تمام عتبات عالیہ اور مقامات متبرکہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں جہاں جو سرفرازیاں ہوئیں وہ سراسر نسبت عالیہ قادریہ کے ثمرات و برکات نظر آتی تھیں۔ علاوہ بریں کل سفر کے ظاہری و باطنی تجربات و مشاہدات سے پتہ چلا کہ حضرت رضؓ کے ارشادات میں وابستگان کے واسطے جو نصرت کی بشارت ہے اس میں کس درجہ حقیقت ہے۔ سبحان اللہ۔

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ ؛ عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ
فَکُنْ قَادِرِیَّ الْوَقْتِ لِلّٰہِ مُخْلِصًا ؛ تَعِیْشُ سَعِیْدًا صَادِقًا بِالْمَحَبَّۃِ
وَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَعْنِیْ مُحَمَّدًا ؛ اَنَا عَبْدُ قَادِرٍ دَامَ عِزِّیْ وَرِفْعَتِیْ

بڑی سرفرازی یہ کہ علی الصباح آستانہ معلّی سے رخصت ہوتے وقت جب کہ نور ظہور کا سماں تھا ایک طرف لے جا کر تخلیہ میں حضرت کلید بردار مدظلہ نے بطور خاص اس خادم سے فرمایا کہ تمہاری بابت ایماء ہوا کہ تم نہ صرف سلسلہ قادریہ میں مرید ہو۔ بلکہ خاندان قادریہ میں مثل اولاد شمار ہوتے ہو۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔

عجیب یہ کہ حضرت پیر سید محمود حسام الدین مدظلہ دوران گفتگو میں ہمیشہ خصوصیت سے اس خادم کو بھائی یا برادر یا اخی خطاب فرماتے۔

اور سننے والے تعجب کرتے تھے کہ یہ برادرانہ خطاب حضرت کا معمول نہ تھا۔

واللہ اعلم۔ کیا تصدیق و توثیق مطلوب تھی کہ کچھ مدت بعد مزید بشارت ہوئی کہ گویا اولیاء اللہ کا بہت بڑا جلسہ ہے۔ صدہا غوث و اقطاب کا مجمع ہے۔ اور اس دربار میں ایک صدر مقام ہے۔ وہ خالی تھا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اس صدر مقام پر تشریف لاتے ہیں۔ آقا کے ہاتھ میں ایک غلام کا ہاتھ ہے۔ دستگیری کی پوری شان ہے۔ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ سب حاضرین تعظیم کے واسطے سروقد کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر حضرت رضی اللہ عنہ مجلس کو مخاطب کر کے اپنے غلام کا ایسا تعارف فرماتے ہیں جو صاحبزادوں کے شایانِ شان ہے۔ بندہ نوازی کی حد ہو گئی۔ لیکن ع ایاز قدرِ خویش بشناس۔ آقا آقا ہے، اور خادم خادم، اور خادم بھی ادنیٰ خادم۔ کسی کے احسانات کوئی کہاں تک چھپائے۔ کیا وقتِ ضرورت بھی زبان پر نہ لائے۔ پھر بات کیوں کر سمجھائے۔ عجب نہیں کہ خود ستائی کا الزام آئے۔ یہ کیا کیا جائے۔ معذوری ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے واقف ہے۔ شکرِ نعمت واجب ہے۔ فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ط (والضحیٰ)
(پس تیرے رب کی نعمت کو بیان کر)

واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی سال قبل ایک بشارت ہوئی تھی۔ اور یہ سفر اسی بشارت کا کرشمہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ تمہید اول میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بشارت یہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رض کی خدمت اقدس میں حاضری ہوئی۔ بیوی بچے بھی ساتھ ہیں۔

مگر کچھ سامان ساتھ نہیں۔ از حد شفقت مبذول ہوئی حتیٰ کہ ارشاد ہوا کہ تم میرے ہی پاس رہا کرو گے۔ یہاں تمام اولیاء اللہ آتے ہیں۔ یہیں سب سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ اور جہاں جہاں تم کو بھیجنا چاہوں گا وہاں بھیجنے کا انتظام کر دوں گا۔ چنانچہ ہمارے حاضر ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد اطلاع گزری کہ حضرت خواجۂ اعظم خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لو ' ایک ملاقات تو تمہاری ابھی ہو جاتی ہے۔

فصلِ سُوّم

عراق تا شام

(۱) دمشق کی رونق

الحمدُ للہ بغداد شریف سے کامگار و بامراد دمشق کو روانہ ہوئے۔ عراق میں جو حیثیت بغداد شریف کی ہے وہی حیثیت شام میں دمشق کی ہے۔ دونو شہروں کے درمیان تقریباً ہزار میل کا فصل ہے۔ دمشق بہت خوبصورت شہر ہے۔ اس کو عروس البلاد کہنا بالکل درست ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ اکثر برف پوش ہیں۔ قدرتی مناظر کی کوئی حد نہیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر نظر فریب ہے۔ شہر میں کئی پختہ نہریں بہتی ہیں۔ عجیب بہار دکھاتی ہیں۔ جا بجا شیریں چشمے ابلتے ہیں۔ گھر گھر حوض ہیں۔ فوارے ہیں۔ سڑکیں کشادہ ہیں۔ وسط میں نہریں ہیں یا سبزہ زار ہیں۔ فوارے چلتے ہیں۔ لوگ بے فکری سے بیٹھے تفریح کرتے ہیں۔ کناروں پر صنوبر اور بیدِ سادہ کے درخت ہیں۔ تمام سڑکیں اور گلی کوچے پختہ سنگ بست ہیں۔ صفائی قابلِ دید ہے۔ دوکانیں بہت آراستہ اور خوش قرینہ ہیں۔ خوب کاروباری چہل پہل رہتی ہے۔

مسجدِ اُمویہ یعنی جامعِ دمشق اپنی تاریخی روایات و قدامت کے لحاظ سے دنیا کی ایک مشہور قابلِ دید عمارت ہے۔ رومیوں کے زمانہ میں وہ

بت خانہ تھی جہاں سورج کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ عیسائیوں کے عہد میں وہ کلیسا بن گئی اور مسلمانوں کے زمانہ میں وہ مسجد ہے۔

(۲) سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا مزار مسجد کے صدر دروازہ کے قریب سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کا چھوٹا سا روضہ ہے۔ غازیِ اعظم کا سکہ آج تک یورپ کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ مسلمان تو درکنار اب بھی صدہا یوروپین سیاح حیرت و عظمت کے جذبات لے کر زیارت کے واسطے حاضر ہوتے ہیں۔ معتبر لوگوں سے معلوم ہوا کہ ولیم قیصر جرمنی نے بھی اپنے زمانہ میں شرفِ زیارت حاصل کیا تھا اور خوشِ عقیدت سے ایک مرصع طلائی تاج نذر چڑھایا تھا جو مدت تک روضۂ مبارک میں محفوظ رکھا رہا۔ دورانِ جنگ میں کچھ دنوں کے واسطے انگریزی عمل دخل ہوا تو وہ تاج وہاں سے اٹھ گیا۔ یوروپین سیاحوں کی خاطر مزار شریف پر غازی اعظم کی شبیہ بھی آئینہ میں رکھی ہوئی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ سراسر ناجائز ہے۔ اور اس کا ہٹا دینا واجب ہے۔ حیاتِ صلاح الدین مؤلفہ مولوی سراج الدین صاحب قابلِ دید ہے۔

(۳) دمشق کی دیگر زیارات دمشق میں اور بھی بہت سی زیارات ہیں۔ بڑے بڑے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام راحت فرما ہیں۔ مثلاً حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی سادگی دیکھ کر دل پر عجب کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ، حضرت بلال حبشی، حضرت عبد اللہ بن مکتوم، حضرت عبد اللہ بن عثمان، حضرت عبد اللہ بن جعفر صادق، حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ سیّدتنا میمونہ، امِ سلمہ، امِ حبیبہ امہات المومنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ - ستّنا امِ کلثوم بنت حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ ستّنا سکینہ معصوم و فاطمۃ الصغریٰ بنات حضرت امام حسین علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ یہ سب یہاں راحت فرما ہیں ستّنا حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہمشیرہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار البتہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر ہے کیسی بہن اور کیسا بھائی ۔کیسی محبت کیسا عزم کیسی استقامت - کیا کہیں ان کی نظیر مل سکتی ہے ۔ قبرستان سے تھوڑی دور آگے لب سڑک حضرت سید عبدالوہاب و سید عبدالغفور صاحبزادگان حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات ہیں ۔ اور آگے بڑھیئے تو حمیدیہ بازار میں حضرت ابو ہریرہؓ کا مزار ہے ۔

(۴) حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ

شہر کی دوسری جانب حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں ۔ حقائق و معارف میں حضرت کی متعدد تصانیف موجود ہیں ۔ خاص کر فصوص الحکم بہت مشہور ہے ۔ سند اور جامعیت کے اعتبار سے بے نظیر ہے ۔ حضرت نے جو معارف قلمبند فرمائے ہیں ۔ بیشتر دقیق بلکہ ادق ہیں ۔ عارفین تو اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ لیکن عام طور پر اس کے مطالعہ سے لوگ غلط فہمی میں پھنس جاتے ہیں معتقد اور معترض دونوں نقصان اٹھاتے ہیں ۔ تاہم حضرت کا مسلک اسلم ہے ۔ ؎

اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّاِنْ تَرَقّٰی ؛ وَالرَّبُّ رَبٌّ وَّاِنْ تَنَزَّل

(یعنی بندہ بندہ ہی ہے چاہے وہ کتنی ہی ترقی کرے ۔ اور رب رب ہی ہے چاہے وہ کتنا ہی نزول کرے) حضرت کی درگاہ خاصی وسیع اور شاندار عمارت ہے ۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا مزار ہے ۔ اسی کے

قریب جبل طیبہ بلند پہاڑ ہے۔ اس کی ایک چوٹی پر مقام اصحاب کہف محفوظ و محصور ہے۔ اور دوسری چوٹی پر مقام ہابیل و قابیل مشہور ہے۔ اسی محلہ میں تھوڑے فاصلہ پر حضرت شیخ محمد الایوبی کردی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

(۵) سانحہ کربلا کی یادگار

دمشق کی زیارت گاہوں میں بھی واقعہ کربلا کے کچھ دل خراش جگر پاش آثار شامل ہیں۔ مثلاً مسجد اُمویہ کے قریب وہ مقام محفوظ ہے جہاں مظلوم سادات کا قافلہ کربلا سے آکر اترا اور مقیم رہا۔ قدیم بنیادوں پر بطور یادگار صاف ستھری عمارت بنا دی ہے۔ اور پتھر پر اس مقام کی مفصل تصدیق عمارت میں نصب ہے۔ خاص وہ کمرہ جہاں اہل بیت اطہار قیام فرما ہے مسجد شمار ہوتا ہے۔ اس میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جہاں نماز پڑھتے تھے وہ مُصلّیٰ بن گیا ہے۔ یہ کوئی عام مسجد نہیں ہے۔ البتہ جو زائرین یہاں حاضر ہوتے ہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی کمرہ میں ایک طاق اس جگہ کی یادگار ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لاکر رکھا گیا تھا اس طاق کے نیچے سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان جمال الدین غازی کا مزار ہے۔ از رہِ عقیدت دفن ہیں۔ اسی مسجد سے متصل باہر کے کمرہ میں ستّا بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے۔ بہت خوش نما اور پاکیزہ ہے ان کے علاوہ دو تین کمرے اور ہیں۔ صحن میں سایہ دار درخت ہیں۔ کل مکان میں عجب پرکیف خنکی محسوس ہوتی ہے۔ بالکل خموشی رہتی ہے۔ ایک نیک بی بی بطور خادمہ مقیم ہیں۔ دروازہ معمولاً بند رہتا ہے۔ پہلے سے اطلاع دی جائے تو وقت پر کھول دیا جاتا ہے۔ مسجد اُمویہ کے صحن میں شرقی کنارے پر دربار کی وہ عمارت ہے جہاں مظلومین کربلا حاضر کئے گئے تھے۔ وہ جگہ

محفوظ ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک پیش کیا گیا تھا۔ وہ مقام محفوظ ہے جہاں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ درد مند دلوں کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ جو لوگ اس ظلمِ عظیم کے محرک اور بانی تھے آج اُن کی قبروں کے نشان تک باقی نہیں۔ بہت تجسّس کیجئے تو بوڑھے واقف کار لوگ کچھ نشان دہی کرتے ہیں کہ فلاں قبریں یہاں ہیں یا یہاں تھیں۔ کس مپرسی سے خاک میں مل گئیں تو لوگوں نے ان پر مکانات بنا لئے۔ کسی نے کچھ خبر نہ لی۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۲۹/۲۷) (دنیا کی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے)

فصلِ چہارم

شام تا فلسطین

(۱) ریلوے لائنوں کا سلسلہ دمشق سے ایک ریلوے لائن مغرب کی جانب نکلتی ہے۔
اور سماخ ہوتی ہوئی حیفہ بندرگاہ تک جاتی ہے۔ حیفہ سے فلسطین کی ریلوے لائن شروع ہوتی ہے۔ فلسطین میں لد بڑا جنکشن ہے۔ حیفہ سے ریل لد ہوتی ہوئی براہ راست قنطرہ جاتی ہے۔ حیفہ کے جنوب میں یافہ دوسرا بندرگاہ ہے۔ یافہ سے ریل لد ہوتی ہوئی براہ راست بیت المقدس جاتی ہے۔ قنطرہ کے دو اسٹیشن ہیں۔ ساحل فلسطین پر شرقی اسٹیشن اور ساحل مصر پر مغربی۔ درمیان میں نہر سویز حائل ہے جو کشتیوں میں عبور کی جاتی ہے۔ مغربی قنطرہ کے اسٹیشن سے ریل براہ راست قاہرہ کو جاتی ہے۔ راستہ میں اسماعیلیہ جنکشن ہے۔ وہاں سے ایک لائن سویز بندرگاہ کو جاتی ہے۔ یہ بندرگاہ پورٹ توفیق کہلاتا ہے۔ یہاں سے جہاز میں سوار ہوکر ینبوع یا جدہ جاسکتے ہیں۔ ینبوع مدینہ منورہ کا بندرگاہ ہے۔ اور جدہ مکہ معظمہ کا۔

(۲) حیفہ دمشق سے ریل چلتی ہے تو اول پہاڑیوں میں چکر

کھاتی ہے۔ درعہ جنکشن سے سماخ اسٹیشن تک چار گھنٹے عجیب وغریب قدرتی مناظر کی سیر کراتی ہے۔ آنکھیں حیران ہو جاتی ہیں۔ بعد مغرب حیفہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ایک خاصا آباد اور پر رونق بندرگاہ ہے۔ حیفہ سے ۸ بجے صبح ریل میں سوار ہو کر دوپہر کو بارہ ایک بجے تک بیت المقدس پہنچ گئے۔ والحمد للہ۔

(۳) بیت المقدس

بیت المقدس کا تمام شہر بہت سی گنجان اور متصل پہاڑیوں پر آباد ہے۔ گویا پہاڑی پہاڑی پر محلہ ہے۔ اسی وجہ سے شہر کے راستوں میں بہت زیادہ نشیب و فراز ہے۔ اس شہر کو جو تاریخی قدامت اور مذہبی عظمت حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں کی زیارت گاہ ہے اور تینوں کا یہاں اجتماع ہے۔ انگریزی حکومت فلسطین کے تمام زرخیز علاقوں میں یہودیوں کو لا لا کر آباد کر رہی ہے۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دیں۔ (چنانچہ بعد کو امریکہ، برطانیہ اور ممالکِ متحدہ نے اسے یہودیوں کا وطن اسرائیل کے نام سے بنا دیا)۔

(۴) صخرہ شریف

قدس کی سب سے قدیم اور مقدس عمارت مسجدِ اقصیٰ ہے، اور مسجدِ اقصیٰ میں سب سے متبرک مقام صخرہ شریف ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل کے عہد سے یہ متبرک چلا آتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ اسی مقام پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اسی مقام پر حسب روایتِ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور

بعد فراغتِ نماز یہاں سے عروج فرمایا۔ مسجد کا وسیع صحن ہے۔ اس کے وسط میں یہ بہت بڑی چٹان ہے۔ لیکن اب بھی قریب معلق ہے۔ برائے نام سہارا لگا ہوا ہے۔ اس کے نیچے تہ خانہ میں لوگ اترتے ہیں۔ صخرہ شریف پر نہایت بلند اور شاندار گنبد ہے۔ گنبد کے چاروں طرف نہایت وسیع دوہرے برآمدے بلکہ دالان ہیں۔ یہ کل عمارت اندر کی جانب بہت آراستہ ہے۔ نہایت نازک اور خوش نما طلائی کام ہے۔ ہیرے جواہرات بکثرت جڑے ہوئے ہیں۔ گنبد شریف کا کام دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ نہایت عجیب و غریب ہے۔ بے بہا ہے۔ دنیا میں اس کام کی نظیر نہیں ملتی۔ اہل یورپ کو بھی تسلیم ہے۔

اوّل حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے ایماء سے صخرہ شریف پر مسجد کے نام سے ایک عمارت تعمیر ہوئی۔ پھر اسی مسجد کی یادگار میں عبد الملک بن مروان نے یہ گنبد تعمیر کرایا۔ بعدہٗ غازی اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کو خوب مرصّع کرا دیا۔ یہ نادر عمارت ان ہی دو اسلامی حکمرانوں کی فیاضی اور دینداری کی یادگار رہے لیکن اب بھی وہ مسجدِ عمرؓ ہی کہلاتی ہے۔ شب و روز یہاں صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ زائرین کا مجمع رہتا ہے۔ صخرہ شریف پر آج بھی جو انوار و احوال ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید عرش عظیم کا پرتو پڑ رہا ہے۔ سبحان اللہ۔

وہ ایک بار اِدھر سے گئے مکرا بتک ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

(۴) مسجدِ اقصیٰ

مسجد اقصیٰ بہت بڑی مسجد ہے۔ البتہ عمارت قدیم وضع کی ہے۔ مگر مضبوط ہے۔ بیشتر حصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولو العزمی کی یادگار ہے۔

خاص کر گنبد کی درستی میں ترکی انجنیروں نے بڑا کمال دکھایا ہے کہ قدیم گنبد اپنی جگہ معلق قائم رہا اور اس کے نیچے دیواریں از سر نو مستحکم تعمیر ہو گئیں۔ مسجد کے بائیں پہلو میں محرابِ فاروقی ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود تشریف لاکر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیت المقدس پر عیسائیوں سے قبضہ حاصل کیا، اور بلا جنگ و جدال قبضہ حاصل کیا۔ حضرت جس راہ سے مسجدِ اقصیٰ میں حاضر ہوئے وہاں بطور یادگار اب تک دروازہ قائم ہے۔ اور جس مقام میں نماز شکرانہ ادا فرمائی وہی مقام اب محرابِ فاروقی شمار ہوتا ہے۔ بڑے خیر و برکت کے آثار ہیں۔ عقیدت سے مسلمان وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ الحمد للہ ہم نے بھی نفل پڑھے۔

مسجد کے نیچے تہ خانے کی وضع پر بہت وسیع عمارت ہے۔ مسجد سے متصل بائیں جانب ایک ہموار میدان ہے۔ اس کے نیچے بھی ایسی ہی زمین دوز عمارت ہے جو اصطبلِ سلیمانی کہلاتی ہے۔ یہ عمارتیں اندر خوب بلند کشادہ روشن اور کافی ہوادار ہیں۔ اترنے کے واسطے پختہ زینے بنے ہوئے ہیں۔ صخرۂ شریف کے قریب ہی چبوترے پر ہیکلِ سلیمانی کے کچھ آثار محرابیں وغیرہ نظر آتی ہیں۔ دو ایک چھوٹے چھوٹے گنبد اور ہیں۔ اسی مسجد کے احاطہ کی پشت پر دیوار سے لگے ہوئے ایک گلی میں بے شمار یہودی شب و روز کھڑے توریت پڑھ پڑھ کر روتے رہتے ہیں کہ یا خدا ہمارا قصور معاف کر اور پھر مسجدِ اقصیٰ ہمارے تفویض کر۔ مرد عورتیں، بوڑھے بچے عجیب انداز سے سر ہلا ہلا کر پڑھتے اور روتے ہیں۔ بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔ اس لئے اعلان لگا ہوا ہے کہ خبردار یہاں کوئی نہ ہنسے اور رونے والوں کی ہنسی نہ اڑائے۔ اس کے مقابل شرقی کنارے پر ایک تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مزار ہے۔

دوسرے نہایت مضبوط پتھر کی ایک قدیم عمارت ہے جو حبس الجان کہلاتی ہے۔ روایت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام خطا وار جنّوں کو یہاں مقید رکھتے تھے۔

(۶) آثارِ قدیمہ بیت المقدس میں اور اس کے گرد و نواح میں بے شمار تاریخی مقامات ہیں۔ زائرین اور سیاح شب و روز گھومتے رہتے ہیں۔ چند میل پر بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے۔ بحالت موجودہ ایک تنگ پست تہ خانہ ہے۔ موم کی بتیاں روشن کر کے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں تب اندر جاتے ہیں۔ بلاشک خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اس تہہ خانہ پر ایک بلند اور وسیع عمارت ہے لیکن شکستہ حال ہے۔ عجیب ہے مسجدِ اقصیٰ کے قریب وہ کوٹھری ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قید رہے۔ وہ مقام ہے جہاں عدالت میں پیش ہوئے۔ جہاں صلیب کھڑی کی گئی تھی۔ وہاں اب ایک شاندار گرجا ہے جو سب سے زیادہ متبرک مانا جاتا ہے۔ عام طور پر قمامہ کے نام سے مشہور ہے۔ عجیب بات یہ کہ اس گرجے کی کنجی قدیم سے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور اُمراء ان کو عقیدت سے تحائف اور نذرانے بھیجتے ہیں۔ اور عیسائی اُن کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا ایک قدیم شاندار گرجے کے روبرو مسجدِ فاروقی ہے۔ یہ ایک اسلامی رواداری کی یادگار ہے۔

شہر میں دیگر خاص زیارات یہ ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار شریف۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور آسمان سے مائدہ نازل ہوا تھا۔ جس پتھر پر بیٹھ کر دعا مانگی وہ بھی وہیں جما ہوا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ بھی محفوظ ہے۔ مزار شریف

بھی موجود ہے۔ یہ بھی ایک تہ خانہ میں بنا ہوا ہے۔ یہاں کے بھی خاص احوال ہیں۔

(۷) خلیلُ الرحمٰن

بیت المقدس سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پہ خلیلُ الرحمٰن قدیم بستی ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا تہ خانہ ہے۔ غارُ الانبیاء کہلاتا ہے۔ اس کے اندر بہت سے انبیاء مدفون ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، اِن حضرات کے بھی یہیں مزارات ہیں۔ یہ سب عمارات بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یادگار رہیں۔ خلیل الرحمٰن کے راستہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا مزار آتا ہے اور دو بڑے بڑے حوض بھی موجود ہیں جو آبرسانی کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرائے تھے اور اب تک کام دیتے ہیں۔

(۸) سیّدُنا موسیٰ

بیت المقدس کی دوسری طرف پچیس میل کے فاصلہ پہ دوسرا تاریخی مقام ہے جو سیدُنا موسیٰ کہلاتا ہے۔ یہاں ایک مزار ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مانا جاتا ہے۔ یہاں ہر سال ایک میلہ لگتا ہے۔ ایک ہفتہ تک لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع رہتا ہے۔ فلسطین کے مسلمان تو درکنار، مصر، شام بلکہ عراق تک سے مسلمان آتے ہیں۔ حُسنِ اتفاق سے ہم اسی میلہ کے زمانہ میں بیت المقدس پہنچے۔ یہاں عام قیام کے واسطے سرکاری عمارات ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس میلہ کو قائم کیا تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد اور یک رنگی کے جذبات ہر سال تازہ ہوتے رہیں۔

فصلِ پنجم

فلسطین تا حجاز

(۱) قدس تا سویز بیت المقدس سے سویز تک ریل کا سفر ہے۔ ہمارا جہاز بعد عصر سویز روانہ ہوا۔ اور چوتھے روز ینبوع (مدینہ منورہ کی بندرگاہ) پہنچ گیا۔

(۲) ینبوع تا مدینہ منورہ ینبوع سے ہم مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ مدت سے آرزو تھی۔ گنگناتے تھے ؎ میں جاؤں سر کے بل یثرب نگریا آرزو دارم۔ وقت آگیا کہ آرزو پوری ہو۔ سر کے بل جانا تو بڑی بات ہے۔ کم از کم پیدل حاضر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے تہیّہ کر لیا کہ صرف ایک شُغدُف اور ایک شبری لیں گے کہ تینوں رفیق آرام سے بیٹھیں اور سوتے چلیں۔ رہے ہم سو پیدل چلیں گے۔ ایسی ہی ضرورت ہوئی تو دن کو شبری میں ذرا دم لے لیں گے۔ چار ہم اور دو جمال کل چھ ساتھی۔ علیٰ ہذا کل چھ اونٹ۔ ایک پر شغدف میں حضرت مولوی عبدالقدیر صاحب اور سید لطف احمد صاحب۔ ایک پر شبری میں سید حبیب علی صاحب، ایک پر ہمارا سامان۔ اور باقی تین اونٹوں پر ہمارے میزبان کا تجارتی مال غلہ وغیرہ۔ دونوں

جمال باری باری سے مال کے اونٹوں پر سستا لیتے۔ اور دن میں جب جا ہتے ہم بھی شبری میں بیٹھ لیتے۔ مگر اصل لطف رات میں پیدل چلنے کا تھا۔ سنسان میدان، کہیں نرم نرم ریتی کہ پیر دھنس جائیں۔ کہیں پہاڑیاں۔ تنگ وادیاں۔ سنگلاخ راستے کہ ٹھوکر کھائیں پیر چھل جائیں۔ کہیں رہگذر کے قریب ببول کے جھنڈ جن کے کانٹوں سے پیر لطف اٹھائیں۔ ہلکی ہلکی چاندنی۔ آسمان پر تارے۔ ماحول خموش اور دل میں خروش۔ اونٹ کی نکیل بغل میں دبی ہوئی۔ چلا چلائے اور وہی ایک دھن

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ ؛ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ

سفر کا پتہ نہ چلنے پائے کہ منزل آجائے۔ نور ظہور کا وقت۔ نماز پڑھ ریتی میں سو جائے۔ کیسی صاف چکنی۔ کپڑے پر میل نہ آئے۔ جس کی راحت پر سیج شرمائے۔ نیند بھر جائے تکان اتر جائے۔ عجب خواب عجب بیداری ؎

میں سو جاؤں صلِ علیٰ کہتے کہتے ؛ کھلے آنکھ یا مصطفٰے کہتے کہتے

راتوں کے پیدل سفر میں قدرۃً جمالوں سے خوب دوستی ہوگئی۔ اور انھوں نے ہمارے بدو ہونے کی تصدیق کی تمنا تھی کہ جمال بن کر قافلے چلیں۔ چنانچہ اول تو اونٹ راستہ پہچانتے تھے۔ دوسرے جب وسیع میدان میں راستہ صاف اور واضح رہتا، ہم جمالوں سے اصرار کرتے کہ اپنے اونٹوں پر جا کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ بہتر ہو کہ کچھ دیر سو جائیں۔ اور ہم تنہا جمالی کریں اس تنہائی کی کیفیت کیا کہئے ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی ؛ دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

دل آپ پہ تصدق، جاں آپ پر سے صدقے

بالعموم تینوں رفیق بھی سہ پہر میں شام تک پیدل چلتے۔ گرچہ گھٹنوں میں درد کی پرانی شکایت ہے حضرت مولوی صاحب قبلہ میلوں پیدل چلتے۔ اکثر بعد مغرب سوار ہوتے اور ساتھ میں سید لطف احمد صاحب بھی سوار ہوتے کہ شغدف میں میزان لازم ہے۔ سید حبیب علی صاحب کی شبری جدا تھی۔ وہ بعد کو بھی دیر تک پیدل چلتے۔ مگر جوتا پہنیں تو ریتی بھر جائے۔ اور نہ پہنیں تو پاؤں آلوا جائیں برہنہ پائی کی تاب نہ لائیں تو سوار ہو جائیں۔ مگر سب کو وہی ایک ولولہ ؎

دلا خاکِ رہ کوئے محمد شو محمد شو ؎ زہر سوئے بیا سوئے محمد شو محمد شو

بعد نماز مغرب بلا ناغہ میلاد شریف ہوتا تھا۔ اونٹوں پر بیٹھ کر سب مل کر بلند الحان سے عربی قصائد اور فارسی اُردو نعتیں پڑھتے۔ خود ہی سنتے۔ خود ہی لطف سے جھومتے۔ عربی قصائد میں جمال بھی آواز ملانے کی کوشش کرتے۔ اور اونٹوں کے اِدھر اُدھر خوب کودتے وجد کرتے۔ اونٹ بھی کان کھڑے کرتے۔ چال بدل دیتے تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اثر لے رہے ہیں۔ اور گرد کی پہاڑیوں سے صدائے بازگشت اٹھتی تو شبہ ہوتا کہ میلادِ شریف میں ہمارے ساتھ شجر و حجر بھی شریک ہیں۔ بے تکلف وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا غلغلہ سنائی دیتا تھا۔ خاص کر سلام پڑھتے وقت عجب آثار نمودار ہوتے تھے۔

(۳) منزلِ مقصود

وہ جو مدت سے وردِ زبان تھا کہ مولا جلد بلا لو مدینے ہمیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ۲۹ شوال ۱۳۲۵ھ بروز دوشنبہ علی الصباح نور ظہور کے وقت وہ ارمان پورا ہوا۔ مدینۂ منورہ پہنچے اور دور سے گنبدِ خضرا پر جو نظر پڑی تو

دل کا حال کیا بیان کیجئے ؎

تورا گنبد گول کلس من بھاون دور سے پیارے دیکھ جیوں
نہیں سیس نوا دوں جان گنوا دوں من بیچ یہی سماوت ہے

(۴) قلبی واردات

مدینہ منورہ پر قیام گاہ پر پہنچے۔ جلد جلد سامان اُتارا۔ رکھا۔ غسل کیا۔ اچھا اچھا لباس پہنا۔ عطر لگایا۔ آج خوشی کی کوئی حد نہیں۔ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم کی بارگاہِ اقدس میں شرفِ حضوری حاصل ہوگا۔ زندگی کا مقصد حاصل ہوگا۔ جلد چلئے۔ حاضر ہو جئے۔ حاضر ہو جئے تو دل کو سنبھال لئے۔ اللہ اللہ ؎

ہاتھ سے میرے چلا دامانِ ضبطِ جلوہ گر ؛ کچھ تو مہلت دے مرے دل کو سنبھلنے کیلئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کائنات کا راز اسی میں چھپا ہے۔ اسی سے کھلا ہے۔ اللہ تو رَبُّ الْعَالَمِیْن ہے۔ تمام عوالم اسماءِ الٰہیہ کے مظاہر اور مناظر ہیں۔ لیکن رحمٰن اور رحیم خاص کر حاملِ تخلیق و تکوین ہیں۔ البتہ رحیم میں تخصیص اور رحمٰن میں تعمیم ہے۔ رحمٰن میں بڑا بھید چھپا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں۔ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا (۳/۱۹) (وہ رحمٰن ہے اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھ) خیر یوں سمجھو۔ ملائکہ مقربین کی دعا ہے رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً (۶/۲۴) (اے ہمارے رب۔ آپ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے) بلکہ خود کا ارشاد ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (۹/۹) (اور میری رحمت نے ہر چیز کو سمایا) اور اپنے نبی رُوْحِی وَرُوْحُ الْعَالَمِیْنَ لَهُ الْفِدَا کی کیا انوکھی شان ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (۷/۱۷) (اے محمد ہم نے تو تم کو جملہ جہانوں کیلئے

رحمت (بنا کر بھیجا ہے) پھر حضرت کے مجسم رحمت ہونے میں کیا کلام ہے۔ تو پھر ذرا سوچئے، عالمین میں ان کا کیا مقام ہے۔ ان کا کیا کام ہے۔ جلال بھی ان کے جمال پر فریفتہ ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (۱۸/۹) (اے محمد) اللہ تعالیٰ ان پر ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو) جب حق ہمسائیگی کا یہ کرشمہ ہو تو پھر ماشاء اللہ مومنین کا کیا کہنا۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۵/۱۱) (لوگو تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک رسول (محمدؐ) آئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بڑے خواہش مند ہیں۔ اور ایمان والوں کے حق میں بڑے ہی شفیق اور رحمت خاص والے ہیں) مومنین کے حق میں ذاتِ اقدس سراپا اسم رحیم کی تجلی ہے۔ اور پھر رحیم کے ساتھ رؤف بھی۔ کوئی حد ہے۔ اللہ اللہ! انھوں نے مومنین کے واسطے ایسا کیا کچھ مانگا کہ رحیم و کریم جواد و قدیر انکو پیارے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کہہ بیٹھا۔ کیا خدا کی خدائی مانگ یا اس سے بھی کچھ بڑھ کر۔ بہرحال جو کچھ مانگا دل بھر کر پایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۱۸/۳۰) (عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا زیادہ دیگا کہ تم اس پر راضی و خوش ہو جاؤ گے) ہاں اپنے واسطے کیوں زبان کھلتی۔ محبت کے بھی عجب انداز ہیں۔ لو خود ہی وعدہ ہوتا ہے۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۹/۱۵) (قریب ہے کہ تمہارا رب تم کو مقامِ محمود پر فائز کرے) سبحان اللہ! محمدؐ اور احمدؐ کے سوا کہ وہ سراپا حمد ہے اور اَحَد کا عبد ہے، کون مقام محمود کا حق دار ہو سکتا ہے۔ سب کچھ ہے مگر ذرا حیا اور انکسار تو دیکھئے۔ مَآ اَدْرِیْ

مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ (۲۶/۱) (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور نہ (یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا)

کس کی آمد آمد ہے۔ کون بھیجتا ہے۔ کس لئے بھیجتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا (۲۲/۳) (اے نبی! ہم نے تم کو (ہر چیز پر) گواہی دینے والا اور (نیکوں کو) خوش خبری دینے والا، اور (بدوں کو) غضب الٰہی سے ڈرانے والا، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف (لوگوں کو) بلانے والا اور (ہدایت کا) روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے ایمان والوں کو اس بات کی خوش خبری سنا دو کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہے) کیا شاہد آیا جس کی آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ لگا ہے۔ جس نے آیات رَبِّہِ الْکُبْرٰی کا شاہدہ کیا ہے۔ مبشر ہے اصحاب یمین کے واسطے: نذیر ہے اصحاب شمال کے واسطے۔ اور داعیا الی اللہ ہے السَّابِقُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ کے واسطے۔ یوں تو شاہد بن کر آیا لیکن بالآخر سراجاً منیراً نظر آنے لگا۔ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ داعیًا اِلَی اللّٰہِ کے ساتھ بِاِذْنِہٖ بجا اور درست ہے۔

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند ؎ سوز پر پروانہ مگس را ندہند

لیکن اس شرط سے کوئی شکستہ خاطر کیوں ہو۔ مومنین کو فَضْلًا کَبِیْرًا کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اول تو ذات اقدس سرتاپا فضل اور پھر اس کی اتباع بڑا فضل۔ لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۲۷/۱۲) (یہ سب چیزیں)

اصحابِ یمین کے لئے ہیں۔ ان کی جماعت کثیر پہلوں میں سے ہوگی اور ان کی جماعت کثیر پچھلوں میں سے ہوگی) رہے اَلسَّابِقُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ۔ اور نیز قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۱۴/۲۷) (آگے نکل جانے والے مقرب۔ ان کی بڑی جماعت تو اگلے لوگوں میں ہوگی۔ اور ان کی تھوڑی جماعت پچھلے لوگوں میں ہوگی) آخر میں قلیل ہونا عجب نہیں کہ بالآخر قیامت قائم ہونی ہے۔ مقربین سے دنیا خالی ہونی ہے۔ بہرحال مومنین کو بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ۔

رسول رازداں نہ ہو تو کون ہوگا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۹/۴) (اللہ امور غیب پر تم کو مطلع نہیں کرتا مگر ہاں جس کو چاہتا ہے اپنے پیغمبروں میں منتخب کر لیتا ہے) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۱۲/۲۹) غیب کا جاننے والا وہی ہے پیغمبر رسول کریم کا علم کہ وہ اجتبیٰ کے تاج اور ارتضیٰ کے سرمایۂ ناز میں معلم ہیں اور کیسے معلم۔ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۲/۲) (تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جان سکتے تھے) اسی لئے شرح صدر سے سرفراز ہیں۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۱۹/۳۰) (کیا ہم نے تمہارا سینہ علم و حلم سے کشادہ نہیں کیا) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (۱۵/۱۶) (کہو اے میرے رب۔ مجھے اور زیادہ علم عطا فرمائے) ہر دم تازہ اٹھان ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

الْاُوْلٰی (۴/۳۰) (البتہ ہر (بعد) کی آنے والی حالت تمہارے لیے پہلی حالت سے بہتر ہے) تا ابد یہی شان ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کا فیضان ہے۔ عبد بذاتہٖ فقیر ہے۔ اور اس کو یہی کہنا لازم ہے۔ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (۲/۷) بلکہ غیب و شہادت کی تفریق کیا۔ یہ صرف مدارج کا اعتبار ہے کہ ایک کی نظر میں جو غیب ہے دوسرے کی نظر میں وہ شہادت ہے۔ اور پھر شہادت میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے غیب کی حد باقی رہتی ہے۔ بہر حال جس درجہ کا جو علم ملتا ہے علیم ہی سے ملتا ہے۔ ورنہ علیم کے علم میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۲۸/۶) (وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے۔ وہی بڑا مہربان، بے انتہا رحم والا ہے)

عجب ربط ہے۔ عجب فرق ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۲۶/۹) مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (۹/۱۶) اُن کی انگلی کا اشارہ ہو تو اِنْشَقَّ الْقَمَرُ (۲۷/۸) (چاند دو ٹکڑے ہو گیا) وہ تو وہ اُن کے خادموں کی یہ آن بان ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ (۲۴/۱) (جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کو مان لیا، یہ لوگ ہی پرہیز گار ہیں وہ جو چاہیں اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس ہے۔ یہ ہے صلہ احسان کرنے والوں کا) مگر ہر دم یہی تاکید ہے۔ یہی وردِ زبان ہے۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

وہی ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی میں قوت نہیں)۔
کہنے کو اور دیکھنے کو صرف چند روز کے واسطے جدائی کا زمانہ آتا ہے۔
پھر بھلا کس سے رہا جاتا ہے۔ کوئی سوتے کو آ جگاتا ہے اور ساتھ لے جاتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱/۱۵) (پاک ہے (اللہ) جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گیا) پھر فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (۵/۲۷) (پھر (اتنا قریب ہوا کہ) دو کمانوں کا فرق رہ گیا) کی مسند پر لا بٹھاتا ہے۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (۵/۲۷) (پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو نازل فرمائی تھی) راز و نیاز کی باتیں کھلتی ہیں جن کو اَحد اور اَحمد کے سوا کون جان سکتا ہے۔ پھر خدائی کی سیر ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی آیات دکھائی جاتی ہیں۔ محبوب کی خاطر تواضع مقصود ہے۔ مگر ان چشم شرگین میں خدا جانے کیا تو ہے۔ کیسا شعور ہے بڑی بڑی آیات کو اک نظر میں پہچانتی ہیں گویا کہ سب دیکھی بھالی ہیں۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی (۵/۲۷) (پھر بھی نگاہ نہ بہکی نہ اچٹی۔ بے شک انھوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں) واہ رے جوش محبت! کوئی بھی سوتے کو یوں جگاتا ہے، اپنے ہاں لے جاتا ہے۔ خلوت میں بٹھاتا ہے۔ دل کی بات سناتا ہے۔ گھر بار کی سیر کراتا ہے۔ پھر وہیں کے وہیں لا سلاتا ہے اور خود ہی سب ماجرا سنا کر سب کو محوِ حیرت بناتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

پیار اور محبت کے کیا کیا نام اور خطابات ہیں۔ محمدؐ بلکہ احمدؐ

رسولِ کریم - خاتم النبیین - رحمۃ للعٰلمین - رؤف رحیم سراجاً منیرا - یٰایھا المزمل - یٰایھا المدثر - لیکن جب توحید سے غنی کی تجلی اٹھتی ہے - وَاللہُ الغنیُّ وَاَنتُم الفقراءُ (۸/۲۶) (اللہ بے پرواہ ہے اور تم سب محتاج ہو) تو یہاں سب سے اول سرِ نیاز جھک جاتا ہے' اَلفقرُ فخری اس پر بھی کسی کو پیار آتا ہے - اِنَّکَ لَعلیٰ خُلُقٍ عظیم (۳/۲۹) (بے شک تم اعلیٰ اخلاق کے معیار پر ہو -) محبوبیت کا یہ عالم کہ اِنَّ اللہَ وَملٰئکتہٗ یُصلُّونَ علَی النبیِّ ٥ یٰاَیُّھا الذین اٰمنُوا صلُّوا علیہِ وَسلِّمُوا تسلیماً (۴/۲۲) (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (محمدؐ) پر - اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو) سبحان اللہ' عجب احدیت ہے - عجب احمدیت ہے - عجب توحید ہے - عجب رسالت ہے -

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمدٌ رسولُ اللہ

شانِ ابرو ہے بسم اللہ سے ملتی ہوئی ؛ اُن کی صورت صاف وجہ اللہ سے ملتی ہوئی
خلق اُن کا شاق ہے کونین بھی خُلقِ عظیم ؛ اُن کی سیرت ہے کتاب اللہ سے ملتی ہوئی
خلق کے حق میں سراسر رحمۃ للعٰلمین ؛ شانِ رحمت ہے رسول اللہ سے ملتی ہوئی
کیا کریم و کیا حریص و کیا رؤف و کیا رحیم ؛ اُن کی شفقت بھی ہے فضل اللہ سے ملتی ہوئی
کیسے ہیں محبوب امرِ حق یہ ہے صلوا علیہ ؛ یاد اُن کی بھی ہے ذکر اللہ سے ملتی ہوئی
غلغلہ کیسا رفعنا لک ذکرک سے ہوا ؛ شہرت اُن کی بھی ہے حمد اللہ سے ملتی ہوئی
کیسے ہیں معراج - سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ ؛ سیر اُن کی بھی ہے سیر اللہ سے ملتی ہوئی
چشمِ حق بیں کیلئے ما زاغ البصر اور ما طغیٰ ؛ دید اُن کی بھی ہے علم اللہ سے ملتی ہوئی
کیا تقرب کیا عطا - ما رمیت اذ رمیت ؛ اُن کی بخشش بھی ہے فعل اللہ سے ملتی ہوئی

کیسے حاکم۔ قَدْ اَطَاعَ اللہَ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ ؎
جن کی شان۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ۔ اُن کا ہے اَلَیْسَ عَبْدَہٗ ؎
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ ؎

اُن کی مرضی ہے رضاء اللہ سے ملتی ہوئی
اُس کی نسبت بھی ہے عبدہٗ سے ملتی ہوئی
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ؎

(۵) حرمِ نبوی صلعم

اللہ اللہ۔ رحمت کا سیلاب تھا کہ خود بخود دل میں آ بھرا۔ ہزار سنبھالو جو کچھ چھلکنا تھا چھلک گیا۔ اب ذرا بارگاہِ اقدس کی ظاہری شان بھی دیکھنی چاہیئے کہ اس کے واسطے مدت سے آنکھیں ترستی تھیں۔ حرمِ شریف خوب وسیع عمارت ہے۔ تقریباً نصف حصّہ مسقّف مسجد ہے۔ اور نصف حصّہ کشادہ صحن ہے۔ لیکن صحن کے بھی تینوں طرف دوہرے، تہرے دالان ہیں۔ داخلہ کے واسطے پانچ بلند دروازے ہیں۔ بابُ السلام۔ بابُ الرحمۃ جانب غرب۔ باب جبرئیل، بابُ النساء جانب شرق۔ اور باب مجیدی جانب شمال۔ (حال میں سلطان بن سعود نے مسجد میں بہت توسیع کرائی جس کے بعد مزید چند دروازوں کا اضافہ ہوا) جنوبی سمت کعبہ کا رخ ہے، مسجد ہے۔ کل عمارت نہایت مستحکم اور شاندار ہے۔ حدودیہ پانچ بلند مینار ہیں۔ کل چھتیں ڈاٹ دار ہیں۔ لکڑی لوہے کا نام نہیں۔ گنبدوں میں اور ستونوں پر، محرابوں پر، در و دیوار پر سنہری کام ہے۔ نقش و نگار ہیں۔ اسمائے حسنیٰ۔ اسمائے نبوی اور آیاتِ قرآنی از حد خوش خط منقوش اور مُطلّا ہیں۔ بلا مبالغہ بے نظیر ہیں۔ موجودہ عمارت بہشتہ سلطان ترکی سلطان عبدالمجید خان علیہ الرحمۃ کی عقیدت اور حوصلہ مندی کی یادگار ہے۔ پندرہ سال مسلسل کام جاری رہا۔ ۱۲۷۷ھ میں حُسنِ انجام کو پہنچا۔

(۶) روضۂ اقدس

مسجد کے اندر شرقی پہلو میں روضۂ اقدس ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اُمّ المومنین سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارک اب تک موجود و محفوظ ہے۔ اسی کے اندر جنوبی دیوار سے متصل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پُر انوار ہے۔ بالینِ مبارک جانب غرب، قدم شریف جانب شرق اور رُخِ اقدس جانبِ جنوب کہ مدینۂ منورہ میں کعبہ شریف کا یہی رُخ ہے اسی حجرہ میں مزار شریف سے متصل شمالی جانب امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ اور علیٰ ہذا حضرت صدیق اکبرؓ کے مزار سے متصل جانبِ شمال امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ یہ دونو مزار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف سے یکے بعد دیگرے جانب شرق ہٹے ہوئے ہیں اور وہ اس طرح کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا سر مبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ مبارک کے مقابل رکھا ہے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا سر مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کے شانۂ مبارک کے مقابل ہے۔ چونکہ حجرۂ مبارک مختصر ہے حضرت فاروق اعظمؓ کا مزار حجرہ کی شرقی دیوار سے جا لگا ہے۔ کہتے ہیں کہ حجرۂ مبارک میں اس کے برابر ابھی ایک مزار کی جگہ خالی ہے۔ سبحان اللہ کیا ساتھ ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اُمت کا کام کس خوبی اور کس حوصلہ سے سنبھالا۔ اسلام نے کیسا فروغ پایا کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اور آج تک اس ترقی پر سب کو حیرت ہے۔ آج بھی بارگاہِ نبوی میں انشاء اللہ کوئی ان حضرات کا اہتمام دیکھے۔ ورنہ کل تو سب دیکھ ہی لیں گے۔ صدیق اکبرؓ کیا ہیں اور فاروق اعظم کون ہیں۔

عثمان غنی کا کیا رتبہ ہے اور علی مرتضیٰؓ کا کیا مرتبہ ہے۔ ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ ان حضرات کی عجب شان ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر کس کے مصاحب ہیں۔ اور کس کے خلیفہ ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۱۲/۲۶) (محمد اللہ کے پیغمبر اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں کے حق میں بہت سخت ہیں مگر آپس میں بہت رحمدل۔ تم ان کو دیکھتے ہو کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانیاں ظاہر ہیں۔ یہ ان کی صفت ہے کہ تورات میں بیان کی گئی ہے اور ان کی صفت انجیل میں بھی ہے۔ (وہ روز بروز اس طرح ترقی کرتے جائیں گے) جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوی کیا، پس وہ اور موٹی ہوئی۔ پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ اپنی (سرسبزی سے) کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے تاکہ (ان مسلمانوں کی ترقی سے) کافروں کو جلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے)

تواریخ کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرۂ مبارک دراصل کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں اس کی نئی دیواریں کسی قدر پختہ بنادی تھیں۔ وہ کمزور ہوگئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُن کے بجائے ترشے ہوئے پتھر کی مستحکم دیواریں تعمیر کردیں جو بفضلہ آج تک قائم ہیں۔ اصل حجرہ مستطیل تھا۔ جانب شرق عرض بڑھا کر اس کو مربع کردیا۔ چاروں گوشوں پر چار ستون ہیں۔ دیواروں میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ چھت میں دو ایک مرتبہ ردو بدل ہوا۔ بحالت موجودہ درمیان میں اٹھی ہوئی چاروں طرف ڈھلوان قبہ نما معلوم ہوتی ہے۔ صرف اس میں ایک دریچہ ہے، وہ بھی لوہے کی جالی سے بند ہے۔ قبہ شریف پر غلاف پڑا ہوا ہے۔ حجرۂ مبارک کے چاروں طرف خوب گہری بنیاد کھود کر سیسہ بھر دیا ہے۔ گویا کہ سیسہ کی زمین دوز حصار ہے۔ پھر کچھ فصل سے اردگرد ایک بلند اور مضبوط چہار دیواری ہے جس نے حجرۂ مبارک کو بالکل نظر سے پوشیدہ کردیا ہے۔ اس میں بھی کوئی دروازہ نہیں ہے۔ بحالتِ مربع مبادا بیت اللہ شریف کی مماثلت سمجھی جائے، شمالی پہلو کو مثلث کا بنا کر چہار دیواری کو پنج رخا کردیا ہے۔ اس پر بھی ہر طرف اوپر سے نیچے تک نہایت بیش قیمت سبز ریشمی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ کل غلاف پر تخمیناً ایک ایک فٹ مربع میں کلمۂ شریف بنا ہوا ہے۔ سلاطینِ ترکی کا دستور تھا کہ تخت نشینی کے موقع پر سلطان کی طرف سے نیا غلاف پیش ہوتا تھا۔ چنانچہ ابھی تک آخری ترکی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ نہایت دل آویز ہے۔

(۷) جالی مُبارک

مزار شریف اور حجرۂ مبارک کی مختصر کیفیت اوپر درج ہوئی۔ اس سے ملا ہوا جانب شمال سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارک تھا۔ اب وہ ہموار قطعہ ہے۔ البتہ دو آثار وہاں بھی محفوظ ہیں۔ جس مقام پر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھتی تھیں وہاں محراب ہے۔ اور اس کے سامنے فرش پر سنگِ مرمر کا مزار سا بنا ہوا ہے۔ غرض کہ دونوں حجروں کے علاقے متصل ہیں، اور ایک جا محفوظ ہیں۔ درمیان میں صرف ایک جالی ہے۔ اور اُس میں بھی آمد و رفت کے واسطے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ان علاقوں کے چاروں طرف سنگِ سرخ کے نہایت مستحکم اور بلند ستون ہیں۔ ان کے سروں پر شاندار محرابیں ہیں۔ ان سب پر گنبد خضرا اور ڈاٹ کی چھت ہے۔ محرابوں پر باہر کی جانب سبز ریشمی پردے بندھے ہوئے ہیں۔ ستونوں کے درمیان تین طرف لوہے کی مضبوط جالی لگی ہوئی ہے۔ اور اِسی طرح جنوبی سمت میں سامنے کی طرف پیتل کی نہایت خوبصورت جالی کھڑی ہے۔ اس میں بیل بوٹے ڈھلے ہوئے ہیں اور ان ہی کی وضع پر یہ کلمات بھی نہایت خوشخط درج ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ الصَّادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْنُ۔ چار ستونوں کے درمیان تین جالیاں ہیں۔ ہر جالی دو دو حصوں میں تقسیم ہے۔ درمیانی جالی کے نصف غربی میں شرقی کنارہ پہ ایک حلقہ کٹا ہوا ہے۔ اس کے گرد ایک بڑا سا ہلال بنا ہوا ہے۔ یہی مواجہ شریف ہے۔ یعنی اس کے سامنے کھڑے ہو جیئے تو گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجہ اقدس کے روبرو کھڑے ہیں۔ علیٰ ہذا

جالی کے نصف شرقی میں شیخین رضی اللہ عنہما کے مواجہ مبارک بنے ہوئے
ہیں۔ جنوب کی طرف درمیانی جالی کے وسط میں ایک چھوٹا سا دروازہ بھی
لگا ہوا ہے۔ خاص خاص مواقع پر کھلتا ہے۔ اس کے علاوہ شرقی اور
شمالی جانب بھی جالیوں میں دروازے لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شرقی
پہلو کے دروازہ سے صبح شام خدام جالی مبارک کے اندر حاضر ہوتے
ہیں۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے علاقہ میں تو کوئی عمارت نہیں ہے۔
صرف ایک مزار سا بنا ہوا ہے۔ اور روضہ اقدس کی چہار دیواری
جس پر غلاف چڑھا رہتا ہے اس کے اور جالی مبارک کے درمیان
ہر چہار طرف بطور گردش کافی راستہ چھوٹا ہوا ہے۔ سب کھلے ہوئے
حصہ پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ شام کو معمولاً عرقِ گلاب سے دُھلتا ہے۔
غلافِ شریف کو عطر لگتا ہے شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ بعد مغرب خادم
جب فارغ ہو کر جالی مبارک سے نکلتے ہیں تو خوب معطر ہوتے ہیں۔
دیوانے دروازے کے آس پاس انتظار میں لگے رہتے ہیں۔ برآمد ہوتے
ہی ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اللہ اللہ محبت
کے بھی عجب تقاضے ہیں۔ لیکن بالعموم نمازِ مغرب کے وقت خدام
برآمد ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ ہجوم
نہ کر سکیں۔ لیکن یوں بھی دیوانوں کی جماعت مختصر ہی رہتی ہے۔ ہوشیاروں
کی کثرت ہے اور ان کو ان باتوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا (اب
یہ سب چیزیں موقوف کر دی گئیں۔ ہفتہ میں ایک دفعہ خادم
جاروب کشی کے لئے داخل ہوتے ہیں)۔

(۸) مقاماتِ مقبولیت

جالی مبارک کے علاقہ سے متصل جانب شمال ایک چھوٹا سا مستطیل چبوترہ سنگ بست بنا ہوا ہے۔ اسی پر محراب تہجد ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات نماز تہجد ادا فرمائی تھی۔ درمیان میں راستہ چھوڑ کر اسی کے مقابل جانبِ شمال دوسرا چبوترہ ہے جس پر اغوات بیٹھتے ہیں۔ یہ چبوترہ مقابلتہً زیادہ وسیع ہے۔ یہ دراصل اصحاب صفہ کا چبوترہ تھا۔ احادیث میں تفصیل موجود ہے۔ جالی مبارک کے غرب میں تخمیناً بیس پچیس گز کے فاصلہ پر محراب النبی اور منبر شریف ہے۔ مستند حدیث ہے کہ روضۂ اقدس اور منبر شریف کے درمیان کا علاقہ روضۃ الجنۃ ہے۔ چنانچہ اس علاقہ میں مسجد کے جو ستون ہیں بطور امتیاز و علامت ان کو سنگِ مرمر کا بنایا ہے۔ اور باقی سنگِ سرخ کے ہیں۔ ہجوم کے زمانہ میں حجاج گھنٹوں پہلے جا کر روضۃ الجنۃ میں جگہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اور ہر کوئی وہاں نماز پڑھنے کی آرزو کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر محراب النبی پر نمازیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ وہی مقدس مقام ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معمولاً نماز میں امامت فرماتے تھے۔ حضور کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک دیوار اس طرح بنادی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ دیوار میں محفوظ ہو گئی۔ اور جہاں قدوم مبارک رہتے تھے وہ جگہ مومنین کے واسطے سجدہ گاہ بن گئی۔ بعد کو وہاں محراب تعمیر ہو گئی۔ نماز پڑھتے وقت حضور کے قدموں پر نمازیوں کی پیشانی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود ؛ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

موجودہ محرابِ شریف سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ خوب مطلا نقش و

نگار ہیں۔ پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(۱۲) مسجد کی آرائش کے خیال سے اسی کے نمونہ پر ایک محراب منبر شریف کے دوسری جانب بھی بنا دی ہے۔ منبر شریف بھی سنگ مرمر کا خوب بلند اور شاندار بنا ہے۔ اس پر نقش ونگار اور طلائی کام ہے۔ یہ اسی جگہ قائم ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اس کے ایک پہلو میں وہ درخت کا تنہ بھی دفن ہے اور اس کی علامت محفوظ ہے جس سے خطبہ کے وقت حضور سہارا لیتے تھے۔ اس تنہ کی مفصل کیفیت احادیث میں مذکور ہے۔ روضۃ الجنۃ میں بعض ستون تاریخی مقامات پر نصب ہیں۔ مثلاً استوانۂ سریر جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بورئے پر استراحت فرماتے تھے۔ اُستوانۂ وفود جہاں حضورؐ وفدوں کو شرف باریابی عطا فرماتے تھے استوانۂ حُراس جہاں صحابہ کرام شبکو کاشانۂ مبارک کے قریب حاضر رہتے تھے۔ استوانۂ ابو لبابہ جہاں مشہور صحابی ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ستون سے باندھا تھا حتیٰ کہ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ واقعہ بھی تفصیل سے احادیث میں مذکور ہے۔ اسطوانہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی خاص مقبولِ مقام فرمایا ہے۔ غرض کہ بعض ستون تاریخی مقامات کی یادگار ہیں۔ ایک طرف کو مسجد کے صحن میں شرقی دالانوں کے قریب جہاں مستورات بیٹھتی ہیں چھوٹا سا گُلستانِ فاطمہ ہے۔ اب بھی اس میں چند درخت کھجور کے چند پودے مہندی کے کھڑے ہیں۔ اندر کیاری میں سبزہ جما ہوا ہے۔ چار دیواری بنی ہوئی ہے۔ اسی کے جنوبی کنارے سے لگا ہوا بیر النبیؐ ہے۔ روایت ہے کہ اس کنویں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لُعابِ دہن ڈالا تھا۔ پانی

بہت لذیذ اور لطیف ہے۔ حجاج بڑے شوق سے پیتے ہیں (بعد کو بستانِ فاطمہ صاف کر دیا گیا۔ کنواں پاٹ دیا گیا)

(۹) سرکاری انتظام

روضۂ اقدس کے باہر جالی مبارک کے قریب ستونوں سے لگے ہوئے اردگرد سعودی سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ یوں تو صبح سے شام تک زائرین حاضر ہوتے ہیں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ لیکن نماز کے بعد سب ایک ساتھ حاضر ہوتے ہیں تو خوب اژدہام ہو جاتا ہے۔ انتظام کے واسطے سپاہیوں کی نگرانی ضروری ہوتی ہے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں خدانخواستہ کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ لوگ آواز سے بھی پڑھتے ہیں۔ سرورِ کونینؐ کو مخاطب کرکے پڑھتے ہیں۔ بعض دیوانوں کا اس سے دل نہیں بھرتا۔ بے ساختہ جالی مبارک کو چومتے ہیں۔ آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ سپاہی ہوں ہوں کرتے رہ جاتے ہیں۔ آ آ کر ہٹاتے ہیں۔ خاص کر مستورات بڑی جرأت دکھاتی ہیں۔ اور وہ بھی مصر کی توانا تندرست مستورات جو لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ یوں بھی سعودی سپاہی عورتوں کا بہت لحاظ کرتے ہیں۔ نرمی سے ٹلتے ہیں۔ البتہ اژدہام کے وقت مردوں کی کافی سخت روک تھام کرتے ہیں اور کرنا بجا ہے۔ ورنہ بدنظمی کا اندیشہ ہے۔ ایسا انتظام تو ترکوں کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ روضۂ اقدس کے روبرو ادب بہر صورت واجب ہے۔ دیگر اوقات میں بارہا سعودی سپاہی چشم پوشی کر جاتے تھے۔ سر جھکا کر قرآن شریف پڑھنے لگتے یا ادھر اُدھر منہ کر لیتے۔ دیوانے جھٹ پٹ دل کی ہوس نکال لیتے تھے۔ داد و دہش بھی چلتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہرگز کوئی مطالبہ نہ تھا۔ لیکن خواہ مخواہ انکار بھی نہ تھا۔ محبت کی نذر قبول

تھی۔ غرض کی نذر نامنظور۔ سپاہی نیت کا اندازہ لگاتے اور اکثر صحیح لگاتے تھے۔ عام طور پر حاجی بھی خوش تھے۔ سپاہی بھی راضی تھے۔ کسی کو کسی سے شکایت نہ تھی۔ بحیثیت مجموعی انتظام قابلِ اطمینان تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

(۱۰) حرم نبوی کی تاریخ مسجد نبوی کی بنیاد یہاں کب اور کس طرح پڑی۔ اور بعد کو اس میں بہ تدریج کیوں کر توسیع و تعمیر ہوئی، اس کی مفصل تاریخ محفوظ ہے۔ اور ہجرتِ نبوی سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نبوت کے چودھویں سال اوائل ربیع الاول میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ اس وقت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان پر چھوڑا۔ راستہ میں کچھ روز مدینۂ منورہ کے قریب بمقام قبا قیام رہا۔ ۱۲ ربیع الاول یوم جمعہ مدینۂ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ اہلِ مدینہ کو حضور کی تشریف آوری کی از حد خوشی ہوئی۔ ہر کسی کو تمنا تھی کہ شرفِ مہمانداری حاصل کرے۔ مدینہ کی بہو بیٹیاں حضور سرور عالم کی خوش آمدید کے ترانے گھر گھر گا رہی تھیں۔ عجب خوش آمدید تھی سبحان اللہ۔

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ؛ فَاخْتَفَتْ مِنْهُ الْبُدُوْرُ
مِثْلَ حُسْنِكَ مَا رَأَيْنَا ؛ قَطُّ يَا وَجْهَ السُّرُوْرِ

لیکن یہ مہمانداری کا شرف حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھا تھا اور انھیں کو حاصل ہوا۔ وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں داخل ہو کر جب کہ ہر کوئی ناقہ کو اپنے مکان پر روکنا چاہتا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ خود بخود جس کے مکان پر رکے گا وہیں ہمارا قیام ہوگا۔ چنانچہ دو یتیم بچوں کی ایک زمین پڑی تھی حضور کی اونٹنی چلتے چلتے یہاں پہنچ کر خود رک گئی۔ گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ سوچا اور بیٹھ گئی۔ حضور نے فرمایا۔ ھٰذَا الْمَنْزِلُ اِنْشَاءَ اللہ۔

چنانچہ مدینہ منورہ میں ناقہ سے اتر کر حضور نے سب سے پہلے اسی زمین پر قدم مبارک رکھا۔ اور یہ دعا پڑھی۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲/۱۸) (اے میرے رب اتار مجھ کو اتارنا مبارک اور تو بہتر اتارنے والا ہے) سب سے قریب حضرت ابوایوب انصاری رض کا مکان تھا۔ یہیں قیام فرمایا۔ چند ہی روز میں وہ افتادہ زمین بچوں کے اولیاء سے خرید لی گئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کر دی۔ اس پر بہت جلد مسجد اور حجرات مبارک تیار ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لا کر قیام فرما ہوئے۔ نمازیوں کی تعداد بڑھی تو مسجد میں توسیع کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ملحقہ مکان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار کو خرید کر پیش کر دیا۔ اور بعد فتح خیبر مسجد میں جانب غرب کافی توسیع ہو گئی۔ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے عہد خلافت میں زر کثیر صرف کر کے مسجد کو وسعت اور عمارت میں مزید ترقی دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان خود ہی ہدیتاً دے دیا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مکان معقول قیمت دے کر خرید لیا گیا۔ یہ دونوں مکان بھی اسی زمانہ میں شریک حرم ہو گئے۔ اس کے بعد توسیع اور تعمیر کا سلسلہ وقتاً فوقتاً چلتا رہا۔ حتیٰ کہ ترکوں

کے عہد میں مسجد نبوی کی موجودہ شان نمودار ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرۂ مبارک تو محفوظ رہا کہ اسی میں مزار شریف ہے۔ حضرت سیدہ کے حجرۂ مبارک کا علاقہ بھی اسی سے متصل محفوظ و محصور رہا۔ امہات المومنین کے باقی حجراتِ مبارک خلافت کے بعد ہی حرم شریف کی توسیع و تعمیر میں آگئے۔ وہ سب بھی مشرقی سمت میں واقع ہے۔ موجودہ حرم شریف کے قرب و جوار میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم کے مکانات ہیں۔ حرم شریف سے متصل جنوبی سمت میں دارالشوریٰ ہے جہاں اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ خدا جانے کس لئے اس کی چھت اتار دی گئی۔ دو سال سے شکستہ اور ویران پڑا ہے۔ بعض لوگ دارالشوریٰ کی روایت بے بنیاد سمجھتے ہیں۔ اسی کے قریب ایک بڑا کتب خانہ ہے جو ترکوں نے قائم کیا تھا۔ شاندار عمارت ہے۔ کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع ہے۔ حرم شریف سے تھوڑی دور وہ مکان موجود ہے جہاں مدینۂ منورہ کے دوران قیام میں سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ تشریف فرما رہے۔ ترکوں کے زمانہ میں خوب درست اور آراستہ تھا۔ قادری لوگ حاضر رہتے تھے۔ چلہ کرتے تھے۔ اب سرکاری حکم سے بند پڑا ہے۔ لیکن بفضلہ محفوظ ہے۔

(۱۱) جنت البقیع شہر کے باہر حرم شریف سے کچھ فاصلہ پر جانب شرق جنت البقیع ہے۔ ۸ - ۱۰ منٹ کا پیدل راستہ ہے۔ کبھی کیسی سرسبز اور پرفضا جگہ تھی۔ کیسی رونق رہتی تھی۔ آج اس کی ویرانی دیکھ کر دل پھٹتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیسے کیسے خوشنما گنبد مسمار

کر دئیے گئے۔ اِدھر اُدھر ملبے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اس میں ایسے پتھر بھی جا وبے جا پڑے ہوئے ہیں جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ عام تبور کا تو ذکر کیا ہے سعودیوں کی دست درازی سے پہلے سال خاص مزارات ہیں بھی لحد کے تختے تک نظر آتے تھے۔ بارے خدا کا شکر ہے بعد کو کچھ ہوش آیا۔ دل پسیجا کہ دوسرے سال خاص خاص مزارات پر مٹی پتھر کے چبوترے بنا دیئے اور بے حرمتی کے ناقابل برداشت آثار کسی حد تک چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ شرک و توحید ٹھیک ٹھیک سمجھ میں آجائے اور تعظیم و تکریم کی توفیق بھی نصیب ہو۔ یوں تو ایک دو سپاہی موجود رہتے تھے لیکن فاتحہ میں کوئی مزاحمت نہ تھی۔ لوگ موقع پاکر آنکھ بچا کر بوسہ بھی دے لیتے تھے۔ بطور تبرک مزارات کی خاک بھی منہ پر مل لیتے تھے۔ اور بعض زائرین خاص کر شیعہ صاحبان لڑجھگڑ کر حضرت سیدہ اور آئمہ کرام کے مزارات پر اس سے بھی زیادہ کر گزرتے تھے۔ یوں ہی گرم سرد کام چلتا تھا۔ ایسی ہی بے جا افراط سے سعودیوں کو واقعی شکایت کا موقع ملتا تھا اور بے ساختہ شرک شرک پکارتے تھے۔

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور چار آئمہ کرام یعنی حضرت امام حسن۔ امام زین العابدین۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات ایک جگہ جنوبی حصہ میں راحت فرما ہیں۔ یوں تو ماشاء اللہ کل آئمہ کرام گلشن نبویؐ کے پھول ہیں لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام کی نسبت کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ سراسر نانا کی نسبت پائی ہے عجیب بے رنگی ہے۔ نسبت الی الحق کو بڑے صاحبزادے نے اٹھایا اور نسبت الی الخلق کو چھوٹے صاحبزادے نے سنبھالا۔ اگرچہ ان نسبتوں میں انفکاک نہیں، تاہم دونوں نواسوں میں ایک ایک نسبت

خصوصیت سے نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ آخر کو نبیؐ کے نواسے ہیں علیؓ کے بیٹے ہیں جگر گوشۂ بتولؓ ہیں۔ علیٰ ہذا امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائیں صحیفۂ سجادیہ میں پڑھیئے تو نفس پاش پاش ہو جاتا ہے۔ عجب شکستگی ہے، عجب عبدیت ہے ع این خانہ تمام آفتاب است۔ صحیفۂ سجادیہ کا خوش خط نسخہ مع اردو ترجمہ مطبع یوسفی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ علاوہ بریں قریب ہی تین صاحبزادیوں کے مزارات ہیں۔ ستنا رقیہ۔ ستنا زینب اور ستنا کلثوم رضی اللہ عنہن۔ ان کے اوپر کو جانب شرق بعض ازواج مطہرات کے مزار ہیں۔ وہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہیں۔ یہاں سے حبّ نبوی صلعم کی سیدھی راہ ملتی ہے۔ اور نظر التفات ہو جائے۔ آج بھی تفقہ فی الدین کے عجب فیوض و برکات جاری ہیں۔ سبحان اللہ۔ کچھ آگے بڑھیئے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے۔ بڑی دلکشی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی بالتخصیص یقینی ہے۔ یہ شرف بہت کم مزارات کو حاصل ہے۔ راستہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مزار پڑتا ہے۔ جنت البقیع کے شرقی کنارہ پر امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ راحت فرما ہیں۔ حضرت کا تمول کس قدر اسلام کے کام آیا اور پھر حضرت نے لوگوں کے ہاتھوں کیسا دکھ پایا۔ مگر آج بھی حاضر ہو جئے تو عجب سکون ہے۔ یکسوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسم ودود و حلیم کی خاص تجلی ہے۔ حضرت کے علاوہ چند شہدا اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ جنت البقیع کے ایک گوشہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ آرام فرما ہیں۔

اور جنت البقیع کے باہر لیکن قریب ہی سیّدنا فاطمہ بنت اسد کا مزار ہے۔
یہ دو مزار بھی حبِ نبوی کے چمن معلوم ہوتے ہیں۔ عجب کیفیت ہے۔

(۱۲) دیگر زیارات

مدینہ منورہ سے باہر چند زیارات ہیں۔ مثلاً مسجد قبا، جبلِ اُحد اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار۔ افسوس کہ جبلِ اُحد کے دامن میں جو قدیم شاندار مسجد تھی شہید کر دی گئی۔ اور محض اس بنا پر کہ وہ عام طور پر مسجد امیر حمزہؓ کہلاتی تھی۔ گویا کہ سعودیوں کی دانست میں غیر اللہ سے منسوب تھی ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

(۱۳) اوقات و احوال

سچ پوچھیے تو حرم شریف کے سوا بہت کم کہیں دل لگتا ہے اور حرم میں بھی محرابِ النبیؐ پر نماز پڑھیے۔ روضۃ الجنۃ میں تلاوت کیجیے۔ لیکن مواجہ شریف کی حضوری اور درود خوانی سبحان اللہ کیا بات ہے ع زاہد مقیم چلتنے و من ساکن کوئے کسے۔ اپنے اپنے اوقات ہیں۔ اپنا اپنا ربط ہے۔ اپنا معمول تو بفضلہٖ یہ تھا کہ شب کو ڈھائی بجے کے قریب حرم شریف کے دروازے کھلتے ہیں۔ حاضر رہنے والے حاضر رہتے ہیں۔ عجب فرطِ شوق سے اور بڑے ادب سے لمبے لمبے قدم آہستہ آہستہ دھرتے ہیں۔ گویا دبے پاؤں دوڑتے ہیں۔ روضۃ الجنۃ میں اور خاص کر محرابِ النبی پر نمازیں شروع ہوتی ہیں۔ پھر وظائف اور تلاوت کا سلسلہ چلتا ہے۔ کہیں نماز کے بعد مواجہ شریف میں سلام کے واسطے حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن ہر کسی کو اتنا صبر کہاں۔ سیدھے مواجہ شریف میں حاضر ہونا اور بس درود خوانی ؎
صلوٰۃ و سلام و ارمانوں کا اژدہام۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ⁂ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ع قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے صلی اللہ علیک وسلم ط بالآخر جماعت کھڑی ہونا۔ اقامت شروع ہوتا تو نماز کی خاطر اٹھنا۔ لیکن نماز بھی کچھ عجب طرح کی ؎

کیا پوچھتے ہو زاہد وحالِ نمازِ عاشقاں ⁂ سر ہے کعبہ کی طرف دل کوئے جاناں کی طرف

فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی تاروں کی چھاؤں جنت البقیع دوڑ جانا۔ نور ظہور کا وقت۔ وہاں بھی یکسوئی تنہائی۔ یوں تو بفضلہ سب ہی مزارات پر بلا ناغہ حاضر ہوتا، فاتحہ پڑھتا۔ لیکن اول حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دیر تک حاضر رہتا۔ پھر بھی دل نہ بھرتا۔ اور ایسے آستانہ سے کیوں کر دل بھرے ؎

خوشتر ہر ایک شان سے ہے شانِ فاطمہؓ ⁂ بہتر ہزار جان سے ہے جانِ فاطمہؓ
اُمت نبی کی ہے سبھی قربانِ فاطمہؓ ⁂ سارے جہاں پہ ساری ہیں احسانِ فاطمہ

امتِ مرحومہ کا کون ایسا غمگسار ہے۔ کوئی کیسا ہی نادار ہو۔ بے یار و مددگار ہو یتیم ہو۔ بیسر ہو۔ بیوہ ہو۔ غم زدہ ہو۔ ستم رسیدہ ہو۔ غریب الوطن ہو۔ گرفتارِ محن ہو۔ دل قاش قاش اور جگر پاش پاش ہو۔ فاطمہؓ اور اُس کی آل و اولاد ہر حال میں شریک حال ہے۔ ہمدرد غمگسار ہے۔ اور جنت میں بھی اُمت کی خاطر مدارات بیشتر ان ہی کے ہاتھ اختیار ہے۔

خدایا بحقِ بنی فاطمہ ⁂ کہ بر قولِ ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ⁂ من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ

بہرحال طلوعِ آفتاب کے بعد جنت البقیع میں کہیں حجاج کی آمد شروع ہوتی ہے۔ اسی وقت فاتحہ سے فارغ ہو کر حرم شریف واپس پہنچ جانا اور خدام کے ساتھ جھاڑو بہارو کے کام میں شریک ہو جاتا۔ خاص کر

روضۃ الجنۃ میں فرش جھاڑنا۔ جھاڑو دینا۔ خدام میں نام شامل ہو گیا تھا۔ غیر حاضری پر بازپرس ہوتی تھی۔ کام خوب دل کھول کر کیا جاتا تھا۔ لطف آتا تھا۔ الحمد للہ اس میں بھی ایک آدھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ صبح کو سات آٹھ بجے کے قریب فراغت ہوتی تو مکان آتا، ناشتہ کر کے سو جاتا اور دوپہر کو اٹھتا۔ اور سہ پہر سے عشا تک پھر وہی حرم شریف، مواجہ شریف۔ کبھی کسی زیارت۔ دعوت یا کام کی وجہ سے کہیں جانا ہوتا تو دوسری بات تھی۔

(۱۴) شب حضوری

بعد نماز عشا سب رخصت ہو جاتے ہیں۔ حرم شریف میں کامل تخلیہ رہتا ہے۔ صرف خدام باری باری سے حاضر رہتے ہیں۔ اگر کسی کو شب کی حاضری مطلوب ہو تو بطور خاص باقاعدہ اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے اور عہدہ داران حسب صوابدید اجازت دے سکتے ہیں۔ چنانچہ بفضلہ ہم لوگوں کو بھی اجازت حاصل ہو گئی۔ اور ۶۔ ۷۔ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ یوم یکشنبہ و دوشنبہ کی درمیانی شب حرم شریف ہی میں بسر ہوئی۔ اس شب کا کیا کہنا۔ زہے قسمت زہے نصیب۔ عشاء کی نماز پڑھ کر ہم چاروں اغوات کے چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ اول نمازی رخصت ہوئے۔ پھر خدام رخصت ہوئے۔ شاید کوئی خادم اندر رہ گیا ہو۔ مگر ہم کو نظر نہیں آیا۔ حرم شریف کے دروازے بند ہو گئے۔ روشنی بھی مدھم ہو گئی۔ غرض تخلیہ ہوا تو عجب شان جلالت کے آثار محسوس ہونے لگے۔ بے اختیار دل عظمت سے بیٹھا جاتا تھا۔ ہم چاروں اندر سے اٹھ کر باہر صحن میں آ بیٹھے۔ نوافل ذکر فکر صلوٰۃ وسلام۔ ہر کوئی اپنے اپنے ذوق کے مطابق مشغول ہو گیا۔ خوف تھا شاید نیند آئے۔ مگر کیا ممکن کہ پلک جھپکے۔ البتہ ایک محویت ضرور تھی۔ رات ڈھلی تو دو بجے کے قریب دلوں پر جمال چھا گیا۔ رؤف رحیم کا رنگ

آگیا۔ صاف معلوم ہوا کہ اب حاضر ہونا چاہیئے۔ الحمد للہ اس سے بڑھ کر زندگی میں کونسا وقت آسکتا ہے۔ اٹھے اور لڑکھڑاتے بارگاہِ اقدس کی طرف چلے۔ کسی کے دل میں تخلیہ کی تمنا تھی۔ خدا کی قدرت تینوں رفیق نماز کے واسطے روضۃ الجنتہ میں ٹھہر گئے۔ اور ایک دیوانہ اپنی دھن میں افتاں خیزاں پہنچا اور مواجہ شریف میں آستانہ معلیٰ پر جالی مبارک پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ اکبر، وہ تنہائی، شبِ خموشی بیتی میں صرف دو شمعیں روشن اور بارگاہِ اقدس کی حضوری ؎

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یک زماں ؎ دل شرحِ آں دہد کہ دید و چہا شنید

اتنے میں چاروں رفیق جمع ہو گئے۔ اپنا اپنا ربط اپنا اپنا حال ع ہم ہی ہم ہیں تری محفل میں کوئی اور نہیں۔ گھنٹے منٹوں کی طرح گزر گئے۔ وہی تین بجے حرم شریف کے دروازے کھلے اور تخلیہ برخاست ہوا۔ اپنے حق میں یہ شب لیلۃ القدر معلوم ہوتی تھی۔ الحمد للہ حمداً کثیراً۔ وصل علیٰ رسول اللہ و بارک وسلم

(۱۵) صلوٰۃ وسلام

یوں تو مواجہ شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے خدا جانے کتنی دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ لیکن ایک دعا اول ہی مانگی۔ وہ یہ کہ ایک درود شریف ذہن میں آجائے جس میں حضور انور کی وہ شان مذکور ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلّم ہے اور وہ درود شریف بالکل نئی ہو کسی سے اب تک منقول نہ ہو تاکہ وہی پڑھا کروں اور اس کو حضوری اقدس کا فیض سمجھوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان مجھ جیسے کم علم کے ذہن میں بلا تفکر ایک قرآنی درود شریف معاً آگئی اور ہمیشہ وہی ورد رہی۔ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۱۸/۲) باتباعِ امر اس کو یہاں

ظاہر کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طٰہٰ وَ یٰسٓ طٰسٓمٓ حٰمٓ حٰمٓ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٍ رَّحِیْمٍ ط اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ط وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ o (ترجمہ یا اللہ۔ رحمت وسلام بھیجئے ہمارے سردار محمد پر جو طٰہٰ اور یٰسین ہیں طٰسٓمٓ اور حٰمٓ ہیں جن پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ جو بخشش والے رسول ہیں۔ جملہ جہانوں کیلئے رحمت (عام) ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے بڑے شفیق اور رحمتِ خاص والے ہیں۔ بے شک وہ اخلاقِ حسنہ کے بہت بڑے مقام پر ہیں۔ اور اُن کی جملہ آل اولاد اور اصحاب پر بھی (رحمت وسلام بھیجئے) انصاف کے دن تک اپنی مہربانی سے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) اس کے ورد سے عجیب برکات محسوس ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مومنین کو اس سے فیض پہنچیگا۔ اور خیر جاریہ کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شریک رکھے گا۔

دلائل الخیرات میں درود شریف کا بہترین ذخیرہ جمع ہے قصیدہ بُردہ شریف بھی بہت مقبول ہے عربی مولود شریفوں میں شرف الانام اور اس سے بڑھ کر مولودِ برزنجی مقبول ہے۔ حُبِّ نبوی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ یہ سب کتابیں عاشقانِ رسول کے حق میں آبِ حیات ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ درود شریفوں کا ایک جدید مجموعہ اس خادم نے بھی ترتیب دیا ہے جو مشکوٰۃ الصلوٰت کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اور نہ صرف ہندوستان بلکہ عربی اور اسلامی ممالک میں کافی شہرت و مقبولیت حاصل

کرچکا ہے (مشکوٰۃ الصلوات کا اڈیشن مقتم با محاورہ اُردو ترجمہ کے ساتھ حال میں مولوی عبد الحلیم صاحب لیاسی نے حیدرآباد دکن سے شائع کیا ہے) علیٰ ہذا اُردو نعتوں کا بھی ایک منتخب مجموعہ تحفۂ محمدیؐ کے نام سے شائع ہو کر تمام ملک میں مقبول ہو چکا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی مزید تفصیل کتابوں کے اعلان میں درج ہے۔ یہ دونوں مجموعے اس سفرنامے کے ساتھ حجاج و زائرین کے بہترین رفیق ہیں۔

(۱۶) دُعائیں

ایک وقت یکایک عجب دعا دل سے نکلی۔ وہ یہ کہ اُمّہاتُ المؤمنین اور بقیہ اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین اور صحابۂ کبار، ائمۂ عظام اور اولیائے کرام۔ یہ سب آپ کو عزیز ہیں۔ آپ کے دل میں جگہ رکھتے ہیں۔ آپ کے غلاموں کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ ان سب کی جگہ رکھے کل کو کسی سے شرمندگی نہ ہو۔ غلط فہمی اور فرقہ بندی سے امت میں جو سخت فتنہ پھیلا اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل کو کچھ ایسی وسعت اور تسکین محسوس ہوئی کہ گویا دعا قبول ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

بعض لوگ اپنے اپنے ربط کے موافق دعائیں پڑھتے ہیں۔ لیکن عام طور پر لوگوں کو جو دعائیں بتا دو یاد کر لیتے ہیں۔

راستہ میں دور سے مدینۂ منورہ کی عمارات نظر پڑیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا (یا اللہ میرے لئے اس میں سکون و قرار عطا فرما اور اس میں مجھ کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرما)

مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ

هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّي مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ (یا اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے۔ اس کو میرے لئے دوزخ کی آڑ بنا اور عذاب اور برے حساب سے امان بنا دے) حرم شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔ باب جبرئیل سے داخل ہونا افضل ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْهَا وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَزَقْتَ اَوْلِيَاءَكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (یا اللہ۔ رحمت و برکت و سلام بھیجئے ہمارے آقا محمدؐ پر اور ان کی آل اولاد و اصحاب پر۔ یا اللہ اپنی رحمت و فضل کے دروازے مجھ پر کھولئے اور اس میں مجھ کو داخل فرمائے۔ اور مجھے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائے جس طرح آپ نے اپنے اولیاء کو عطا فرمائی۔ اور مجھ کو بخشدیجئے اور مجھ پر رحم فرمائے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے)

روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۲۲) اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ

قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ۔ فَصَلٰوۃُ اللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ فِیْ سَمٰوٰتِہٖ وَاَرْضِہٖ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (محمد) پر۔ لے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں بھی۔ یارسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیام رسالت پہنچا دیا اور امانت کو ادا کیا اور اُمت کی خیرخواہی فرمائی اور دُکھ درد کو دور فرمایا اور اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا جو جہاد کا حق ہے پس یارسول اللہ آپ پر درود ہو اللہ کا، فرشتوں کا اور آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوق کا)

اس کے بعد جو دعا چاہے دعا مانگے اور کہے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی (یارسول اللہ۔ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کا وسیلہ پکڑتا ہوں)۔

رُوْضَۃُ الْجَنَّۃِ میں منبر اور محراب النبی پر چاہے تو یہ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ۔ قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۳۹: ۵۳)

(یا اللہ۔ آپ نے فرمایا اور آپ کا قول حق ہے۔ کہہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ بخش دیتا ہے جملہ گناہوں کو کہ وہی ہے بہت بخشنے والا بے انتہا رحم والا) اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡمَغۡفِرَۃَ بِحُرۡمَۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (یا اللہ! میں آپ سے معافی اور بخشش کی درخواست کرتا ہوں صدقہ میں آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں)

تمام زیارات پر معلم ساتھ رہتے ہیں۔ ہر مقام کے مناسب فاتحہ پڑھاتے ہیں۔ دعا کرا تے ہیں۔ باقی اوقات میں حسب دلخواہ فاتحہ پڑھیئے۔ دعا مانگئے۔ اللہ قبول فرمائے۔

(۱۷) مدینہ کی بستی

مدینہ منورہ ایک مذہبی بستی ہے۔ زیادہ تر سادات و انصار یہاں آباد ہیں۔ خُلق و مُروّت یہاں عام ہے۔ اُنس و محبت یہاں کے خمیر میں داخل ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضور رحمۃ للعالمین کی آرام گاہ ہے۔ یوں تو مسافر نوازی عرب کا عام دستور ہے۔ لیکن اہلِ مدینہ اس کو جس خوشی اور خوبی سے انجام دیتے ہیں انھیں کا حق ہے۔ مدینہ والوں کی محبت اور مہمان نوازی پر تو قرآن شاہد ہے! وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالۡاِیۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ یُحِبُّوۡنَ مَنۡ ہَاجَرَ اِلَیۡہِمۡ وَلَا یَجِدُوۡنَ فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ حَاجَۃً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ (۴/۲۸) (اور اس مال میں ان (انصار) کا بھی حق ہے جو مہاجرین کے

آنے سے پہلے مدینہ میں رہتے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں اُن سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس کے متعلق اپنے دل میں کوئی طلب (رشک) نہیں پاتے۔ اور مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو کتنی ہی تنگی کیوں نہ ہو) قدیم باشندوں میں ماشاء اللہ اب بھی یہی خو بو ملتی ہے! دل تو عقائد، استطاعت صحت اور مہلت غرض کہ گوناگوں شرائط کی وجہ سے نسبتاً بہت کم حجاج کو مدینۂ منورہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے بالعموم مدینۂ منورہ کی حاضری بہت مختصر ہوتی ہے۔ تین چار روز زیادہ ہوئی تو ہفتہ عشرہ۔ تبرک کے خیال سے بعض حجاج (یہاں) کچھ خرید لیں تو اُن کی سعادت ہے۔ پھر بھی مدینۂ منورہ کے بازاروں میں خاصی چہل پہل رہتی ہے۔

(۱۸) مدینہ کا تحفہ

مدینہ منورہ کا ایک تحفہ البتہ ایسا ہے جو تمام عرب میں کہیں میسر نہیں آسکتا۔ اور جس کی خوب گرم بازاری رہتی ہے۔ وہ تحفہ مدینۂ منورہ کی کھجوریں ہیں۔ دکانیں کی دکانیں بھری رہتی ہیں۔ ہر قسم اپنے ذائقہ میں لاجواب۔ تاہم یہ کوئی اِسمی خود ستائی نہیں بلکہ حدیث شریف ہے کہ برنی کھجور بہت بہتر ہے۔ سب برنی کھجور کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ قدر کرتے ہیں۔ کھجور کے علاوہ مدینۂ منورہ کا پانی بھی عجیب نعمت ہے۔ سرد، شیریں، سُبک، ہاضم ایسا لطیف کہ پینے سے دل کو راحت ہو۔ سبحان اللہ۔

مدینہ منورہ میں بیوہ یتیمی اور دل فگار عُشاق کا ہجوم رہتا ہے۔ رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ جس کی شان ہے وہ ان کا ہمدم اور نگہبان ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن پر مہربان ہے۔

اس تقرب وحضوری اور اس صبر و رضا کے کیا کچھ مراتب نہ ملیں گے۔ البتہ آج جو چاہے ان کی خدمت کرکے عقبیٰ کی نعمتوں سے جنت میں گھر بھر لے۔

(۱۹) معلم مدینہ حیدرآبادی حجاج کے معلم سید ابوسعود اور سید عبید اللہ برادران ہیں۔ سرکاری طور پر مقرر ہیں۔ بہت شریف اور خلیق ہیں۔ زیارات کراتے ہیں۔ مکانات کرایہ پر دلاتے ہیں۔ حجاج بطور خود اور براہ راست انتظام نہیں کرسکتے۔ سفر کا اجازت نامہ بھی معلم ہی کی معرفت سرکار سے حاصل کیا جاتا ہے۔ غرض کہ معلم کا توسط اختیاری نہیں بلکہ لازمی ہے۔ مدینۂ منورہ کے معلم بالعموم بہت نرم ہیں۔ کچھ تقاضہ اور حجت نہیں کرتے۔ لیکن حجاج پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ سلوک کریں۔ آخر وہ کس دربار کے خادم ہیں۔ کس کے نام لیوا ہیں۔ مجنوں کو سگ کوئے لیلیٰ عزیز تھا تو حجاج بارگاہ نبوی کے خدام کو کیوں نہ چاہیں گے۔ کیوں نہ مانیں گے۔

(۲۰) رخصت دو ہفتہ تو خوب عیش و راحت میں بسر ہوئے۔ دل گواہی دیتا تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اس کے بعد رخصت کا خیال آنے لگا۔ دل ستانے لگا۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بے اختیار آنسو ٹپک جاتے۔ ارادہ ہوتا تھا۔ ملتوی ہوتا تھا۔ اسی میں ہفتہ عشرہ اور گزر گیا۔ آخر وقت آ ہی گیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو روانگی تخته ہوئی۔ اور احرام باندھ کر ہم بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ کیا تو دل کی وہ کیفیت کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا۔ کیا خدا کی شان

رخصت کے وقت خوشی سے بھر گیا، بے اختیار بھر گیا۔ حالانکہ حجاج کے واسطے بالعموم یہی خاص وقت رقت کا ہوتا ہے۔ معلم ہم کو الوداع یا رسول اللہ پڑھواتے تھے اور ہماری زبان سے الوداع یا رسول اللہ نکلتا تھا۔ رخصت اور جدائی کا احساس دل سے بالکل غائب تھا تکلف سے بھی نہیں آتا تھا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کیا جا رہے ہیں۔ گویا محمد رسول اللہ کے وسیلے سے لا الٰہ الا اللہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور پھر بھی محمد رسول اللہ کا ساتھ ہے کہ حقیقت دونوں کی جامع ہے۔ اب تک یہ دعا تھی ع خدایا از تو خواہم مصطفیٰ را۔ اب یہ ورد شروع ہوا ع محمد از تو می خواہم خدا را۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

(۲۱) اونٹوں کا سفر

اس زمانہ میں موٹروں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ بفضلہ اپنے پاس گنجائش بھی تھی لیکن ایسا معلوم ہوا کہ اونٹوں پر سفر کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے سفر بہت پر لطف رہا۔ خدا کا بڑا فضل تھا۔ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ (جی حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں) پکارنے سے بڑے برکات حاصل ہوئے۔ بلکہ کو کسی قدر اطمینان اور تفصیل سے دیکھا۔ موٹر میں یہ بات کہاں نصیب ہوتی۔ یوں تو موٹر کی راحت بڑی نعمت ہے۔ الحمد للہ۔ لیکن احتمال یہ ہے کہ سہولت کی بدولت حج و زیارت خدانخواستہ سیر و تفریح کا مشغلہ نہ بن جائے۔ حالانکہ فی نفسہٖ وہ اخلاص و استقامت کا بڑا معرکہ ہے۔ حج کے تمام احکام و مسائل اس پر دال ہیں۔

(۲۲) مکہ معظمہ

بہرحال خدا کے فضل سے بخیر و عافیت نویں روز مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہاں اعلیٰ حضرت حضور نظام آصفجاہ خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی رعایا کے واسطے تین رباط وقف ہیں۔ ایک باب ابراہیم کے قریب ہے (دلاور النساء بیگم کی رباط) دوسری رباط باب الزیاد کی طرف ہے۔ (افضل الدولہ کی رباط) یہ بھی بہت وسیع عمارت ہے۔ سہ منزلہ ہے (تیسری حسین بی کی رباط) ان میں حیدرآباد کے حاجیوں کو بفضلہ خوب آرام ملتا ہے۔ رباطوں کے علاوہ صدہا مکانات کرایہ پر ملتے ہیں۔ معلم مکانات کا انتظام کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے کہیں بڑا شہر ہے۔ خوب خوش حال آباد ہے۔ اول تو یہاں ہر سال لاکھوں حجاج کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور پھر اجتماع کا سلسلہ کم و بیش چھ ماہ تک قائم رہتا ہے۔ تجارت کو خوب فروغ ہوتا ہے۔ بازاروں میں قابل دید چہل پہل رہتی ہے۔ ہر قسم کے سامان کی افراط نظر آتی ہے۔ لوگ یہاں بھی خلیق ہیں لیکن وہ مدینہ والوں کی بات نہیں۔ نہ وہ نرمی نہ وہ بے ساختہ محبت۔ اِلاَّ مَا شَاءَ اللہُ۔ تاہم یہاں حجاج کے ساتھ عام برتاؤ مروت آمیز ہے۔

(۲۳) معلم مکہ

مدینہ منورہ میں تو ملک ملک کے مزور مقرر ہیں۔ لیکن مکہ معظمہ میں معلم ملک وار نہیں ہیں۔ اپنا اپنا انتخاب ہے۔ اختیار ہے لیکن کوئی نہ کوئی معلم مقرر کرنا ضرور ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اول تو یوں بھی ان سے سب کاموں میں بہت مدد ملتی ہے۔ دوسرے ان کے واسطے بغیر نہ سفر کر سکتے ہیں [illegible] سکتے ہیں۔ سفر کے انتظامات میں حاجیوں

کو براہ راست کوئی دخل نہیں ہے۔ سب کچھ معلّموں کی معرفت انتظام ہوتا ہے۔ بہرصورت کسی نہ کسی معلم کو انتخاب کرنا لازم ہے۔ سرکار میں اس کا اندراج ہوتا ہے۔ ہر معلم اپنے اپنے حاجیوں کی حفاظت اور عافیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ حج میں ساتھ رہتا ہے۔ ان کی فیس سرکار کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔

(۲۴) مدارس مکۂ معظمہ میں یوں تو متمدن زندگی کے متعدد شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً صفائی۔ روشنی۔ دواخانے لیکن تعلیم کا انتظام سب سے مقدم ہے۔ معلوم ہوا حکومت حجاز نظام تعلیم مرتب کر رہی ہے۔ علومِ دنیوی میں تو مضائقہ نہیں لیکن مذہبی تعلیم کا کیا رنگ رہتا ہے، یہ مسئلہ نازک اور اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ انجام نیک کرے۔

(۲۵) کسی کی یاد المختصر۔ الحمدللہ۔ مدینۂ منورہ سے رخصت ہو کر مکۂ معظمہ حاضر ہوئے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کہ اس سفر کا مقصدِ اعظم حج ہی تھا اور حج ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگلی فصل میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ تاہم بفضلہٖ "کسی" کی یاد دل میں ہر دم تازہ ہے۔ پیام و سلام کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ کا احسان ہے ؎

اِنْ نِلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ
مَنْ وَّجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْکَرَمْ

جیسا کہ ایک دادا پیر حضرت سید شاہ کمال الدین علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے۔ بفضلہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔

ہستیم گرچہ دور بکسالی ز آب و گل
پیوستہ جان و دل بحضور محمدؐ ست

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ عَلٰی قَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ۔

(۲۶) انعام و اکرام

یوں تو ماشاء اللہ اول سے آخر تک احسان ہی احسان رہا۔ لیکن حج سے فارغ ہو کر جدہ پہنچے تو ایک شب بشارت ہوئی کہ کوئی بزرگ تحائف لے کر مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہیں اور اس خادم سے فرماتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے واسطے یہ تبرکات بھیجے ہیں۔ یوں تو متعدد تبرکات تھے لیکن ان میں سے ایک تلوار جا نماز اور ایک نقرئی انگشتری۔ یہ تین تبرک بخوبی یاد ہیں۔ تلوار اور جا نماز تو استعمالی معلوم ہوتی تھیں البتہ انگشتری نئی تھی۔ بیضوی شکل کے حلقہ میں نگ کی جگہ باریک تار کا جال سا تھا جس میں کچھ الفاظ بنے ہوئے تھے اور چند بزرگ بھی موجود تھے جو اس سرفرازی پر مبارک باد دے رہے تھے اور اس خادم کا خوشی سے جو عالم تھا وہ کیا بیان میں آسکتا ہے۔

کچھ مدت بعد پھر دوسری بشارت یہ کہ ایک انگشتری بارگاہِ رسالت سے مرحمت ہوئی۔ ایک مختصر مجمع میں کوئی قاصد لے کر پہنچا۔ لیکن یہ انگشتری پرانی تھی خوب استعمال شدہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ایک تحریر بھی تھی۔ جو پرانے مگر سالم کاغذ پر پھیکی روشنائی سے قدیم عربی

شکستہ خط میں لکھی ہوئی تھی۔ یہ سرفرازی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت ہوئی۔ لیکن اس موقع پر دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی یاد پڑتے ہیں۔ یہ بھی بخوبی یاد ہے کہ انگشتری لے کر اول حضرت فاروقِ اعظم اور حاضرین رضی اللہ عنہم نے اس کو اپنی اپنی آنکھوں اور پیشانی سے لگایا۔ اور سب سے آخر میں عطا کرتے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہی ہاتھوں اس خادم کی آنکھوں اور پیشانی سے بھی وہ انگشتری لگائی۔ مجمع کے احوال سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی بڑی سرفرازی ہوئی ہے۔ انگشتری کے ساتھ جو تحریر عطا ہوئی۔ اس پر بھی اسی انگشتری کی مہر لگی ہوئی تھی۔ مگر تحریر کا مضمون معلوم نہیں۔
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

...بَرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ (پ - ا...

...تعمیر ہوا۔ برکت والا گھر اور سارے جہان کے لئے مرکزِ ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں

...یہاں داخل ہوتا ہے۔ اس کو امن مل جاتا ہے
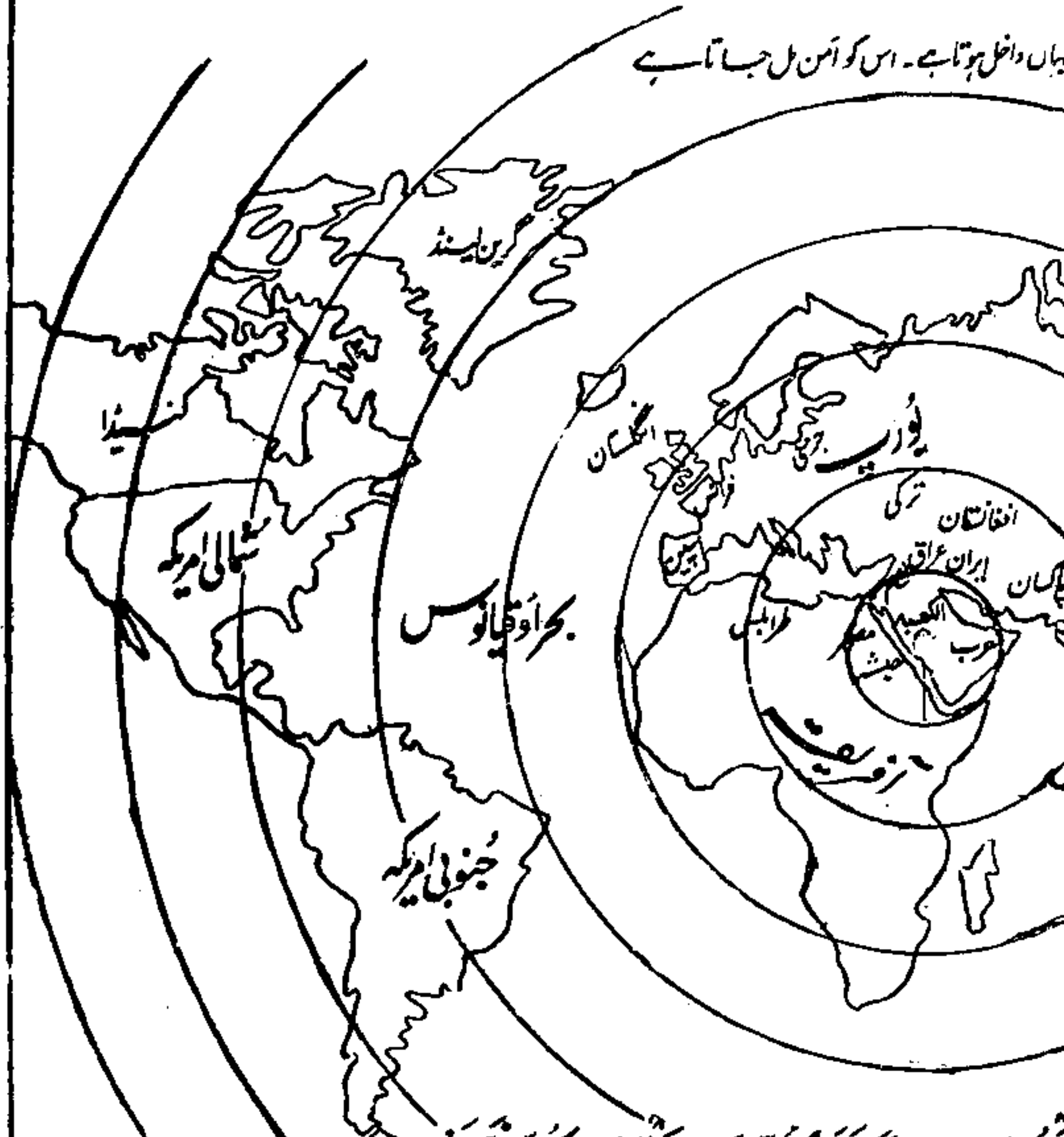
گرین لینڈ

کنیڈا

شمالی امریکہ

بحر اوقیانوس

یورپ

جرمنی

انگلستان

فرانس

اسپین

ترکی

افغانستان

ایران

عراق

طرابلس

عرب

الکعبہ

مصر

حبش

افریقہ

جنوبی امریکہ

...يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ (پ - ١٧ - ع ٤)

...آئیں (خواہ) پیدل آئیں یا مرد در دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں۔

مرتبہ

امۃ الغفور صادقہ

متعلم ایم اے (جغرافیہ)

حیدرآباد دکن

180 150 120 90 60 30 0 15
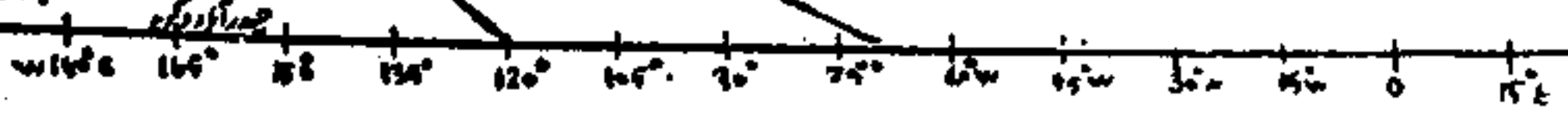
فصل ششم

حج بیت اللہ

(۱) باری تعالیٰ جلّ شانہٗ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ کی بھی کیا شان ہے۔ اَحَدٌ (یکتا) سُبُّوحٌ (بہت پاک) قُدُّوسٌ (بے انتہا پاک) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۳/۲۵) (اُس کے مثل کی طرح بھی کوئی چیز نہیں) سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (۵/۱) (یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے پاک اور بہت زیادہ بلند و برتر ہے۔)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ؛ وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (۱۹/۷) (نہیں پاتیں اُس کو نظریں) درست لَنْ تَرَانِیْ (۷/۹) (تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا) بجا۔ برا ئیہم اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱/۱۸) (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) اور عجیب انداز نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (۱۱/۱۸) (روشنی پر روشنی) کیا فضل، یَهْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (۱۱/۱۸) (اللہ اپنے نور کی طرف راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے)۔ سمجھ میں نہ آئے تو حجت کیوں کریں ؟ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ

عَلِیْمٌ (۱۱/۱۸) (اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے) پھر کیسی شانِ ظہور ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۱۴/۱) (پس جدھر کو منہ کرو پس وہیں ہے چہرہ اللہ تعالیٰ کا) مگر کیونکر دیکھیں، اُس کا فضل درکار ہے۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (۱/۲۵) (اب ہم اُن کو اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں اور خود اُن کی ذات میں بھی دکھا دینگے یہاں تک کہ ان پر کھل جائیگا کہ تحقیق یہ ہے حق)۔ کا کچھ بات چیت بھی ہو سکتی۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (۶/۲۵) (کسی آدمی میں طاقت نہیں کہ اُس سے اللہ بات کرے مگر اشارے (الہام) یا پردے کے پیچھے سے)۔ بہت قرب معلوم ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (۱۶/۲۶) (اور ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اس کے دل میں آتی ہیں اور ہم اس سے نزدیک ہیں رگ جان سے زیادہ)۔ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا (۲/۲۸) (نہیں ہوتا مشورہ تین آدمیوں میں مگر وہ (اللہ) ان میں کا چوتھا ہے، اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہے، اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ رہیں) غرض کہ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ (۱۸/۲۸) (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہوں)۔ خود بخود دل میں محبت کا ولولہ اُٹھتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۱۲/۳)

(اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو محبوب بنائے گا۔) سُبْحَانَ اللہ! حُبّ کا بھی خوب راز کھلا۔ اتباعِ نبویؐ کا کیا ثمرہ ہے۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اللہ تم کو محبوب بنائے گا) جس کی اتباع کا یہ ثمرہ ہو، وہ خود اللہ تعالیٰ کا کس درجہ محبوب ہوگا۔ انصاف شرط ہے۔ ہر ہر ادا پیاری ہے، اور اس قدر پیاری ہے کہ کوئی اُس کی نقل اُتارتا ہے تو اس پر بھی پیار آتا ہے۔ علم و عمل کے مراتب تو وہم و گمان سے بالا ہیں۔ محبت کی یہ نوبت کہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (اے چادر اوڑھنے والے۔ اے کپڑا اوڑھنے والے)

زِ فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم　٭　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

کون نہیں جانتا۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (۱۱/۲۸) (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) لیکن محبت کا کیا کرشمہ ہے۔ محبوب کا بھی عالم میں کیا شور ہے، چرچا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (۱۹/۳) (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا (نیک) ذکر بلند کیا) صاف صاف کیوں نہ کہئے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۴/۲۲) (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (محمدؐ) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو) اتباع کے تو بے شمار مدارج ہیں۔ صدیقین و شہداء و صالحین۔ لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ کو بھی شرفِ غلامی نصیب ہو جائے تو صاف بشارت ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ ط

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۳/۲۴)
(اے محمدؐ) کہو۔ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بے شک اللہ جملہ گناہوں کو بخشتا ہے بے شک وہی ہے بڑا بخشنے والا بے انتہا رحم والا) مگر بنی کو دیکھئے تو یہی ورد ہے، یہی تعلیم ہے۔ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ (میں اپنے رب سے ہر گناہ کی بخشش چاہتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں)

غرض کہ قرآن میں توحید و رسالت دونوں کی تعلیم ہے۔ ہر مرتبہ کے جُدا جُدا احکام ہیں۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (۳/۱۶) (کہو میں تم ہی جیسا بشر ہوں (البتہ) میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ج إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ط أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ (۱/۱۱) (اے محمدؐ کہو نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف پیروی کرتا ہوں اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے کہو کہ اندھا اور آنکھوں والا کہیں برابر ہوتا ہے، سو کیا تم غور نہیں کرتے)۔
قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (۱۳/۹)
(کہو کہ میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی نقصان کا مگر جو چاہے اللہ۔ البتہ) قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۶/۲۳) (کہو، مجھے حکم ملا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اسی کے واسطے عبادت کو خالص رکھوں، اور حکم ہوا ہے کہ میں ہی پہلے مسلمان ہوں) سبحان اللہ۔ عبدیت کا کیا علم ہے۔ کیا عمل ہے۔ کیا نفی ہے۔ کیا اثبات ہے۔ کیسی نازک بات ہے۔ اس عبدیت کے جو ثمرات ہیں وہ حد و حساب سے باہر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ امانت سپرد ہوتی ہے۔ خلافت ملتی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۵/۵) (جو رسول کا کہا مانے بے شک اس نے اللہ کا کہا مانا) اور رسول کی ہر دم یہی تعلیم ہے۔ یہی تاکید ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اللہ اُن پر رحمت کرے، برکت دے اور سلامتی بھی)

کلمۂ طیب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں) اسلام کا رُکن اوّلین ہے اور اسی کے علم و عمل سے صدیقین، و شہداء و صالحین کے مراتب قرار پاتے ہیں۔ مختصر طور پر کچھ دل کے اسرار بے اختیار بیان میں آ گئے۔ حالانکہ اس کے اسرار کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو بیان خود قاصر ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (۲/۸) (اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت چاہتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اسی سے بات دل میں اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے صدقہ میں سب مومنین کو اس میں حصہ نصیب کرے (آمین)

(۲) خلیل اللہ

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انبیا میں ایک خاص رتبہ ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (۱۵/۵) (اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا خالص دوست بنایا)۔ اور کیوں نہ ہو، خود کو آگ میں پھینکا گیا تو فکر نہیں۔ دعا تک نہیں۔ حتیٰ کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اُس نے خود آگ بجھائی۔ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (۶/۱۷) (ہم نے کہا۔ اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیمؑ کے حق میں) خواب میں ایما پایا تو اللہ واسطے چاند سے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی۔ عذر نہیں۔ تاویل نہیں اخلاص اور استقامت کی حد ہو گئی۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (۱۵/۱) (اور جس وقت ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو وہ اُن کو پورے طور پر بجا لائے۔ اللہ نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام (مقتدا) بناؤں گا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر زیادہ ہو چکی تھی۔ اور اُس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی۔ بالآخر دعا کی۔ قبول ہو گئی۔ اول حضرت اسمٰعیلؑ بعدہٗ حضرت اسحٰقؑ تولد ہوئے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (۱۸/۱۳) (شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے بڑی عمر میں اسمٰعیل و اسحٰق عطا کئے، بے شک میرا رب دعا کو سنتا ہے) دونوں صاحبزادوں کی والدہ جدا جدا

تھیں۔ اول بی بی ہاجرہؓ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تولد ہوئے تو حضرت بی بی سارہؓ کو رشک بلکہ قلق ہوا۔ اور اُن کا رسوخ بھی زیادہ تھا گھر میں ناچاقی پیدا ہوئی تو بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہؓ کو اس جگہ پہنچا گئے جہاں بعد کو بیتُ اللہ بنا۔ اور اس کے ارد گرد شہر مکہ آباد ہُوا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔ رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ (۱۵/۱۳) (اے ہمارے رب۔ میں نے بسائی ہے اپنی بعض اولادیں میدان میں جہاں کھیتی نہیں، آپ کے حرمت والے گھر (کعبہ) کے قریب، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں پس آپ بعضے لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دیجئے اور روزی دیجئے اُن کو میووں سے شاید یہ شکر کریں) چنانچہ جب ساتھ کا پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر جن کی عمر صرف دو تین سال تھی تشنگی غالب ہوئی تو رو رو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگے ان کی والدہ حضرت ہاجرہؓ بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں قریب کی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ پر اِدھر سے اُدھر، اور اُدھر سے اِدھر گھرائی پھرتی تھیں۔ آتے جاتے راستے میں دوڑتی تھیں۔ اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اور حکم ہوا۔ اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۳/۲) (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں

میں سے ہیں) چنانچہ آج تک حاجی صفا و مروہ پر اسی طرح سات مرتبہ آتے جاتے ہیں۔ راستہ میں دوڑ لگاتے ہیں۔ اس کو سعی کہتے ہیں۔ حضرت بی بی ہاجرہؓ کو پہلے سے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ ٹھہرتے وقت فرمایا تھا۔ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّضِیْعَنَا (بے شک ہم کو وہ (اللہ) ضائع نہیں کریگا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے حضرت اسمٰعیلؑ کے قریب اُسی آن ایک چشمہ جاری کر دیا حضرت بی بی ہاجرہؓ نے مایوسی میں آکر دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں۔ اور صاحبزادہ کو فرمایا۔ زَمْ زَمْ۔ ٹھہر ٹھہر۔ چشمہ کے ارد گرد مٹی کی روک بنادی۔ پانی بقدر ضرورت محفوظ ہوگیا۔ الحمد للہ تکلیف رفع ہوئی۔ یہی چشمہ بعد کو کنواں بن گیا۔ اور اب تک بیر زمزم کے نام سے حرم شریف میں مطاف کے کنارے موجود ہے۔ ہر سال لاکھوں حاجی آب زمزم پیتے ہیں۔ تبرکاً ساتھ لے جاتے ہیں۔ ہر سال مکہ میں اس کا پانی خرچ ہوتا ہے لیکن کبھی پانی میں کمی نہیں آتی۔ برسوں رکھنے پر بھی یہ پانی کبھی خراب نہیں ہوتا۔ جالا نہیں پڑتا۔ دودھ کا سا خاص ذائقہ ہے۔ مقوّی ہے اور ہر طرح مفید صحت ہے۔

جب حضرت اسمٰعیلؑ ماشاء اللہ بڑے ہوئے، پروان چڑھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے صاحبزادے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب بھی چونکہ ایک قسم کی وحی ہوتا ہے اس لئے مرضیٔ الٰہی کی تکمیل پر آمادہ ہوگئے۔ دل میں شیطان نے طرح طرح کے وسوسے ڈالنے چاہے۔ حضرت بی بی ہاجرہؓ کو ورغلایا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ڈرایا۔ لیکن سب ثابت

قدم رہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ اللہ کی راہ میں ذبح کی غرض سے حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر آبادی سے باہر چلے تو راستہ میں قریب قریب تین جگہ شیطان نظر آیا۔ حضرت نے ہر جگہ اس پر کنکریاں ماریں۔ چنانچہ آج اُن تینوں مقام پر کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کو رمی جمار کہتے ہیں۔ بالآخر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (پ ۲۳) (اے میرے پیارے بیٹے۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تو بھی سوچ لے کہ تیری کیا رائے ہے) حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب میں فرمایا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (پ ۲۳) (ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے کر ڈالئے۔ اگر اللہ نے چاہا آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پائیں گے) چنانچہ جب باپ بیٹے دونو رضا کے مقام پر پہنچ گئے چھری گلے پر رکھ دی۔ اور قریب تھا کہ ہاتھ چلے۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (پ ۲۳) (غرض جب دونو نے حکم الٰہی کو تسلیم کر لیا اور پچھاڑا اُس کو (باپ نے) ماتھے کے بل) اللہ جل شانہٗ کی رحمت جوش میں آئی تو حضرت اسمٰعیلؑ کے بدلے ایک دنبہ کی قربانی قبول کرلی گئی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بہت مقبولیت بڑھی۔ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (پ ۲۳) (ہم نے اُس کو پکارا۔ اے ابراہیم۔ تو نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہے) سبحان اللہ کیا ایمان ہے۔ کیا آزمائش ہے۔ کیا استقامت ہے۔ کیا اجر ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

بھی بچ گئے اور قربانی بھی قبول ہوگئی۔ چنانچہ اس رحمت کی خوشی میں اور اسی قربانی کی اتباع میں آج تک حاجی منا میں قربانیاں کرتے ہیں۔

(۴) بیتُ اللہ | بیتُ اللہ شریف کی تاریخ و تبریک قرآن کریم، احادیث شریف اور مذہبی تواریخ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ بیتُ اللہ شریف حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے بنایا کوئی غیر بنی شریکِ کار نہ تھا۔ سبحان اللہ کیسے معمار تھے جو عابد و معبود، عبادت اور عبادت خانہ کے روابط و رموز سے خوب آگاہ تھے۔ جن کا علم، علمِ نبوی تھا۔ جو توحید کے فدائی تھے۔ عبودیت کے پتلے تھے۔ ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔ سراپا اخلاص تھے۔ اور تعمیر کرتے ہوئے انھوں نے دل کھول کر اپنے عبادت خانہ کی مقبولیت اور اپنے خاندان کی ہدایت کے واسطے دعائیں مانگیں "وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۱۵) (اور جب ابراہیم و اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی بنیادیں اٹھانے لگے تو کہا۔ اے ہمارے رب۔ یہ خدمت ہم سے قبول فرما بلاشبہ تو خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم کو اور زیادہ مطیع بنا، اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنے لئے ایک فرمانبردار جماعت بنا۔ اور ہم کو (حج کے) احکام بھی بتلا۔ اور ہم کو معاف کر کہ تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا بے انتہا مہربان)۔ اور اسی موقع پر بطور پیشین گوئی

یہ بھی دونوں نے مل کر دعا فرمائی کہ گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل کے خاندان میں تشریف لائیں۔ اور بیت اللہ شریف میں عبادت فرمائیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۵/۱) (اے ہمارے رب۔ اُن میں اُنھیں میں کا ایک رسول اُٹھا جو اُن کو تیری آیتیں سنائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم کرے۔ اور اُن کو (شرک سے) پاک کردے کہ بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا) کیسا مبارک وقت تھا کیسی مبارک دعا تھی۔ کیسے دعا کرنے والے تھے۔ اور کیسا دعا قبول کرنے والا ہے۔ سبحان اللہ۔ عبادت خانہ کیا بنا۔ خالصاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے دنیا میں سب سے پہلا مقبول اور متبرک گھر تیار ہوا۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ○ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (۱/۴) (لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو سب سے پہلا گھر (خانۂ کعبہ) بنایا گیا وہ قطعاً وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ سارے جہانوں کے لئے برکت والا بھی ہے اور اُن کی ہدایت کا سرچشمہ بھی۔ اس گھر میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں خصوصاً مقامِ ابراہیمؑ۔ اور جو اس (گھر) میں داخل ہوتا ہے وہ امن میں آجاتا ہے۔ اور لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ ہی کے لئے خانۂ کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔ اور جو کوئی منکر کافر ہوا تو اللہ بے پروا

نہیں کرتا جہان کے لوگوں کی)۔ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ سُبحان اللہ کیا شان ہے وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا۔ سبحان اللہ کیا برکات ہیں۔ اور عجب کیا ہے حضور خاتم النبیین رحمۃ للعلمین بالمومنین رؤف رحیم کے استقبال کی تیاریاں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) حضرت خاتم النبیین

بہر حال عبادت خانہ تو فوراً مقبول ہو گیا۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ط وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ (۱/۱۵) (جبکہ ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن کی جگہ بنایا۔ اور جہاں ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اُسے نماز کی جگہ بنالو۔ اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم دیا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے)۔

چنانچہ اعلان کر دیا گیا:۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (۱۱/۱۷) (لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کر دو لوگ تیرے پاس حج کو چلے آئینگے پاؤں چلتے اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر بھی کہ پہنچینگے دور دراز راستوں سے)۔ اور حکم ہو گیا وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۱۱/۱۷) (اور طواف کریں اُسی قدیم گھر (کعبہ) کا) مومنین کی طرف سے بھی صدا بلند ہونے لگی۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ (جی حاضر یا اللہ۔ حاضر ہوں۔ حاضر ہوں

آپ کا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں) جب یہ صورت پیدا ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے لامحالہ دعا مانگی کہ ان کے قیام کی برکت سے جو شہر مکہ کچھ آباد ہو چلا تھا۔ اور آئندہ خوب آباد ہونے کی اُمید تھی، اُس میں امن وخوش حالی رہے۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۱۵/۱) (اور جب ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ اے میرے رب۔ اس کو ایک امن وامان والا شہر بنا دے اور یہاں کے لوگوں کو میووں سے عنایت کیجے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر)۔ مَنْ آمَنَ مِنْهُم کی تخصیص کچھ بیجا نہ تھی۔ لیکن حضور رحمۃ للعلمین تشریف فرما ہونے والے تھے۔ اس لئے اس دنیا کی حد تک کفار کو بھی شریک تمتع کر لیا گیا۔ کفار کی عاقبت البتہ خراب ہے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (۱۵/۱) (اور جو کوئی کفر کرے اُس کو بھی فائدہ دونگا تھوڑے دنوں تک پھر اُس کو عذاب دوزخ میں کھینچ بلاؤنگا۔ اور وہ بُری جگہ ہے پہنچنے کی) رہی دوسری دعا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ وہ بھی قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحٰق کی نسل بنی اسرائیل میں بہت سے بڑے بڑے انبیا آئے۔ لیکن سب یکے بعد دیگرے حضور خاتم النبیینؐ کی خبر لائے۔ تمام کتب سماوی میں پیشین گوئی درج ہوتی رہی قولاً و قراراً ہوتے رہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط
قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (ﭓ) (اے محمدؐ
اُس وقت کو یاد دلاؤ جبکہ اللہ نے نبیوں سے عہد و قرار لیا کہ میں جو کچھ
کتاب و حکمت تم کو دوں، پھر پیغمبر (محمدؐ) تمہارے پاس آئیں اور تمہارے
پاس کی وحی (کتاب و حکمت) کی تصدیق کریں تو دیکھو ان پر ضرور ایمان
لانا اور اُن کی مدد کرنا۔ اور دریافت فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کر لیا اور ان
باتوں پر تم نے میرا ذمہ قبول کر لیا۔ (پیغمبروں نے) عرض کیا (ہاں) ہم نے
اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا (اچھا تو تم اس قول و قرار کے) گواہ رہو۔ میں بھی
تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک ہوں) ہر امت ہمیشہ منتظر رہی۔
لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دعا کے مطابق
حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل بنی اسمٰعیل میں تشریف لائے۔ بنی اسرائیل
کو اس شرف سے محروم رہنے کا اس قدر قلق ہوا۔ اور بنی اسمٰعیل پر
اس درجہ رشک و حسد ہوا کہ اپنی کتابوں میں تحریف کر ڈالی اور
جان بوجھ کر انکار کر بیٹھے۔ مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ باری تعالیٰ
فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ (ﭐ) (جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ و انجیل)
دی ہے وہ لوگ رسول اللہ صلعم کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے
بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور اُن میں سے بعضے جان بوجھ کر حق کو
چھپاتے ہیں) حضور خاتم النبیینؐ کی تشریف آوری اس درجہ

یقینی تھی کہ پہلے ہی سے حضرت کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے اپنے بڑے بڑے کام نکالتے تھے۔ وقت پر انکار کر بیٹھے۔ مستوجب لعنت ہوئے۔ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (۱۱/۱)

(اور جب اللہ کی طرف سے اُن کو کتاب (قرآن) پہنچی جو اس کی بھی تصدیق کرنے والی ہے جو اُن کے پاس ہے (یعنی تورات و انجیل کی) حالانکہ وہ اس سے قبل (معرکوں میں حضورؐ کا واسطہ دے کر) کافروں پہ فتح مانگتے تھے۔ پس جب اُن کے پاس آیا (رسول محمدؐ) جس کو وہ (بخوبی) پہنچانتے تھے تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے۔ پس خدا کی مار ہو ایسے کافروں پر) ان لوگوں کو یہ بھی خوف تھا کہیں بنی اسمٰعیل کو فروغ ہو کر ہمارا زور نہ ٹوٹ جائے۔ دنیوی لالچ سے انکار پر اڑ بیٹھے بدعہدی کا انجام دیکھیں گے۔ مزہ چکھیں گے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۳/۱) (جو لوگ اللہ کے عہد و قرار اور اُن کی قسموں کے بدلے میں حقیر معاوضہ لیتے ہیں انکو آخرت میں (نعمت کا) کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اور نہ اُن سے اللہ بولے گا اور نہ اُن کی طرف (محبت سے) دیکھے گا قیامت کے دن۔ اور نہ اُن کو پاک کریگا۔ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے) منکرین پر کیا عتاب ہے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں نہ اللہ ان سے بات کریگا نہ اُن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اور نہ ان کو

گناہ دُھلیں گے۔ سخت عذاب کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ جب عتاب کی یہ حالت ہے تو مومنین کے ساتھ آخرت میں اس کے برعکس التفات کی کیا شان ہو گی۔ ان شاء اللہ بطفیل سیدُ المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بہرحال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور چونکہ سراپا علم کی تجلی ہیں معلم بن کر آئے۔ تعلیم دینے آئے۔ اوّل آیات اللہ کی تلاوت پھر نفوس کا تزکیہ۔ پھر کتاب کی تعلیم۔ پھر حکمت کی تعلیم اور ایسی باتوں کی تعلیم جو کسی کو پہلے معلوم نہیں۔ یعنی كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۲/۲) بہرحال یہودی اور نصرانی دونوں حسب سابق بگڑ بیٹھے اور برعم خود حضرت ابراہیم کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۵/۳) (ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ نصرانی بلکہ وہ راہ حق پکڑنے والا فرمان بردار تھا اور وہ شرک کرنے والا نہ تھا۔ بلاشبہ سب لوگوں میں ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ مناسبت اُن لوگوں کو تھی جنھوں نے اُس کی اتباع کی تھی اور اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ایمان والوں کو (مناسبت ہے) اور اللہ مسلمانوں کا دوست ہے) گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ اب رہے منکرین، سو اُن کا حال یہ ہے کہ کفن نہ دی

اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَ ھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۳/۱۴) (اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ہدایت کیسے کریگا جو کافر ہوئے ایمان لانے کے بعد، اور اس گواہی کے بعد کہ رسول برحق ہے اور اُن کو صاف نشانیاں پہنچ چکیں۔ اور اللہ ناانصافوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ایسی لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ وہ ہمیشہ اس (لعنت) میں رہیں گے۔ ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔ مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو البتہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

(۵) قبلہ عبادت میں کوئی خاص مقام یا اُس کا رخ ملحوظ رکھنے کے متعلق قرآن کریم میں صاف فرمادیا۔ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۱/۱۴) (اور اللہ ہی کی ہیں (سب سمتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی پس جدھر کو تم منہ کرو پس وہیں ہے چہرہ اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ تعالیٰ (تمام جہات کو) محیط ہے اور سب خبر رکھتا ہے)۔ مزید صراحت فرمادی۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (٦/٢) (مسلمانو! نیکی یہی نہیں کہ اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو۔ بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مالِ (عزیز) اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے۔ اور غلامی وغیرہ کی قید سے (لوگوں کی) گردنوں کو چھڑانے کے لئے دے۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور جب قول وقرار کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے۔ اور ثابت قدم رہنے والے تنگدستی میں اور بیماری میں اور جنگ اور مخالف حالت میں۔ یہی لوگ ہیں جو دعویٰ اسلام میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو متقی کہے جا سکتے ہیں) تاہم اس صورت میں بھی اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور ہونی چاہیئے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٢/٢) (ہر ایک (امت) کے واسطے ایک ایک طرف (قبلہ) رہا ہے جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا رہا ہے۔ پس تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو)۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو نماز بیت اللہ شریف کی طرف پڑھتے لیکن ایسے موقع سے کہ بیت المقدس کا رخ بھی ٹھیک رہے۔ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو چند ماہ بیت المقدس کی طرف نماز ہوتی رہی۔ عارفین کے نزدیک

اوّل مقام ابراہیمی کی سیر تھی۔ پھر انبیاء بنی اسرائیل کے مقامات کی سیر ہوئی۔
پھر سب سے فارغ ہو کر مقامِ محمدی کی سیر کی نوبت آئی تو کعبۂ ابراہیمی کو دوامی
تخصیص کا شرف حاصل ہوا۔ اور تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت
اسمٰعیل علیہما السلام کی یہی دعا بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی چنانچہ
جب اس کے ظہور کا وقت آیا تو خود حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلم کے دل
میں تقاضا شروع ہوا کہ کعبۂ ابراہیمی مسلمانوں کا قبلہ مقرر ہو جائے۔ حتیٰ
کہ حضورؐ وحی کے انتظار میں اکثر آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو
اپنے حبیبؐ کی یہ ادا بہت ہی پسند آئی کہ اس کو خود ہی ظاہر کر دیا۔ حضرتؐ
کی خوشی پوری ہوئی۔ اور پوری ہونی تھی۔ کتبِ سماوی میں پیشین گوئی پہلے
سے موجود تھی کہ حضور خاتم النبیین امام القبلتین (دو قبلوں کے امام) ہونگے۔
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً
تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ
حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا
اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (½) (بے شک ہم تیرے منہ کا بار بار
آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور پھیرینگے تیرے منہ کو اس
قبلہ کی طرف جس سے تو راضی ہے۔ اب پھیر تو اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی
طرف (نماز میں)۔ تم جہاں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (کعبہ) کی طرف
کیا کرو۔ اہلِ کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف سے یہ (حکم)
بالکل ٹھیک ہے۔ اور اللہ اُن کی اِن کارروائیوں سے بے خبر نہیں ہے)۔
لیکن جو لوگ عبادت میں کسی خاص رُخ کو اٹل سمجھتے تھے انھوں نے

چہ میگوئیاں شروع کیں کہ قبلہ کیوں تبدیل ہوا اور کس طرح تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب صاف تھا کہ رُخ کا لحاظ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ جو رُخ چاہے مقرر کر دے۔ اور اسی رُخ پر صراطِ مستقیم کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُل لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۲/۱) (اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے مسلمانوں کو اپنے قبلہ (بیت المقدس) سے پلٹ دیا جس پر وہ پہلے تھے۔ تو کہہ اللہ ہی کی ہے مشرق و مغرب۔ جس کو چاہے اللہ سیدھا راستہ چلاتا ہے)۔

تحویلِ قبلہ سے، اوّل تو پیشین گوئی پوری ہوئی تھی کہ خاتم النبیین ذُو قِبْلَتَيْن ہوں گے اور ذُو قِبْلَتَيْن کیوں نہ ہوں کہ ملّتِ ابراہیمؑ کے وارث ہیں۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل سب کے سرخیل ہیں۔ چنانچہ شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے قِبْلَتَيْن کی رعایت ملحوظ رکھی اور دونوں کو مشرف کیا۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۱۵/۱) (پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتے رات مسجدِ حرام (کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اُس کو اپنی قدرت کے نمونے دکھائیں۔ تحقیق، وہ ہے سننے والا دیکھنے والا)۔

دوسرے تحویلِ قبلہ سے یہ اصول خوب واضح ہو گیا کہ عبادات میں اصل مقصود شانِ توجّہ الی اللہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم عالمِ کون ہے، اللہ تعالیٰ

بعض مقامات اور جہات کو معرفت اور ہدایت کے واسطے مخصوص فرما دیتا ہے۔ رہی تخصیص کی وجہ سو بظاہر تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت وجہ تخصیص معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے عبادت خانے خود تعمیر کرتے ہیں۔ ان میں عبادت کرتے ہیں۔ مقبولیت کی دعا مانگتے ہیں۔ لیکن وہ خود وحی کے تابع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں اپنی طرف سے کب دخل دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ہے۔ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ہے کوئی کیا قیاس لڑائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو خدا جانے کیا کیا حکمت کھلے، اور حکمت میں خیر ہی خیر ہے۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (۳/۲) (جس کو حکمت ملے اسے بلاشبہ خیر کثیر ملا)۔ مومنین کا فرض یہ ہے کہ نبی کی اتباع کریں کہ وہ ہدایت کا مظہر ہے۔ جو رُخ وہ اختیار کرے اسی رُخ پر رہیں۔ وسوسوں میں نہ پڑیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ط وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۲/۱) (جس سمت قبلہ پر تو تھا (یعنی بیت المقدس) وہ تو اس مصلحت کے لئے تھا کہ ہم معلوم کریں کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے اور کون پھر جاتا ہے الٹے پاؤں۔ اور یہ قبلہ کا بدلنا اُن منحرف لوگوں پر بڑا گراں تھا، مگر جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت فرمائی۔ یقیناً اللہ لوگوں پر بہت شفیق اور مہربان ہے)۔ مقام اور رُخ تو ایک ضمنی مرتبہ ہے۔ عبادت کا اصل مقصد وہی توجہ اِلی اللہ ہے۔ چنانچہ خود حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا اور اس کے قبلہ بننے کی دعا فرمائی، عبادت میں اپنا ماسک

محض توجہ الی اللہ رکھتے ہیں۔ اور وہ نہ رکھیں تو کون رکھے گا۔ سُبحان اللہ
اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۷/۶) اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۸/۷) (میں نے اپنا منہ اسی کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ایک طرف مُوحِّد بن کر اور نہیں ہیں شرک کرنے والا۔ کہہ تحقیق میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو جملہ عالموں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب اسلام لانے والوں میں اول ہوں) بہرحال حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا پوری ہوئی۔ کتب سماوی کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پوری ہوئی۔ حکم ہو گیا۔ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲/۱) (اور جہاں سے تو نکلے اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کرلے اور یہ حکم عام قبلہ کا بالکل حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے)۔

(۶) آیاتِ بیّنات

بیت اللہ شریف کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ (۴/۱) (اس گھر میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں خصوصاً مقام ابراہیم)۔ وہ بھی اس درجہ مقبول ہوا کہ صاف حکم آگیا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ

مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی (۱/۱۵) (اسی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر کر لو)-گویا وہاں کی نماز خاص طور پر مقبول ہے- مقام ابراہیم ایک پتھر ہے- اس پر حضرت ابراہیم کا نقش قدم بھی نمایاں ہے- مدتوں یہ کعبہ کی دیوار سے ملا رکھا رہا- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہاں سے ہٹا کر مطاف کے ایک کنارہ رکھوا دیا- بعد کو وہاں ایک مستحکم اور خوشنما قبہ بنا کر اس کو محفوظ کر دیا گیا- چنانچہ وہ متبرک پتھر مطاف کے کنارے اسی قبہ میں اب تک رکھا ہوا ہے- خوب آراستہ کیا گیا ہے- خاص خاص اوقات میں زیارت بھی ہوتی ہے (اب نہیں ہوتی ہے) بالعموم لوگ اسی قبہ کے روبرو نماز نفل وغیرہ پڑھتے ہیں- ورنہ یوں حرم شریف میں ہر جگہ پڑھ سکتے ہیں اور پڑھتے ہیں رخ بہر صورت کعبۃ اللہ کی طرف رکھتے ہیں- سبحان اللہ کیا شان ہے)

ع ہمہ سوئے تو بود وہمہ رو سوئے تو بود-

(۷) شعائر اللہ صفا اور مروہ شعائر اللہ قرار پائے- اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲/۳) (تحقیق صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) حتیٰ کہ جو اونٹ قربانی کے واسطے مخصوص کیا جائے وہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہو جاتا ہے- وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۱۲/۱۷) (ہم نے قربانی کے جانوروں کو تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے) اور مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ سے صاف واضح ہے کہ ان پر حصر نہیں، اور بھی شعائر اللہ ہیں- یوں تو سب خدا کی مخلوق برابر ہے- لیکن وہ بھی کیا نسبت ہوگی کہ مقامات وحیوانات کو شعائر اللہ بنا دے- پھر شعائر اللہ کی بابت کیا حکم ہے- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (۵/۶) (اے ایمان والو

اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو) اور ان کی تعظیم کے کیا ثمرات ہیں!
وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (۱/۱۷)
(اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا، سو وہ دل کی پرہیزگاری سے ہے) شعائر اللہ کی تعظیم کرنے سے تطہیر قلب جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور راز صرف اس قدر ہے کہ وہاں کوئی خاص نسبتِ الٰہیہ ثابت ہے۔ ورنہ وہ شئی بذاتِ خود مخلوق محض ہے۔ بے حقیقت ہے۔ نسبت کا راز بہت دقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے واضح کر دے تاکہ حفظِ مراتب کی فہم و تمیز حاصل ہو۔ ورنہ ایک طرف انکار ہے تو دوسری طرف بھی شرک تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے بچائے۔ صراطِ مستقیم پر چلائے۔ منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ اور یہ بشارت صادق آئے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (۶/۲۲) (جو شخص کہا مانے گا اللہ کا اور اس کے رسول کا، اس نے پائی بڑی مراد) بطفیلِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حجرِ اسود بھی کعبۃ اللہ میں ایک متبرک پتھر ہے۔ وہ بھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے زمانہ سے متبرک چلا آتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بوسہ دیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور تبریک کیا ہوگی۔ لیکن اسلام نے تَبَرُّک و تَعَبُّد میں زمین اور آسمان کا فرق رکھا ہے۔ دیگر مذاہب میں یہ دونوں اعتبار مخلوط ہوگئے اور گمراہی پھیلی۔ چنانچہ اس فرق کو مشتہر کرنے کی غرض سے ایک مرتبہ حجاج کے روبرو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے صاف فرما دیا۔
اِنِّیْ اَعْلَمُ اِنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ ۔ وَلَوْلَا اَنِّیْ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (بخاری شریف) (بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ سلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ سبحان اللہ کیا توحید ہے۔ کیا اتباع ہے۔ کیا تعبّد ہے کیا تبرّک ہے۔

(۸) خلاصہ بیت اللہ شریف کی سرگزشت جو قرآن سے معلوم ہوئی اس سے واضح ہوتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں) اصل دین ہے۔ انبیاء و مرسلین دین کے معلّم ہیں۔ اور گو وہ بذاتِ خود سراسر مخلوق ہیں۔ عبد ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازحد مقرّب ہیں۔ ان کی دعائیں مقبول ہیں۔ ان کے کام مقبول ہیں۔ ان کے آثار مقبول ہیں۔ ان کی اتباع مقبول ہے۔ ان کی تعظیم و توقیر واجب ہے۔ ان کا احترام لازم ہے۔ اور چونکہ سب کچھ مرضئ الٰہی کے مطابق اور سراسر تحتِ امر ہے۔ توحید کے تابع ہے۔ شرک سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ علمِ قرآنی عطا فرمائے جو افراط و تفریط سے مبرّا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کا رہنما ہے کہ وہی طریق اسلام ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِحُرْمَةِ نَبِیِّکَ حُبًّا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۹) تعمیر بیت اللہ غرض کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے مل کر بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔ یہ ایک مستطیل احاطہ تھا۔ دیواریں بلند تھیں، مگر اوپر کوئی چھت نہ تھی۔ شرقی دیوار میں زمین کی سطح پر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر نہ چوکھٹ تھی نہ

نہ کواڑ تھے۔ کل عمارت نہایت سادہ تھی۔ بعد کو وقتاً فوقتاً عمارت کی مرمت درستی بلکہ تجدید ہوتی رہی۔ اسلامی تواریخ میں پوری تفصیل موجود ہے۔ مختصر کہ مرورِ ایام عمارت کہنہ ہوگئی تو بنی جرہم عمالقہ اور قصی بن کلاب نے صدیوں کے فصل سے یکے بعد دیگرے اسی قدیم بنیاد پر نئی عمارت کھڑی کر دی۔ چوتھی مرتبہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں قبل بعثت جب کہ سنِ شریف ۳۵ سال کے قریب تھا، اہل قریش نے بیت اللہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا۔ چنانچہ حجر اسود جماتے وقت قبائل میں تکرار ہونے لگے کہ اس کو اٹھانے اور جمانے کا شرف کس کا حق ہے۔ بالآخر حضور انورؐ کے مشورہ سے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ کر سب قبیلوں کے سرداروں نے ایک ساتھ اٹھالیا اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دستِ مبارک سے قدیم موقع پر دیوار میں نصب کر دیا۔ اہل قریش نے یہ جدت دکھائی کہ بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اور اسی قدیم جگہ شرقی دیوار میں سطحِ زمین سے قد آدم بلندی پر دروازہ قائم کر کے اس میں چوکھٹ کواڑ لگا دیئے۔ شاید منشا یہ ہو کہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندر نہ جا سکے۔ حسنِ اتفاق سے اسی زمانہ میں مکہ کے قدیم بندرگاہ شعیبہ پر ایک پرانا رومی جہاز آ نکلا تھا۔ اس کو خرید لیا اور اسی کی لکڑی سے سب کام نکلا۔ سب سے بڑھ کر تبدیلی یہ کی کہ طول میں جانبِ شمال عمارت چھ سات ہاتھ کم کر دی۔ اور شمالی دیوار نئی بنیاد پر اٹھائی۔ شاید عمارت کے سامان خاص کر لکڑی میں کمی پڑ گئی۔ جس کی وجہ سے یہ اختصار کرنا پڑا۔ بیت اللہ شریف کا جو علاقہ شمالی جانب عمارت سے چھوٹ گیا اس کو ایک نیم بیضوی چہار دیواری میں لے لیا۔ یہ محدود رقبہ حطیم کہلانے لگا۔ عام طور پر کل حطیم کو داخل بیت اللہ سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض محققین کا قول ہے کہ شمالی دیوار سے متصل چھ سات ہاتھ عریض

علاقہ تو بیت اللہ کا ہے۔ اور حطیم کا باقی رقبہ زاید ہے۔ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ یہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بکریوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ مگر اس کی کچھ سند نہیں ہے۔ بعد فتح مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ بیت اللہ شریف پورا بنیادِ ابراہیمی پر از سرِ نو تعمیر ہو تو بہتر ہے۔ یعنی شمالی دیوار بھی قدیم بنیاد پر تعمیر ہو۔ بیت اللہ شریف کا جو رقبہ حطیم میں شامل ہے، وہ عمارت میں آجائے۔ علاوہ بریں ایک کے بجائے دو دروازے شرقاً غرباً آمنے سامنے لگائے جائیں تاکہ حجاج کو اندر جانے آنے میں سہولت رہے۔ مگر شاید اہلِ قریش کو اپنی عمارت کا انہدام گراں گزرتا، اس خیال سے کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بالاتفاق حرمین ۶۴ھ میں امیر المومنین منتخب ہوئے تو انھوں نے قریش کی عمارت گرا کر بیت اللہ شریف کو از سرِ نو تعمیر کرایا، اور کل بنیادِ ابراہیمی پر تعمیر کرایا۔ علیٰ ہذا سطحِ زمین کے قریب شرقاً غرباً آمنے سامنے دو دروازے لگا دیئے۔ گویا حضور انورؐ کی خواہش اُن کے ہاتھوں پوری ہو گئی۔ لیکن چند ہی سال بعد عبداللہ بن زبیرؓ خانہ جنگیوں میں شہید ہوئے اور حجاج مکہ کا والی مقرر ہوا تو اس نے شاید اس ضد میں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا نام تعمیرِ کعبہ کے ساتھ یادگار نہ ہو جائے شمالی دیوار گرا کر پھر اہلِ قریش کی بنیاد پر تعمیر کی اور بیت اللہ شریف کا شمالی علاقہ پھر حطیم میں شامل کر دیا۔ علیٰ ہذا غربی دروازہ بھی بند کر دیا۔ اور شرقی دروازہ کو بھی حسبِ سابق زمین سے کئی ہاتھ بلند نصب کیا۔ گویا اہلِ قریش کا نمونہ پھر قائم کر دیا۔ گیارھویں صدی ہجری میں یہ عمارت بھی سیلاب سے بہت خستہ ہو گئی تو سلطان مراد خان علیہ الرحمہ نے ۱۰۴۰ھ میں خاص اہتمام سے بیت اللہ شریف کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ اور وہی عمارت اب تک موجود ہے۔ اس میں بھی شمالی دیوار

اہلِ قریش کی بنیاد پر ہے۔ بنیادِ ابراہیمی پر نہیں ہے۔ لہذا بیت اللہ شریف کا کچھ علاقہ حطیم میں شامل ہے۔ البتہ قدیم بنیاد پر حطیم کے ارد گرد رنگ مرمر کی چہار دیواری بنی ہوئی ہے۔ اور بیت اللہ شریف کی شمالی دیوار سے متصل حطیم میں آنے جانے کے واسطے شرقاً غرباً راستے کھلے ہوئے ہیں۔

بیت اللہ شریف کی موجودہ عمارت (تقریباً) مربع ہے۔ حطیم کی چہار دیواری جانب شمال بیضوی ہے۔ شرقی دیوار میں سطح فرش سے ۶ فیٹ کی بلندی پر دروازہ لگا ہوا ہے۔ خوب مضبوط اور کشادہ ہے۔ چوکھٹ اور کواڑوں پر نقرئی طلائی کام ہے۔ دروازہ پر نہایت قیمتی اور خوش نما پردہ پڑا رہتا ہے۔ اسمائے حسنیٰ اور آیاتِ قرآنی کارچوبی لکھی ہوئی ہیں۔ اوقاتِ معینہ میں لکڑی کا زینہ لگتا ہے تو بیت اللہ شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ اندر بھی عمارت خوب آراستہ ہے۔ وسط میں تین نہایت قیمتی ستون عودِ خالص کے کھڑے ہیں۔ دروازہ کے مقابل غربی دیوار میں ایک محراب بنی ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے دِن بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ دوگانہ شکر ادا فرمایا تھا۔ اب بھی لوگ وہاں نفل پڑھتے ہیں۔ شرقی شمالی کونہ میں زینہ کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ یہ بابُ التوبہ کہلاتا ہے۔ وہاں بھی لوگ دعا مانگتے ہیں۔

(۱۰) عمارتِ بیتُ اللہ

بیت اللہ شریف کے چار کونے ہیں۔ جانب حطیم شمالی مشرقی اور شمالی مغربی کونے علی الترتیب رکن عراقی اور رکنِ شامی کہلاتے ہیں۔ چونکہ شمالی دیوار اہل قریش کی دیوار پر ہے۔ بنیادِ ابراہیمی پر نہیں ہے۔ اس لئے یہ دونوں رکن بھی اپنی قدیم جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جنوب مغربی کونہ رکن یمانی مشہور ہے۔ اور

جنوب مشرقی کونہ پر فرش سے تخمیناً ۵ فیٹ بلند حجر اسود نصب ہے۔ گول سا پتھر ہے۔ اندر سے خالی ہے۔ منہ پر چاندی کا مضبوط گول حلقہ چڑھا ہوا ہے۔ تخمیناً ایک فٹ قطر ہے۔ اس کونہ کو رکنِ اسود کہتے ہیں۔ رکنِ یمانی اور رکنِ اسود یہ دونوں اپنی قدیم جگہ پر قائم ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، شرقی دیوار میں ۶ فٹ کی بلندی پر بیت اللہ شریف کا دروازہ لگا ہوا ہے۔ حجر اسود اور دروازے کے درمیان دیوار کا حصہ ملتزم کہلاتا ہے۔ تخمیناً دس بارہ فیٹ طویل ہے۔ ملتزم سے آگے بڑھیئے تو دروازے کی دوسری جانب قریب ہی دیوار کے نیچے ایک چھوٹا سا سنگِ مرمر کا حوض بنا ہے۔ اس کو حُضَرہ یا مِجَن کہتے ہیں (اس جگہ اب صرف حوض کا نشان رنگین پتھر کے حاشیہ میں ہے) اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ مثلاً یہ کہ تعمیرِ کعبہ کے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں مٹی کا گارہ بنایا تھا۔ یا وہ پتھر جو مقامِ ابراہیم کہلاتا ہے، اول یہاں رکھا رہتا تھا۔ بہرحال اصلیت جو کچھ بھی ہو یہ مقام بھی نمایاں ہے۔ بیت اللہ شریف کی چھت پر شمالی منڈیر میں ایک طلائی پرنالہ لگا ہوا ہے۔ اس کو میزابِ رحمت کہتے ہیں۔ اس سے بارش کا پانی حطیم میں گرتا ہے۔ اور جس مقام پر گرتا ہے وہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف بتائی جاتی ہے۔ بطور علامت فرش پر محراب بنی ہوئی ہے۔ خاص طور پر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ دراصل بیت اللہ شریف کا علاقہ ہے۔ یہاں قبر کا کوئی قرینہ نہیں معلوم ہوتا تاہم مقامِ قبولیت ہے۔ یہاں نماز پڑھنا بیت اللہ شریف کے اندر نماز ہوتا ہے۔

(۱۱) حرمِ شریف

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف جس میں حطیم بھی شامل ہے۔ چوڑا گول راستہ سا بنا ہوا ہے جو حرم شریف کے باقی تمام صحن سے کسی قدر پست ہے۔ اس میں صاف ہموار پتھر بچھا ہوا ہے۔ چاروں طرف تخمیناً چھ انچ اونچی کنارہ بندی ہے اسی دائرہ میں حاجی بیت اللہ شریف کے چاروں طرف گھومتے ہیں طواف کرتے ہیں۔ اس کو مَطاف کہتے ہیں۔ یہ حرم شریف کا قدیم صحن ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہی برقرار رہا۔ البتہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے قرب و جوار کے مکانات خرید خرید کر حرم میں داخل کئے۔ اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً مزید توسیع ہوتی رہی۔ حتیٰ کے عمارت کی موجودہ شان نمودار ہوئی۔ مطاف کے کنارہ پر جانب شرق پتھر کی نہایت نفیس اور خوشنما محراب کھڑی ہے جو محرابُ النبیؐ کہلاتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اسی راستہ سے تشریف لاتے تھے۔ محراب کے قریب جانب شمال ایک ممبر بنا ہوا ہے جس پر خطبہ پڑھتے ہیں۔ بہت خوشنما ہے۔ کافی بلند ہے۔ محراب کی جنوبی سمت میں قریب ہی ایک چھوٹا سا خوبصورت قبّہ ہے جس کے اندر مقام ابراہیم کا پتھر رکھا ہوا ہے۔ یہاں بھی نماز کی بڑی کثرت رہتی ہے حکم ہے۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (۱۵/۱) (مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو) یہاں سے چند قدم پر بیرِ زم زم ہے۔ اس کو ایک کمرے کے اندر لے لیا ہے۔ پانی کھینچتے وقت کمرہ میں سخت ہجوم ہوجاتا ہے (اب کمرہ سے جانب شرق احاطہ میں ۳۰-۴۰ نل لگا دیئے گئے ہیں جن میں زم زم کا پانی آتا ہے) مطاف سے باہر صحن

میں بیت اللہ شریف سے ہر چہار طرف چاروں آئمہ کا ایک ایک مصلّٰی ہے۔ جانب شرق چاہِ زم زم کے قریب شافعی۔ جانب غرب مالکی سمتِ جنوبی حنبلی۔ اور حطیم کے جانبِ شمال حنفی مصلّٰی قائم ہے۔ چھوٹے چھوٹے کمرے یا سائبان بنے ہوئے ہیں (بعد میں چاروں مصلّے نکال دیئے گئے)

بیت اللہ شریف تو تقریباً وسط میں ہے۔ اس کے گرداگرد مطاف کا دائرہ ہے۔ اس کے بعد چاروں طرف وسیع اور کشادہ صحن ہے۔ صحن کے کناروں پر تہرے چوہرے دالان چلے گئے ہیں۔ ڈاٹ کی چوڑی چھتیں۔ کشادہ محرابیں۔ بلند ستون۔ دالانوں کی قطاریں عجب منظر دکھاتی ہیں۔ اندر پختہ فرش ہے۔ دالانوں کی پشت پر بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ حرم شریف کی طرف بھی ان میں دریچے دروازے لگے ہوئے ہیں۔ خدام اور عابد زاہد لوگ ان میں رہتے ہیں۔ ان حجروں کے درمیان میں جا بجا دالانوں کی پشت پر حرم شریف کے تقریباً بیس دروازے ہیں۔ بعض ان میں بہت شاندار ہیں، مثلاً بابِ ابراہیم۔ جہاں کہیں سے حرم شریف میں داخل ہونا چاہیں قریب ہی کوئی نہ کوئی دروازہ مل جاتا ہے (بعد میں سعودی حکومت نے عمارتِ مسجد کے چاروں طرف کی زمین حاصل کر کے چاروں طرف شاندار وسیع دو منزلہ عمارت مسجد تعمیر کی ہے۔ اس عمارت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ سابقہ عمارت منہدم کی جا رہی ہے) بڑے بڑے دروازوں سے حرم شریف کے صحن میں حدِ مطاف تک تقریباً سات آٹھ پختہ روشیں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن ان میں یہ صفت رکھی ہے کہ کوئی کسی روش پر حرم شریف

سے باہر جائے تو بیت اللہ شریف کی طرف پشت نہیں ہوتی۔ سب کے زاویے ہٹے ہوئے ہیں۔ البتہ جو روش کہ محرابُ النبی کو آتی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ہر روش تخمیناً ۵ فیٹ چوڑی ہے باقی تمام صحن خام مگر مسطح ہے۔ باریک اور گول سنگریزے بچھے ہوئے ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ پختہ فرش کے مقابل یہ سنگ ریزے دھوپ میں کم گرم ہوتے ہیں اور جلد ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ البتہ مطاف کے فرش میں یہ خوبی ہے کہ وہ بھی گرمی کم قبول کرتا ہے حرم شریف کے چاروں گوشوں پر چار بلند مینار ہیں تین درمیان میں ہیں۔ کل سات ہیں۔ موجودہ عمارت بیشتر سلطان سلیم علیہ الرحمہ کی دینداری و اولوالعزمی کی یادگار ہے۔۔

(۱۴) صفا۔ مروہ

حرم شریف کے قریب ہی جانبِ شرق صفا اور مروہ واقع ہیں۔ آبادی میں آجانے کی وجہ سے اب صرف ان کے مقامات یادگار ہیں۔ پہاڑیاں غائب ہیں۔ درمیانی فصل میں ایک پر رونق بازار ہے دو طرفہ دوکانات ہیں (بعد میں یہ بازار اور دوکانات مسجد کی توسیع کے لئے حاصل کر لئے گئے۔ صفا مروہ اور ان کے درمیان کی پوری آوا منی پر مُسَقَّف دو منزلہ عمارتِ مسجد بنادی گئی نیچے کے حصہ میں سعی کی جاتی ہے) بہر حال حاجی اسی مقام پر سعی کرتے ہیں۔ سات چکر لگاتے ہیں اور دوڑتے ہیں۔ قابلِ دید چہل پہل ہوتی ہے۔ یہ سعی بی بی ہاجرہؑ کی دواودش کی یادگار ہے کہ وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے واسطے ادھر اُدھر پانی تلاش کرتی پھرتی تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت کے قدموں میں آبِ زمزم کا چشمہ جاری ہو گیا۔ سبحان اللہ مقبولین کی ہر ادا مقبول ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (۲) (بلاشبہ صفا مروہ اللہ کی

نشانیوں میں سے ہیں)۔

(۱۳) دیگر مقامات متعلق حج

بیت اللہ۔ حرم شریف۔ صفا اور مروہ۔ اِن مقامات کی مختصر کیفیت اوپر درج ہوئی۔ ذیل میں باقی ان تمام مقامات کی تفصیل درج کرتے ہیں جن سے حج میں سابقہ پڑتا ہے۔ جغرافیہ سمجھانے کے بعد حج کے اصطلاحات، حج کے مسائل اور طریق بیان کریں گے۔

حج میں مکہ معظمہ سے میدانِ عرفات تک آمد ورفت رہتی ہے۔ اور اس درمیان میں دیگر مقامات پر بھی قیام ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ سے نکلتے ہی پہلا مقام مُحَصَّب ہے۔ یہ ایک احاطہ سا ہے اور وہاں ایک مسجد بھی ہے۔ اور آگے بڑھئے تو تقریبًا چار میل پر مِنا آتا ہے۔ یہاں کشادہ میدان ہیں۔ وسیع احاطے ہیں اور بہت سے بلند مکانات ہیں تمام سال میں صرف ایک ہفتہ حج کے موقع پر یہاں آبادی ہوتی ہے۔ لاکھوں حجاج کا قیام ہوتا ہے۔ ایک وسیع مسجد ہے جس کو مسجد خَیف یا مسجد آدم کہتے ہیں۔ تقریبًا ایک ایک فرلانگ کے فصل پر تین مقامات ہیں۔ جہاں چھوٹے چھوٹے ستون سے کھڑے ہیں۔ اِن کو جمار کہتے ہیں۔ مکہ سے جاتے ہوئے مِنا میں تینوں یکے بعد دیگرے راہ میں آتے ہیں۔ پہلے کو جَمْرَۃُ الْکُبْریٰ یا جُمْرَۃُ الْعَقَبَۃ کہتے ہیں۔ دوسرے کو جُمْرَۃُ الْوُسْطیٰ اور آخری تیسرے کو جُمْرَۃُ الصُّغْریٰ، جُمْرَۃُ الاُوْلیٰ کہتے ہیں۔ مِنا وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے واسطے لائے تھے۔ چنانچہ وہ مقام جہاں ذبح کرنے کی تیاری ہوئی تھی قریب ہی ایک پہاڑی پر بتایا جاتا ہے۔ جمار وہ تین مقام ہیں

جہاں شیطان نظر پڑا اور بھکانے لگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کنکریاں ماریں اور آج تک جمروں پر حاجی کنکریاں مارتے ہیں۔
مِنا سے دو میل آگے مُزدلِفہ ہے جس کو مَشعَر الحرام بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے وہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ مِنا اور مزدلفہ کے درمیانی راستہ میں ایک میدان پڑتا ہے جو وادیٔ مُحَسّر یا بطنِ مُحَسّر کہلاتا ہے۔ یہ وہی میدان ہے جہاں اصحابِ فیل پر غضبِ الٰہی نازل ہوا تھا۔ یہاں سے پیدل اور سوار جلد جلد گزرتے ہیں۔ مُزدلِفہ سے تین چار میل آگے خاص میدانِ عرفات ہے۔ جہاں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کو تمام حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اس میدان کے تین طرف بلند پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ میدان میں ایک طرف کو چھوٹی سی پہاڑی ہے جو جَبَلِ رحمت کہلاتی ہے۔ اسی پر کھڑے ہو کر خطیب حج کا خطبہ پڑھتا ہے۔ اس میدان کی ابتدائی حد پہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد نمرہ یا مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ کہلاتی ہے۔ اس کے مغربی جانب متصل ہی ایک چھوٹا سا میدان ہے جو بطنِ عرنہ کہلاتا ہے۔ یہ عرفات کی حدود سے خارج ہے اور ۹ ذی الحجہ کو یہاں کا قیام عرفات کا قیام شمار نہیں ہوتا۔ احتیاط لازم ہے۔ مِنا سے عرفات کو راستہ جاتے ہیں اور یہ راستہ طریقِ ضَبّ کہلاتا ہے۔ ضَبّ دراصل مسجدِ خَیف کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ یہ راستہ اِدھر ہی سے گزرتا ہے اس لئے اسی نام سے موسوم ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت مُزدلِفہ ہوتے ہوئے مِنا آتے ہیں۔ یہ دوسرا راستہ ہے جو عرفات اور مزدلفہ کے درمیان دو بلند پہاڑوں کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔ اس کو طریقِ مازِمَین کہتے ہیں۔ جانے آنے کے یہی دو راستے مسنون ہیں۔

(۱۴) نہرِ زبیدہ

خلیفہ ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے اہتمام سے مکہ معظمہ کے نواح میں ایک نہر تیار کرائی تھی جو آج تک موجود ہے۔ اور نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے۔ کل نہر پختہ ہے۔ زمین دوز ہے۔ اس کی انجینیری قابل دید ہے حنین کی طرف سے آتی ہے عرفات۔ منا اور مکہ معظمہ تینوں جگہ بافراط پانی پہنچاتی ہے۔ صدیوں سے ہر سال لاکھوں حجاج سیراب ہوتے ہیں۔ خدا جانے کتنے بندے اس نیک بی بی کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ اس خیر جاریہ سے زبیدہ خاتون کو کس قدر ثواب حاصل ہوگا قیاس کرنا مشکل ہے۔ آج بھی بغداد شریف میں عام و خاص زبیدہ خاتون کے مزار پر خوشی خوشی جاتے ہیں۔ اخلاص و محبت سے فاتحہ پڑھتے ہیں۔

(۱۵) حرم۔ میقات۔ حل

(عرفِ عام میں) حرم شریف سے مراد تو وہی عمارت ہے جو بیت اللہ کے اندر گرد بنی ہوئی ہے لیکن حرم کا مفہوم زیادہ وسیع ہے۔ مکہ معظمہ کے چاروں جانب کچھ کچھ میل کے فصل پر حدود کے ستون بنے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر کا کل علاقہ حرم مانا جاتا ہے۔ یہ ستون گویا حدودِ حرم ہیں۔ علیٰ ہذا مکہ معظمہ کے چاروں طرف کئی کئی منزل کے فصل پر چند مقامات معین ہیں۔ جو میقات کہلاتے ہیں۔ مختلف ممالک سے جو حجاج آتے ہیں اپنے اپنے مقررہ میقات سے احرام باندھتے ہیں۔ مثلاً جو لوگ ہندوستان اور یمن جاتے ہیں اُن کا میقات یلملم ہے۔ اہلِ نجد کا قرنِ منازل ہے۔ اہلِ عراق کا ذاتِ عرق ہے۔ اہلِ شام اور اہلِ مصر کا میقات جحفہ ہے اور اہلِ مدینہ کا ذوالحلیفہ حرم اور میقات کے درمیان کا کل علاقہ

اصطلاحاً حِل کہلاتا ہے۔ علیٰ ہذا میقات کے باہر کل عالم آفاق شمار ہوتا ہے۔ حرم کے حدود میں رہنے والے اہلِ حرم ہیں۔ حِل یعنی میقات اور حرم کے درمیان میں رہنے والے میقاتی ہیں۔ اور آفاق یعنی میقات کے باہر سے آنے والے آفاقی کہلاتے ہیں۔

(۱۶) حج کے متعلق شرعی اصطلاحات

اب چند شرعی اصطلاحات بھی سمجھ لینا ضروری ہیں تاکہ آئندہ مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اَشْہُرِ حج شوال ذی قعدہ لغایتہ دہم ذی الحجہ۔ یہ دو ماہ دس روز حج کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ اسی زمانہ میں حج کا احرام باندھتے ہیں حج کے سب کام پورے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نہم ذی الحجہ کو فریضۂ حج سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ البتہ واجبات وسنن کا سلسلہ بعد کو بھی چلتا رہتا ہے۔ اشہرِ حج کے علاوہ دوسرے زمانہ میں حج کا کوئی کام انجام نہیں دے سکتے۔ حتیٰ کہ حج کا احرام باندھنا بھی مکروہِ تحریمی مانا جاتا ہے۔ البتہ عُمْرَہ کے واسطے کوئی زمانہ مخصوص نہیں ہے۔

اِحْرَامُ سے مراد ہے حج یا عُمرہ کی نیت کرنا اور تَلْبِیَہ کہنا، یا قائم مقام کوئی ایسا کلمہ کہنا جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ظاہر ہو مثلاً اللہ اکبر۔ جو شخص احرام باندھ لیتا ہے اصطلاحاً مُحْرِم کہلاتا ہے۔

لبَاسِ اِحرَامُ سے مراد وہ لباس ہے جو حُجاج کو میقات سے پہننا لازم ہے۔ مردوں کے واسطے ایک تہ بند، ایک چادر سنت ہے لیکن ان میں کوئی سلائی نہ ہو۔ سفید رنگ افضل ہے۔ جوتا پہن سکتے ہیں۔ البتہ ٹخنے کھلے رہنے ضرور ہیں۔ اور بعض کے نزدیک پیر کی

پشت بھی کھلی رہنی ضروری ہے۔ ہتیار لگانے اور کمر سے پیٹی باندھنے کی بھی اجازت ہے۔ عورتوں کے احرام کا لباس ان کا معمولی لباس ہے۔ البتہ حالتِ احرام میں چہرہ کھلا رکھنا لازم ہے۔

تلبیہ ۔ احرام باندھتے وقت اور کل دورانِ حج میں جو کلمات بکثرت پڑھتے ہیں اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں، وہ یہ ہیں ۔ ان ہی کو اصطلاحاً تلبیہ کہتے ہیں۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ ۔ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔ (حج کا) تلبیہ ۱۰ ذی الحجہ کو ختم ہو جاتا ہے۔ (لیکن اگر صرف عمرہ کا احرام باندھیں تو حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہی تلبیہ ختم ہو جاتی ہے)

تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر سے مراد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر ہے۔ یہ کلمات بھی پڑھنے میں زیادہ آتے ہیں ۔

شوط ۔ جب حرم شریف میں پہنچتے ہیں تو مطاف میں حجرِ اسود کے روبرو کھڑے ہوتے ہیں۔ کچھ دعائیں پڑھتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ پھر جانبِ شمال رخ کر کے چلتے ہیں۔ اس طرح کہ بیت اللہ شریف کی شرقی دیوار بائیں ہاتھ پر آجاتی ہے۔ مُلتزم اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے حطیم کے گرد گھومتے ہوئے رکنِ یمانی پر ہوتے ہوئے پھر حجرِ اسود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس ایک دور کو اصطلاحاً شوط کہتے ہیں ۔ علیٰ ہٰذا سعی میں بھی شوط شمار ہوتے ہیں ۔

طواف ۔ سات شوط مل کر ایک طواف شمار ہوتے ہیں۔

طواف کی پانچ قسمیں ہیں۔ طوافِ نفل۔ طوافِ عُمرہ۔ طوافِ قُدوم۔ طوافِ زیارت یا طوافِ اِفاضہ۔ طوافِ صدر یا طوافِ اَلوِداع۔ ہر ایک کی تشریح آئندہ پیش ہوگی۔

اِستلام۔ طواف کرتے ہوئے ہر شوط میں سنت ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے۔ بوجہ اژدحام بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھوں سے یا صرف ایک ہاتھ سے، اور بہتر ہے کہ سیدھے ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اپنے ہاتھوں یا ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دور سے حجر اسود کو چھونے کا اشارہ ہاتھوں سے کر لے اور ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔ یہ حجر اسود کا استلام کہلاتا ہے۔ صرف پہلے استلام میں (کانوں تک) ہاتھ اٹھاتے ہیں نیت کی وجہ سے۔ باقی میں ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں صرف تقبیل (بوسہ دینا) ہے۔ علیٰ ہذا رکنِ یمانی کا بھی استلام کرتے ہیں۔ لیکن اس کو بوسہ نہیں دیتے۔ دونوں ہاتھوں سے یا سیدھے ہاتھ سے صرف چھو لیتے ہیں۔ اسی قدر مستحب ہے۔ (اگر رکن یمانی کو چھو نہ سکیں تو اشارہ سے استلام نہ کرنا چاہیئے۔) رکن عراقی اور رکن شامی بحالت موجودہ چونکہ بنیادِ ابراہیمی پر نہیں ہیں بلکہ اہلِ قریش کی بنیاد پر ہیں اس لئے ان کا استلام بھی نہیں کرتے۔

سعی۔ طواف سے فارغ ہو کر بعض صورتوں میں سعی کرتے ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ صفا سے مَروَہ جاتے ہیں۔ مَروَہ سے صفا آتے ہیں۔ گویا یہ دو شوط ہوئے۔ اسی طرح سات شوط کرتے ہیں۔ چونکہ صفا سے شروع کرتے ہیں ساتواں شوط مَروَہ پر ختم ہوتا ہے۔ دونوں مقامات کے درمیان تقریباً دو فرلانگ کا فصل ہے۔ دعائیں پڑھتے ہوئے اوسط چال چلتے ہیں۔ لیکن تھوڑے فصل پر (سیدھے جانب دیوار پر) دو سبز علامات بنے ہوئے ہیں جو میلین کہلاتے ہیں۔

ان (دو علامات) کے درمیان آتے جاتے دوڑتے ہیں۔ یا کم از کم رفتار تیز کر دیتے ہیں۔ معذور لوگ سواری (کرسی) پر یا شبری میں بیٹھ کر کاندھوں پر ہی سعی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ طوافِ عمرہ اور طوافِ قدوم اور طواف زیارت کے بعد سعی کی جاتی ہے۔

اِضطِبَاع ۔ معمولاً تو اِحرام کی چادر اس طرح اوڑھتے ہیں کہ سر کھلا رہتا ہے اور دونوں شانے ڈھکے رہتے ہیں۔ لیکن جس طواف کے بعد سعی کرنی ہوتی ہے اس طواف میں چادر کو دہنی بغل کے نیچے لا کر بائیں مونڈھے پر اس طرح ڈال لیتے ہیں کہ دہنا شانہ کھلا رہتا ہے اور چادر کے دونوں کونے بائیں شانہ کو ڈھک لیتے ہیں۔ اس طرح اِحرام اوڑھنے کو اِضطِبَاع کہتے ہیں۔

رَمَل ۔ جس طواف کے بعد سعی کرنی مقصود ہو اس میں سنت ہے کہ طواف کرتے وقت پہلے تین شوط میں شانے ہلاتا ہوا۔ اکڑتا ہوا۔ قدم اونچے اٹھاتا ہوا۔ کسی قدر دوڑتا ہوا۔ گویا زور دکھاتا ہوا چلے اسی کو رَمَل کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ رَمَل میں اِضطِبَاع کرتے ہیں۔ طوافِ عمرہ اور طوافِ قُدوم میں تو یہی قاعدہ ہے۔ البتہ طوافِ زیارت میں اِضطِبَاع کے بغیر رَمَل کرتے ہیں۔ مزید تشریح آئندہ پیش ہوگی۔

یَوْمُ التَّرْوِیَۃ سے مراد ۸ رذی الحجہ ہے۔ اس تاریخ کی شب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا خواب دیکھا تھا۔ اسی تاریخ کو حاجی مکۂ معظمہ سے حج کے واسطے جانب عرفات روانہ ہوتے ہیں۔

وُقُوفِ عرفات ۔ عَرفہ سے مراد ۹ رذی الحجہ ہے۔ وُقُوفِ عَرَفَات سے یہ مراد ہے کہ ۹۔ ذی الحجہ کو حاجی میدانِ عرفات

میں آکر جمع ہوتے ہیں اور حج کا سب سے بڑا رکن پورا ہوتا ہے۔

وُقوفِ مُزدلِفہ ۔ ۹ رذی الحجہ کی شام کو غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہوکر حجاج ۱۰ رذی الحجہ کی شب کو مُزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ اور طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوکر مِنا پہنچ جاتے ہیں۔

وُقوفِ مِنا ۔ اول عرفات جاتے ہوئے ۹ رذی الحجہ کی شب کو حجاج مِنا میں ٹھیرتے ہیں۔ ۹ رذی الحجہ کا دن عرفات میں بسر ہوتا ہے۔ ۱۰ رذی الحجہ کی شب کو مُزدلفہ میں قیام رہتا ہے۔ پھر ۱۰ رذی الحجہ کی صبح سے ۱۲ ریا ۱۳ رذی الحجہ کی شام تک مِنا میں قیام کرتے ہیں۔

ایامِ تشریق ۔ ۹ رذی الحجہ لغایتہ ۱۳ رذی الحجہ یہ پانچ روز ایامِ تشریق کہلاتے ہیں۔ اس دوران میں ہر نمازِ فرض کے بعد کم ازکم ایک مرتبہ تکبیر کہنا ضروری ہے۔ یہ سلسلہ ۹ رذی الحجہ کو نمازِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور ۱۳ رذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔

تکبیرِ تشریق سے مراد وہ تکبیر ہے جو ہر نمازِ فرض کے بعد ایامِ تشریق میں کہنا ضروری ہے (یعنی اللّٰہُ اَکبَرُ اللّٰہُ اَکبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ اللّٰہُ اَکبَرُ وَلِلّٰہِ الحَمدُ)۔

جمعِ تقدیم سے مراد یہ ہے کہ بتاریخ ۹ رذی الحجہ میدانِ عرفات میں حاجی جمع ہوتے ہیں تو بعدِ زوال مسجدِ نَمرہ میں جاکر امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت اکٹھا پڑھتے ہیں۔ ان دو نمازوں کے درمیان اور نیز ان کے بعد کچھ نہیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ سنت ظہر بھی ترک کر دیتے ہیں۔ البتہ تکبیرِ تشریق ضرور پڑھ لیتے ہیں لیکن جو حاجی مسجدِ نَمرہ نہ جائیں اور اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھیں وہ

حسب معمول ظہر اور عصر کی نماز اپنے اپنے وقت پر علیٰحدہ پڑھتے ہیں۔
جمع نہیں کر سکتے۔
جمع تاخیر۔ ۹ر ذی الحجہ کو بعد غروب آفتاب جلد جلد عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہوتے ہیں تو اس وقت مغرب کی نماز نہیں پڑھتے۔ نہ پڑھنی چاہیئے۔ بلکہ مزدلفہ کو پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے یکے بعد دیگرے عشاء کے وقت پڑھتے ہیں۔ خواہ مسجد میں امام کے پیچھے پڑھیں خواہ تنہا یا جماعت سے اپنے مقام پر پڑھیں۔ نماز مغرب کے واسطے نیت ادا باندھتے ہیں۔ نیت قضاء نہیں باندھتے۔ دونوں نمازوں کے بیچ میں وہی تکبیر تشریق کے سوا کچھ نہیں پڑھ سکتے۔ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر علی الترتیب بعد کو پڑھتے ہیں۔ ان نمازوں کو ملاکر پڑھنا اصطلاحاً جمع تاخیر کہلاتا ہے۔ (اگر کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے رات میں عرفات سے مزدلفہ پہنچنا ہو سکے تو مغرب اور عشاء کی نماز عرفات میں ادا کرے۔ اگر طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائے تو نمازیں دہرالے)۔
وقت مکروہ سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ عین طلوع آفتاب یا عین غروب آفتاب کے وقت۔ عین زوال آفتاب کے وقت۔ اور نماز عصر و مغرب کے درمیان۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ طواف کی اجازت ہے۔
ایام نحر۔ ۱۰ر ذی الحجہ لغایتہ ۱۲ر ذی الحجہ ان تین دنوں میں قربانی ہوتی رہتی ہے۔ ان ہی کو ایام نحر کہتے ہیں۔
رمی جمار۔ منا میں ۱۰ر ذی الحجہ سے ۱۲ر یا ۱۳ر ذی الحجہ تک

قیام کرتے ہیں۔ یہاں ایک خاص مشغلہ یہ ہے کہ ہر روز جمار کو جا کر کنکریاں مارتے ہیں۔ اسی کو رمیِ جمار کہتے ہیں۔ طریق یہ ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو صرف جَمْرَةُ الْعَقَبَة کو سات کنکریاں مارتے ہیں۔ باقی دو یا تین دن جَمْرَةُ الْاُوْلیٰ۔ جَمْرَةُ الْوُسْطیٰ اور جَمْرَةُ الْعَقَبَة۔ اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے تینوں جمار کو ہر روز سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے دن طلوعِ آفتاب سے دوپہر تک وقت مسنون ہے۔ زوال سے غروبِ آفتاب تک مباح۔ بعدِ غروب مکروہ (البتہ عورتوں اور ضعیفوں کے لئے بعدِ غروب مکروہ نہیں) باقی دنوں میں رمی کا وقت زوال سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ قبلِ زوال جائز نہیں ہے۔ اور بعدِ غروب مکروہ ہے رمی کرتے وقت جمار سے کم از کم ۵ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ ایک ایک کر کے سات کنکریاں جمار پر تاک کر مارے۔ ہر مرتبہ مارتے وقت کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ عَلیٰ طَاعَةِ الرَّحْمٰنِ وَ رَغْمِ الشَّیْطٰنِ (اللہ کے نام سے اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ کی اطاعت میں۔ اور شیطان کی مخالفت میں) اور چاہے تو ساتھ ساتھ یہ دعا بھی پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ (یا اللہ اس حج کو مقبول بنا اور گناہ معاف کر) رمی کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے چن کر لاتے ہیں۔ (۱۰ ذی الحجہ کی رمی کے لئے مزدلفہ سے کنکریاں لینا سنت ہے۔ باقی کہیں سے بھی لے سکتے ہیں) ۱۰ ذی الحجہ کو منا میں رمی جَمْرَةُ الْعَقَبَة کے بعد تلبیہ ختم ہو جاتا ہے (اگر غروب سے قبل رمی نہ کر سکیں تو غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی تلبیہ موقوف کر دیتے ہیں۔

ذبح۔ ۱۰ ذی الحجہ کو بعد رمی جَمْرَةُ الْعَقَبَة حجاج منا میں

قربانی کرتے ہیں۔ ذبح سے یہی قربانی مراد ہے۔ یہ قارن اور متمتع پر واجب ہے۔ اس لئے اِس کو دمِ قران اور دمِ تمتع بھی کہتے ہیں۔ مفرد پر واجب نہیں ہے۔ مستحب ہے۔ مزید تفصیل اور مسائل آئندہ بیان ہوں گے۔

اُضحیہ سے مراد وہ قربانی ہے جو عام طور پر اہلِ استطاعت عید الضحیٰ کے موقع پر ایامِ نحر میں کرتے ہیں۔ وہ دمِ قران اور دمِ تمتع سے بالکل جداگانہ ہے (اور اہل استطاعت پر جو مقیم کی تعریف میں آتے ہوں واجب ہے۔

حلق یا قصر۔ ۱۰ ذی الحجہ کو منا میں رمی اور ذبح سے فارغ ہو کر تیسرا کام حلق ہے۔ یعنی سر منڈانا۔ یا قصر یعنی کم از کم انگلی کے ایک پور کے برابر کل بال کٹوا دینا۔ مردوں کو حلق افضل ہے لیکن عورتوں کو حرام ہے۔ قصر کرتی ہیں۔ کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر ضروری ہے۔ علیٰ ہذا عمرہ میں بھی حلق یا قصر کرنا پڑتا ہے۔ مسائل کے بیان میں صرف لفظ حلق استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے مفہوم میں قصر بھی داخل ہے۔ (بروایت حضرت عائشہؓ عورت کو کسی طرف کا ذرا سا بال لے لینا کافی ہے (سیرۃ عائشہؓ ۲۲۴ از سید سلیمان ندوی۔ مناسک بحوالہ مناسک کبیر امام بن حنبلؒ

حلال۔ احرام باندھنے کے بعد بہت سے امور ممنوع ہو جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل آئندہ مسائل کے تحت بیان ہوگی۔ حلق یا قصر کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے تو معمولی لباس پہن لیتے ہیں اور ممنوعات بھی رفع ہو جاتے ہیں۔ حج اور عمرہ میں حلال ہونے کے مسائل مختلف ہیں۔ تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔

اِحصار سے مراد یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد کوئی

لا علاج معذوری پیش آجائے اور عُمرہ یا حج ادا نہ ہو سکے۔ ایسے معذور مُحْرِم کو اصطلاحًا مُحْصَر کہتے ہیں۔ بحالت احصار مُحْرِم حلال ہونے کے واسطے جو دم دیتا ہے وہ دَمِ اِحْصَار کہلاتا ہے۔

جِنَایَات۔ حج و عُمرہ میں مسائل شرعیہ کے لحاظ سے اگر غلطی یا کوتاہی ہو جائے تو ایسی خرابی کو اصطلاحًا جنایت کہتے ہیں۔

کَفَّارَہ۔ کسی جنایت کی وجہ سے جو کچھ بطور خیرات دینا پڑے وہ کفارہ کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسم ہیں۔ دَم اور صدقہ (دم اور صدقہ خود نہ کھائیں اور نہ غنی کو کھلائیں۔ یہ مسکینوں کا حق ہے)۔

دَم۔ صرف دو کفاروں میں سالم اونٹ یا سالم گائے ذبح کرنی پڑتی ہے۔ بعض میں صرف ایک بکرا یا بھیڑ ذبح کرتے ہیں۔ اس ذبح کو دَم یا دَمِ جنایت کہتے ہیں۔ دَمِ قِران اور دَمِ تمتّع جن کا ذکر اوپر آچکا ہے دمِ جنایت سے بالکل مختلف ہیں۔ وہ بطور خود واجب ہیں۔ اور دمِ جنایت محض کفارہ ہے جنایت کا۔ اگر جنایت نہ ہو تو یہ دم بھی نہ ہوگا۔ دَمِ اِحْصَار بھی ایک قسم کا دمِ جنایت ہے۔ مزید تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔

صَدَقَہ۔ بہت سی معمولی جنایات میں صرف صدقہ دینا پڑتا ہے۔ یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو۔ اور چھوٹے جنایات میں صدقہ کا تعین کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک مٹھی گیہوں۔ جنایات و کفارہ جات کی ضروری تفصیل آئندہ مسائل کے تحت بیان ہوگی۔

(۱۷) حج کے مبادیات | حج کے مقامات کا جغرافیہ اور حج کے مشاغل کی شرعی اصطلاحات اوپر درج ہو چکی ہیں۔ ذیل میں حج کے

مسائل اور حج کا طریق پیش کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں دو عبادتیں خاص ہیں۔ ایک حج دوسرا عُمرہ۔ حج فرض ہے اور عُمرہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ حج کرنے والا حاجی اور عمرہ کرنے والا مُعتمِر کہلاتا ہے۔ اوّل عُمرہ سمجھ لینا چاہیے کہ مختصر ہے۔ عُمرہ سے مراد زیارتِ بیتُ اللہ شریف ہے اور اس کا خاص طریق ہے جو آیندہ بیان ہوگا۔ سال کے بارہوں مہینے جب چاہیں اور جتنی مرتبہ چاہیں عُمرہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ماہ رمضان میں عُمرہ کرنے کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت ہے۔ جس نے رمضان میں عُمرہ کیا اس کو اتنا ثواب ملا گویا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ ایامِ تشریق میں عمرہ کرنا البتہ مکروہِ تحریمی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کوئی وقوفِ عرفات سے محروم رہے، اور اس کا حج فوت ہو جائے۔ وہ ان تاریخوں میں بھی عمرہ کرے تو مضائقہ نہیں۔ عمرہ کرنے سے وہ حلال ہو جائے گا۔

جو لوگ کہ حدودِ حرم میں رہتے ہیں، یا جو آفاقی اَشْہُرِ حج سے پہلے آکر وہاں مقیم ہیں۔ یا جو لوگ کہ میقات کے اندر رہتے ہیں، عُمرہ کے معاملہ میں یہ تینوں گروہ اہلِ مکہ شمار ہوتے ہیں۔ ان سب کے واسطے اَشْہُرِ حج میں حج کے علاوہ عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ لیکن وہ اگر اس سال حج کرنا نہ چاہیں تو پھر اس زمانہ میں عمرہ کر سکتے ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ عمرہ بھی گویا ایک چھوٹا حج ہے۔ رہے آفاقی حجاج۔ سو تمتع کی صورت میں وہ پہلے عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ایامِ تشریق کے سوا اشہرِ حج میں ہر نئے احرام سے جدید عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ جو آفاقی حاجی قارِن یا مُفرِد ہو وہ احرام

کا پابند ہے۔ نہ جدید احرام باندھ سکتا ہے، نہ اشہرِ حج میں مزید عمرہ کر سکتا ہے مزید تشریح آئندہ پیش ہوگی۔

اب حج کو لیجئے کہ اس میں کسی قدر تفصیل درکار ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ کلمۂ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ ہر مسلمان پر حج فرض ہے بشرطیکہ وہ آزاد ہو۔ تندرست ہو، عاقل ہو، بالغ ہو اور مستطیع ہو۔ یعنی اتنی مالی حیثیت رکھتا ہو کہ سفر خرچ برداشت کرے۔ اور کنبہ کے واسطے بھی بقدرِ ضرورت نان ونفقہ چھوڑ جائے۔ مالی حیثیت کے علاوہ مال حلال کمائی کا ہونا ضرور ہے۔ حرام کمائی کے مال سے حج قبول نہیں ہوتا۔ اگر مشتبہ ہے تو کسی سے مالِ حلال قرض لے لے اور بعدِ حج اس قرض کو ادا کر دے۔ حج کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر کے راستے امن وامان کے ساتھ کھلے ہوں۔ اگر جنگ یا بدامنی کی وجہ سے راستے بند ہوں تو معذوری ہے۔ اگر کوئی شخص علالت یا ضعفِ بدن کی وجہ سے معذور ہو۔ اور یہ معذوری ہنگامی نہیں۔ بلکہ مستقل ہو تو وہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج کرا سکتا ہے۔ اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کی طرف سے حج ہو سکتا ہے۔ اسی کو حج عَنِ الْغَیر یا حجِ بدل کہتے ہیں۔ لیکن اس کے مسائل دقیق اور نازک ہیں۔ ضروری تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک لطیف شرعی نکتہ سمجھ لینا ضرور ہے۔ وہ یہ کہ گو استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی غیر مستطیع حج کے شوق میں جائے تو بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی پہلی مرتبہ حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح پہنچنے کے بعد غیر مستطیع کا بھی

حج فرض ادا ہو جاتا ہے۔

حج فرض ہو جانے کے بعد جلد از جلد اس کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تساہل اور تاخیر کرنا سخت غلطی ہے۔ افسوس ہے کہ جن پر حج صریحاً فرض ہو چکا ہو اس معاملہ میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ بہت سے تو حج کا خیال تک دل میں نہیں لاتے۔ اور بہت سے لیت ولعل کرتے رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر جائیں گے۔ فلاں سال جائیں گے حتیٰ کہ کبھی جانا نصیب نہیں ہوتا۔ عام طور سے حج کو لوگ بڑھاپے پر اٹھا رکھتے ہیں۔ گویا ایک غیر ضروری سا کام ہے۔ بیکاری کے زمانہ میں کریں گے۔ جوانی میں کون جائے کس کو فرصت ہے! اول تو بڑھاپے کا کس کو یقین ہے۔ دوسرے نہ صرف سفر بلکہ کل احکام حج اچھی صحت اور طاقت چاہتے ہیں۔ بیمار اور کمزور لوگ ان کو پورا کرنے سے عاجز ہیں۔ تیسرے تاخیر خود شرعاً گناہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو کوئی حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر کرے، وہ فاسق ہے۔ مردود الشہادۃ ہے۔ اس سے بڑھ کر قابل لحاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کو حج کرنا ہو جلد کرے۔ اگر کوئی فرض ہو جانے کے بعد نہ کرے اور بن کئے مر جائے تو خدانخواستہ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ استغفر اللہ۔ کیسی سخت تنبیہ ہے۔ اس پر بھی کیسی غفلت ہے لیکن بعض اللہ کے بندے حج فرض ادا کرنے کے علاوہ کئی کئی حج نفل ادا کرتے ہیں۔ ایک حج فرض ہے اس کے علاوہ جس قدر حج کئے جائیں وہ نفل شمار ہوتے ہیں۔

(۱۸) آدابِ سفر | سفر کے آداب یہ ہیں کہ لڑائی جھگڑے اور غصہ سے بچے - صبر، ضبط اور تحمل سے کام لے۔ اس سفر میں نفس کی بڑی آزمائش ہے۔ قدم قدم پر اس کو اشتعال کے موقع ملتے ہیں۔ اگر دب گیا تو انشاء اللہ ہمیشہ کے واسطے دب گیا اتنا مضمحل ہو جائے گا کہ پھر کبھی سر نہ اٹھائے گا۔ اور اگر اس راستہ میں بھی نہ دبا تو پھر ہمیشہ کے واسطے شیر ہو جائے گا۔ خدا نخواستہ کبھی نہ دبے گا۔ حج میں حجت تمام ہو جاتی ہے۔ یہ خشیۃ اللہ کا مقام ہے۔ حج کے بیان میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (۵/۲) (اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے) اللہ تعالیٰ سعی اشکور فرمائے۔ انجام بخیر کرے۔ جو لوگ اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں ان پر بڑا فضل رہتا ہے۔ ہزار آزمائشیں آئیں، بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ (۲/۹) (حج کے تو خاص مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مہینوں میں حج کی ٹھان لے تو حج میں نہ بے ہودگی کی کوئی بات کرے۔ نہ گناہ کی نہ جھگڑے کی۔ اور جو بھی نیک کام کرو تو اللہ کو اس کا علم ہوگا۔ (حج کے) راستہ کا خرچ لیا کرو کیونکہ بہترین زادِ راہ (توشہ) پرہیزگاری ہے (یعنی گناہ اور سوال سے بچنا) اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو)

(۱۹) اقسام حج حج کی تین قسم ہیں۔ ایک افراد۔ دوسرا تمتع۔ تیسرا قران۔ افراد سے مراد یہ ہے کہ صرف حج کرنا مقصود ہو۔ اس سال اَشہرِ حج (حج کے مہینوں) میں عمرہ کرنا مقصود نہ ہو۔ ایسے حج کو افراد اور حاجی کو مُفرِد کہتے ہیں۔ تمتع یہ ہے کہ ایک ہی سال اَشہرِ حج میں اول عمرہ کرے اور حلال ہو جائے۔ پھر دوسرے احرام سے حج کرے۔ ایسے حج کو تمتع اور حاجی کو مُتمتع کہتے ہیں۔ قِران یہ ہے کہ ایک ہی سال اَشہرِ حج میں اول عمرہ کرے۔ لیکن حلال نہ ہو، بلکہ وہی احرام بحال رکھے اور اسی احرام سے حج کرے۔ ایسے حج کو قران اور حاجی کو قارِن کہتے ہیں۔ جیسا کہ عمرہ کے سلسلہ میں ذکر آ چکا ہے۔ جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں یا جو آفاقی اَشہرِ حج سے پہلے آ کر وہاں مقیم ہیں اور نیز جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان سب کے واسطے اَشہرِ حج میں عمرہ کرنا حج کے علاوہ مکروہ ہے۔ اس لئے یہ لوگ حج کو افراد کے طریق پر ادا کرتے ہیں۔ رہے آفاقی حُجاج جو میقات کے باہر سے اَشہرِ حج میں حج کرنے آتے ہیں اور اُن کو اَشہرِ حج میں حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز ہے اور بطورِ خود عمرہ سنت مؤکدہ ہے۔ لہٰذا ان کو اختیار ہے حج خواہ بطریق تمتع ادا کریں خواہ بطریق قران۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک تمتع سے قران افضل ہے۔ قران میں ریاضت زیادہ ہے۔ اس لئے فضیلت بھی زیادہ ہے۔ افراد میں صرف حج ہے، عمرہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ تمتع سے بھی کمتر مانا جاتا ہے۔ تاہم آفاقی حجاج بھی چاہیں تو صرف بطریق افراد حج کر سکتے ہیں۔ مگر بہت کم کرتے ہیں۔

علیٰ ہذا واضح ہو کہ حج بدل کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ افراد اور قران۔ اس حج میں تمتع ممکن نہیں۔ چنانچہ مزید تشریح آئندہ پیش ہو گی۔

غرض کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد۔ تمتع اور قران۔ ہر حج کے بعض مسائل مشترک ہیں اور بعض مختلف۔ ذیل میں بقدر گنجائش صراحت کرتے ہیں۔ حج میں تین کام فرض ہیں۔ ایک احرام باندھنا (یہ شرط ہے)۔ دوسرا وقوفِ عرفات۔ تیسرا طوافِ زیارت جس کو طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا چھ کام واجب ہیں۔ (۱) سعی۔ (۲) وقوفِ مزدلفہ (۳) رمیِ جمار (۴) حلق یا قصر (۵) ذبح، صرف قارن اور متمتع کے واسطے واجب ہے۔ البتہ مفرد کے واسطے مستحب ہے۔ واجب نہیں۔ اور (۶) طوافِ صدر جس کو طوافِ وداع بھی کہتے ہیں، آفاقی حجاج کے واسطے واجب ہے۔ اہلِ حرم اور میقاتی حجاج کے لئے مستحب ہے، واجب نہیں کسی واجب کے ترک ہو جانے سے حج باطل تو نہیں ہوتا لیکن ناقص ضرور ہو جاتا ہے۔ اور بطور کفارہ دَم یعنی قربانی لازم ہو جاتی ہے (اِلّا اِن صورتوں کے جن کی صراحت ہو چکی ہے) باقی کام سنت ہیں یا مستحب۔ وہ اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ سنت کے ترک سے حج کسی قدر ناقص ہو جاتا ہے۔ کفارہ کی تفصیل جنایات کے تحت آئندہ پیش ہو گی۔

عمرہ بھی ایک چھوٹا حج ہے۔ اور سنتِ مؤکدہ ہے۔ سو عمرہ میں احرام فرض (شرط) ہے۔ طواف کے پہلے چار شوط بھی فرض ہیں۔ باقی تین واجب ہیں۔ علیٰ ہذا سعی اور حلق بھی واجب ہے۔ باقی کام سنت اور مستحبانہ

ہیں۔ مزید تفصیل ذیل میں پیش ہوگی۔

(۲۰) اِحرام

اول حج اور عمرہ کے اوّلین رکن احرام کو لیجئے۔ اگر کوئی آفاقی مکہ معظمہ کو جائے خواہ حج خواہ عمرہ خواہ سیر و سیاحت خواہ کاروبار کی غرض سے اس پر واجب ہے کہ احرام باندھ کر جائے۔ احرام باندھے بغیر مکہ معظمہ جانا آفاقی کے واسطے بہرصورت حرام ہے۔ احرام خواہ میقات سے باندھے۔ خواہ کسی ایسے مقام سے جو راستہ پر میقات کی سیدھ میں ہو۔ میقات سے کچھ پہلے احرام باندھ لے تو وہ بھی اولیٰ ہے۔ جو لوگ سیر و سیاحت یا کاروبار کی غرض سے جائیں وہ بھی احرام باندھتے وقت عمرہ ہی کی نیت کرتے ہیں۔ اور حرم شریف حاضر ہو کر عمرہ بجالاتے ہیں۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد حلال ہو جاتے ہیں۔ حجاج میں بھی جن کو تمتع کرنا مقصود ہو وہ عمرہ کے بعد حلال ہو جاتے ہیں حج کے واسطے مکہ (یا حدودِ حرم میں کسی مقام) سے پھر دوسرا احرام باندھتے ہیں۔ البتہ جو قران کرتے ہیں وہ عمرہ کے بعد بھی احرام میں رہتے ہیں اور حج پورا کر کے حلال ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ میقاتی ہیں، وہ حج یا عمرہ کے واسطے اپنے اپنے مقام سے احرام باندھتے ہیں۔ لیکن اگر دوسرے اغراض کے واسطے مکہ معظمہ جانا ہو تو بغیر احرام کے جاسکتے ہیں جو لوگ اہل حرم ہیں یعنی حدودِ حرم کے اندر رہتے ہیں وہ حج کا احرام مکہ معظمہ (یا حدودِ حرم میں کسی مقام) سے باندھ کر عرفات کو جاتے ہیں۔ البتہ عمرہ کا احرام حدودِ حرم کے باہر سے باندھ کر حرم شریف کو آتے ہیں۔ ایک مقام ہے تنعیم۔ مکہ معظمہ سے ۳ یا ۴ میل دور حدودِ حرم کے باہر واقع ہے۔ وہاں پر مسجد ہے کنواں ہے، بالعموم اہلِ حرم اور وہ لوگ جو حدودِ حرم میں داخل ہو کر کئی عمرے کرنے چاہیں، وہاں سے احرام

باندھ باندھ کر آتے ہیں اور عمرے کرتے ہیں چنانچہ حجاج حج کے زمانہ میں اس طرح کئی کئی عمرے کر لیتے ہیں۔ متمتع عمرہ کے بعد ہی حلال ہو کر قبلِ حج بھی نئے احرام سے نیا عمرہ کر سکتا ہے۔ البتہ مفرد اور قارن حج کے بعد ایسے عمرے کر سکتے ہیں۔ احرام کی پابندی کی وجہ سے تکمیل حج سے قبل مزید عمرے نہیں کر سکتے۔ اس کی مزید تشریح آئندہ پیش ہوگی۔ اپنے علاوہ دوسروں کے واسطے بھی عمرے کر سکتے ہیں۔ مثلاً احباب واعزہ کے واسطے کرتے ہیں۔

طریق احرام کا یہ ہے کہ اول اصلاح بنوالے پھر غسل یا کم ازکم وضو کرے۔ پھر لباس اتار کر احرام کا تہہ بند باندھے اور چادر اوڑھے۔ تہہ بند ٹخنوں سے اونچا رہے۔ اور چادر شانوں تک ڈھک لے۔ مگر سر اور چہرہ کھلا رہے۔ احرام باندھتے وقت چاہے تو بدن کو عطر ملے۔ اور لباس احرام کو بھی عطر لگائے بشرطیکہ اس پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے۔ پھر سنت ہے کہ وقتِ غیر مکروہ میں دو رکعت نماز نفل سر ڈھک کر پڑھے۔ رکعتِ اول میں الحمد کے بعد سورہ کافرون اور رکعتِ دوم میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پڑھے یا جو سورہ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ بعد سلام کے سر کھول دے اور چہرہ کھلا رکھے۔ اور احرام کی نیت باندھے۔ عورتیں صرف چہرہ کھلا رکھیں اور معمولی لباس میں رہیں۔ اگر عمرہ محض یا بضمن حج تمتع مقصود ہو تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ (ترجمہ۔ یا اللہ میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں آپ میرے لئے اسے آسان کیجئے اور قبول فرمائے) (یا اسی مفہوم کو اپنی زبان میں ادا کرے) اگر حج مقصود ہے خواہ بطریق افراد یا بطریق تمتع، تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ

مِنِّیْ (یا اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں۔ میرے لئے اسے آسان کیجئے اور قبول فرمائیے) اور اگر قران مقصود ہے تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ۔ نیت کرتے ہی آواز سے کہے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ۔ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ (جی حاضر۔ یا اللہ حاضر ہوں۔ حاضر ہوں آپ کا کوئی شریک نہیں) اب باقاعدہ احرام بندھ گیا۔ اس کے بعد اکثر اوقات آواز سے تلبیہ کہتا رہے کبھی کبھی درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگتا رہے۔ ایک دعا یہ بھی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا (یا اللہ میرا یہ حج خالص و مقبول کیجئے اور میری سعی مشکور کیجئے) واقعی حج قبول ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ ع لِلّٰہِ الْحَمْد ٹھکانے لگی محنت میری۔

(۲۱) احرام اور مدینہ منورہ

آفاقی حجاج حج و زیارت کے سلسلہ میں مکہ معظمہ کے ساتھ مدینہ منورہ بھی حاضر ہوتے ہیں۔ ضرور ہے کہ آمد و رفت کے تحت احرام کے مسائل واضح کر دیئے جائیں کہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اکثر حجاج کو ان مسائل کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۱) اگر آفاقی حجاج حدودِ حرم سے بالا بالا اول راست مدینہ منورہ حاضر ہوں تو بعد کو مدینہ منورہ کے میقات (ذوالحلیفہ) سے احرام باندھ کر وہ مکہ معظمہ حاضر ہوں گے۔

(۲) اگر آفاقی حجاج اول مکہ معظمہ حاضر ہوں اور حج سے فارغ

ہوکر مدینہ منورہ حاضر ہوں۔ تو مدینہ منورہ سے راست اپنے وطن کو واپس ہول گے۔ یا واپسی میں دوبارہ مکہ معظمہ حاضر ہونا چاہیں تو مدینہ منورہ کے میقات سے عمرہ کا احرام باندھیں گے۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہوکر عمرہ ادا کریں گے۔

(۳) لیکن اگر آفاقی حجاج اول مکہ معظمہ حاضر ہوں اور پھر قبلِ حج مدینہ منورہ حاضر ہوں۔ تو یہ تیسری صورت زیادہ پیچیدہ ہے۔ اس کے مسائل ذیل میں قابل توجہ ہیں۔

(الف) اگر کوئی آفاقی اشہرِ حج سے قبل مکہ معظمہ حاضر ہو، تو وہ اپنے میقات سے احرام باندھے اور مکہ معظمہ حاضر ہوکر عمرہ ادا کرے اور حلال ہو جائے۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ حاضر ہونا چاہے تو اس کی تین صورتیں ہوں گی۔ اول صورت یہ کہ اشہرِ حج سے قبل ہی مدینہ منورہ جائے۔ اور قبل ہی واپس آجائے۔ ایسی صورت میں وہ آفاقی کی طرح مدینہ منورہ کے میقات سے احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کرکے حلال ہو جائے۔ مکہ معظمہ میں اس کی حیثیت اشہرِ حج میں اہل حرم کی سی ہوگی۔ دوم صورت یہ کہ اشہرِ حج سے قبل مدینہ منورہ جائے اور اشہرِ حج میں وہاں سے مکہ معظمہ واپس آئے۔ تو اس صورت میں اس کی حیثیت آفاقی حاجی کی سی ہوگی۔ مدینہ منورہ کے میقات (ذوالحلیفہ) سے احرام باندھے۔ خواہ حج تمتع کی نیت کرے خواہ حج قران کی۔ سوم صورت یہ ہے کہ اشہرِ حج میں ہی مدینہ منورہ جائے اور مکہ معظمہ واپس آئے۔ تو اس صورت میں اس کی حیثیت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہلِ حرم کی سی ہوگی۔ اور صاحبینؒ (امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ)

کے نزدیک اس کی حیثیت آفاقی کی رہے گی۔ بحیثیتِ اول وہ مدینہ منورہ کے میقات سے صرف حجِ افراد کا احرام باندھے گا۔ اور بحیثیت دوم حجِ تمتع یا حجِ قران کا اختیار حاصل ہے اور یہی مرجح معمول ہے۔

(ب) اگر کوئی آفاقی اشہرِ حج میں تمتع کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئے، عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔ اور اس کے بعد مدینہ منورہ جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔ البتہ واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے میقات سے احرام باندھے خواہ حج تمتع خواہ حجِ قران کا۔ بایں صورت میں پہلا عمرہ عمرۂ مفردہ شمار ہوگا۔ اور یہ دوسرا عمرہ تمتع یا قران کا عمرہ مانا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی آفاقی اشہرِ حج میں قران کا احرام باندھ کر مکۂ معظمہ آئے۔ اور عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ جانا چاہے تو اسی احرام سے جا سکتا ہے لیکن یہ صورت مکروہ ہے۔ قران کے احرام میں مکہ معظمہ ہی میں قیام رہے تو اولیٰ ہے۔

حضرت مولانا مولوی شفیع الدین صاحب مدظلہ، نگینے والے مدتِ دراز سے بحیثیت مہاجر مکۂ معظمہ میں مقیم ہیں (اب وصال ہو گیا) حضرت کے علم و فضل کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ۔ خاص کر مناسکِ حج پر ایسا عبور بہت نادر ہے۔ اس لئے حضرت سند مانے جاتے ہیں۔ دوسرے حج میں بہ سبیلِ تحقیق مناسک حضرت سے نیاز حاصل ہوا۔ تو اس ناچیز کے حال پر بہت عنایت و شفقت مبذول رہی۔ چنانچہ مدینہ منورہ کی آمد و رفت کے متعلق احرام کے مندرجہ بالا مسائل حضرت ہی کا عطیہ ہیں جو بطور خیر جاریہ درج کئے گئے۔

(۲۲) جنایاتِ احرام

احرام حج اور عمرہ کا پہلا فرض (شرط) ہے۔ احرام باندھنے کے بعد بہت سی باتوں کی احتیاط لازم ہے۔ ورنہ غلطی کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ مثلاً بیوی ساتھ ہو تو ملاعبت اور مباشرت سے احتراز کرے۔ بال نہ مونڈھے، نہ ترا شے نہ اکھاڑے۔ ایک بال بھی اکھاڑے تو کفارہ ذمہ آئے گا۔ البتہ بے خبری میں خود بخود کوئی بال اکھڑ جائے تو معذوری ہے۔ ناخن نہ تراشے۔ خوشبو نہ لگائے نہ سونگھے۔ کسی حالت میں بھی چہرہ اور سر کو نہ ڈھکے بلکہ ان کو کپڑا چھونے تک نہ دے۔ عورتوں کو حسب معمول سر ڈھانکنا چاہیئے۔ البتہ سوتے وقت تکیہ پر سر اور رخسار رکھ سکتے ہیں۔ مگر تکیہ چہرہ پر یا پیشانی تکیہ پر نہیں رکھ سکتے۔ سر پر کپڑوں کی گٹھری رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں۔ جیسے اور کجاوہ کے نیچے سایہ میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ چھتری بھی لگا سکتے ہیں۔ غسل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر مستحب ہے کہ صفائی کے خیال سے جسم مل مل کر میل نہ اتارے۔ سادہ طور پر پانی بہا لے۔ احرام کے زمانے میں تہہ بند اور چادر بھی بدل سکتے ہیں۔ مگر اس میں بھی خواہ مخواہ صفائی مقصود نہ ہونی چاہیئے۔ احرام کا اصلی مقصد عشاق کی صورت بنانا ہے صورت سے سیرت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ تہہ بند اور چادر تو مردوں کے لئے معمول ہے۔ لیکن بحالتِ مجبوری سِلے کپڑے بھی استعمال ہو سکتے ہیں بشرطیکہ بے قاعدہ طور پر استعمال کئے جائیں۔ مثلاً کرتا بطور تہہ بند کے باندھ لیا جائے۔ یا چغہ بطور چادر کے اوڑھ لیا جائے۔ بہرحال عشاق کی دیوانگی کے کچھ آثار نمودار ہونے ضروری ہیں۔ شکار کرنا تو بڑی بات ہے چیونٹی کیڑے تک کو نہ ستائے جوئیں تک نہ مارے (مکھی، مچھر، کھٹمل،

چھپکلی، پسو، پروانہ اور موذی جانور کا مارنا جائز ہے) حرم میں گھاس اور پتے تک نہ توڑے۔ لڑائی جھگڑے کا تو ذکر کیا۔ لوگوں کے ساتھ بھی رہے تو اس طرح کہ باہمہ اور بے ہمہ۔ بس اپنے حال میں مست اور دیوانہ رہے۔ دل میں درد ہو۔ لب پر آہ ہو۔ تلبیہ ہو۔ تسبیح ہو۔ تحمید ہو۔ تہلیل ہو۔ تکبیر ہو غرض کہ اللہ ہی اللہ ہو۔ قرآن کریم میں حج کے احکام پڑھو۔ یاد یاد ہی تاکید ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (اللہ کو یاد کرو۔ پس اللہ کو یاد کرو) حتیٰ کہ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (۲/۹) (پھر جب تم حج کی عبادتیں کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے آباء (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو۔ بلکہ اس کا ذکر اُس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہو)۔

(۲۳) آدابِ داخلہ حرم شریف

مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے آداب یہ ہیں کہ حدودِ حرم میں پہنچ کر ہو سکے تو پیدل چلے۔ تلبیہ اور استغفار کی کثرت کرے۔ غسل کر لے تو سنت ہے۔ صبح کے وقت باب المعلّٰی کی راہ سے مکہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ وقتِ داخلہ چاہیے کہ یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَاَنَّكَ قُلْتَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَبَشَرِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ۔ وَقِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ الْحِسَابِ (یا اللہ یہ آپ کا حرم ہے اور آپ نے فرمایا ہے۔ جو اس میں داخل ہوا امن میں آ گیا۔ اس لئے میرے گوشت میرے خون میرے چمڑے اور میری ہڈی کو آگ پر حرام کر دیجئے۔ اور قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچایئے) مکہ معظمہ پہنچ کر اپنی قیام گاہ پر اترے۔ آرام کرے۔ بعدہٗ غسل یا وضو کر کے حرم شریف کو جائے۔

حرم شریف میں اول مرتبہ باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے۔ قیام گاہ سے تلبیہ کہتا ہوا چلے۔ جب داخل ہو تو کوئی دعائے داخلہ پڑھے۔ مثلاً اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور ان میں داخل کر۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور سب حمد ہے اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو) بیت اللہ پر نظر پڑے تو فوراً تین مرتبہ کہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں) اس کے بعد کوئی دعا مانگے۔ دعائے ماثورہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ دَارَکَ دَارَ السَّلَامِ۔ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (یا اللہ تو ہی سلامتی ہے، اور تجھ ہی سے سلامتی ہے سلامتی کا مرجع تیری طرف ہے۔ پس اے ہمارے رب۔ سلامتی کے ساتھ ہمیں زندہ رکھ۔ اور اپنے گھر دار السلام یعنی جنت میں ہم کو داخل کر۔ تو بہت برکت والا ہے اور بہت بلند مرتبہ ہے اے عظمت والے اور بخشش والے) اس کے بعد کہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّبِرًّا وَّزِدْ مَنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّبِرًّا

(یا اللہ۔ زیادہ کر اپنے اس گھر (کعبہ) کی عظمت، شرف، عزت، ہیبت اور نیکی خوبی۔ اور جو اس کا حج یا عمرہ کرے اس کی عظمت، شرف، عزت، ہیبت

اور نیکی میں اضافہ کر) اس کے بعد جو دعا چاہے پڑھے۔ یہ وقتِ مقبولیت ہے۔

(۲۴) طوافِ محض

مِحرابُ النبیؐ کے نیچے سے گزر کر مطاف میں داخل ہو کر یہی راستہ مسنون ہے۔

مَطاف میں پہنچ کر طواف شروع کرے۔ البتہ اگر نمازِ جماعت یا وتر یا سنتِ مؤکدہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے اس سے فراغت حاصل کرے پھر طواف میں مشغول ہو۔ طواف کا طریق اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ اسے غور سے سمجھ لینا چاہیئے۔ نیت طواف فرض ہے۔ خواہ دل میں کرے خواہ یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ (یا اللہ میں تیرے حُرمت والے گھر (کعبہ) کے طواف کی نیت کرتا ہوں سات شوط کے ساتھ۔ پس میرے لئے آسان کر اور میری طرف سے قبول فرما) ہر شوط کے شروع میں حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دُعا پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

(پاک ہے اللہ اور ساری خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ نہیں ہے حول و قوت مگر اللہ کی جو

عالی شان عظیم الشان ہے۔ درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا اللہ۔ میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں، آپ کی کتاب کو سچا جانتا ہوں۔ آپ کے عہد کو پورا کرتا ہوں اور آپ کے نبی اور آپ کے محب اور محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں) پھر حجر اسود کو استلام کرے۔ ہر شوط میں رکن یمانی کو بھی استلام کرے۔ استلام کا طریق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ہر شوط میں خوب دعائیں پڑھے۔ جو دعائیں چاہے (جس زبان میں چاہے) پڑھے۔ اختیار ہے۔ رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ($\frac{9}{2}$) (اے ہمارے رب۔ عطا کر ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی۔ اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا) وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ (اور ہم کو نیکوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما۔ اے زبردست، اے بہت بخشنے والے) طواف میں یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا (یا اللہ اس حج کو خالص مقبول بنا اور سعی مشکور کر اور گناہ معاف کر) یہ بھی پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ۔ بِيَدِهِ الْخَيْرُ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر کی بھی کثرت کرتے ہیں۔ البتہ طواف میں

تَلبِیَہ نہیں کہتے (البتہ اگر حج کے احرام میں ہو اور تَلبِیَہ کی مدت ختم نہ ہوئی ہو تو آہستہ تَلبِیَہ کہہ سکتے ہیں) ساتویں شوط کے ختم پر حجرِ اسود کا آٹھواں اِسلام کرتے ہیں۔ اور یہ استلام سنّتِ مؤکدہ ہے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اوّل مُلتَزَم سے لپٹ کر دُعا کرے کہ یہ مقامِ قبولیت ہے۔ جو دل چاہے دُعا مانگے۔ یہ دُعا بھی پڑھتے ہیں۔ اَلسَّائِلُ بِبَابِکَ یَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَ مَغْفِرَتِکَ بِحُرْمَۃِ نَبِیِّکَ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یا اللہ) یہ فقیر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ آپ سے آپ کے فضل اور بخشش کا طلب گار ہے، آپ کے نبی، آپ کے محبّ و محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں)

اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ یہ دوگانہ ہر قسم کے طواف کے بعد واجب ہے (ترک ہو تو دم واجب نہیں البتہ گنہ گار ہوگا) اور خَلفِ مقامِ ابراہیم پڑھنا مستحب ہے کہ مُصَلّٰی اور بیت اللہ کے درمیان مُقامِ ابراہیم رہے۔ یہ سب سے افضل موقع ہے۔ یہاں جگہ نہ ملے تو پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے پڑھے۔ یا حطیم میں کسی جگہ پڑھے۔ وہاں بھی جگہ نہ ملے تو مسجدِ حرام میں کسی جگہ بھی پڑھ لے۔ مگر بیت اللہ شریف کے جس قدر قریب ہو، بہتر ہے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ کافرون اور دوسری میں بعد الحمد سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، بعد نماز جو دعا چاہے مانگے کہ وقتِ قبولیت ہے دعائے آدم علیہ السلام مستحب ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ (یا اللہ۔ تو میرے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے۔ میری معذرت قبول فرما۔ تو میری حاجت کو جانتا ہے پس میری مانگ دے دے۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے پس میرے

گناہ بخش دے) طواف تو ہر وقت جائز ہے۔ خواہ وقت مکروہ ہو۔ دوگانہ کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ طواف سے متصل پڑھنا چاہیئے۔ تاخیر مکروہ ہے۔ البتہ وقتِ مکروہ آجائے تو معذوری ہے۔ اس کے گزرنے تک تاخیر لازم ہے۔ مثلاً بعدِ عصر طواف کیا تو فوراً دوگانۂ طواف نہیں پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ مغرب کے فرض پڑھ کر اول دوگانہ طواف ادا کرے۔ پھر مغرب کی سنت اور نفل پڑھے۔ دوگانہ طواف پڑھکر مستحب ہے کہ چاہ زم زم پر جاکر آبِ زم زم پیئے۔ ایک ایک گھونٹ رک کر پیئے۔ پیتے وقت بیت اللہ شریف کو دیکھتا جائے۔ جو دل چاہے دعا کرے یہ بھی وقتِ قبولیت ہے۔ یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ وَّسَقَمٍ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔
(یا اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں آپ کی رحمت سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) زم زم پی کر طواف مع اپنے لوازم کے مکمل ہوگیا۔ بعض کے نزدیک آبِ زم زم پینے کے بعد ملتزم پر جاکر دعا کرنا افضل ہے بجائے طواف کے بعد ملتزم پر جاکر دعا کرنے کے۔ بہرحال دونوں صورتیں درست ہیں۔

(۲۵) طواف مع السعی

طواف کی دوسری شکل طواف مع السعی ہے۔ یعنی یہ کہ طواف کے بعد سعی کرنا بھی مقصود ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ طواف کے پہلے تین شوط میں رمل کرے۔ اور ساتوں شوط میں اضطباع رکھے۔ یہ دونوں سنت ہیں۔ طواف پورا کرکے البتہ اضطباع موقوف کردے۔ اور دوگانۂ طواف حسبِ معمول

دونوں مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ طوافِ عُمرہ اور طوافِ قدوم کا تو یہی قاعدہ ہے۔ البتہ طوافِ زیارت میں رَمل کے ساتھ اضطباع نہیں کرتے۔ چنانچہ آئندہ تشریح پیش ہوگی۔ بہرحال آبِ زم زم پی کر طواف سے فارغ ہو تو پھر جاکر حجرِ اَسود کا نواں استلام کرے۔ اور استلام کی جو دُعائیں اوپر درج ہو چکی ہیں پڑھے۔ پھر حرم سے نکل کر صفا کو چلے باب الصّفا سے نکلنا سنت ہے۔ صفا اور مَروہ کے درمیان سعی کرے۔ اس کا طریق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ غور سے سمجھ لینا چاہیئے۔ سعی کی نیت یہ ہے (دل میں نیت کرے یا زبان سے بھی کہے) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَسْعٰی مَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (یا اللہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سات شوط سعی کی نیت کرتا ہوں اللہ عزّوجل کے لئے اے پروردگار جملہ عالموں کے) ہر مرتبہ جب صفا اور مَروَہ پر کھڑا ہو تو کہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲/۳) (بے شک صفا اور مَروَہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں) پھر کعبہ کو رُخ کر کے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر کہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ بِیَدِہِ الْخَیْرُ۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ وَھُوَ حَیٌّ دَآئِمٌ لَا یَمُوْتُ۔ بِیَدِہِ الْخَیْرُ۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد جو چاہے دُعا مانگے۔ دُعائے ماثورہ

یہ ہے ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ ۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ (یا اللہ آپ نے فرمایا ۔ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرتا ہوں اور آپ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے ۔ اور میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح آپ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی اسے مجھ سے نہ چھڑائیں یہاں تک کہ آپ مجھے موت نصیب کریں جس حال میں کہ میں اسلام پر رہوں) سعی کے دوران میں یعنی صفا اور مروہ کو آتے جاتے ہر شوط میں جو دعائیں چاہے پڑھے ۔ (جس زبان میں چاہے پڑھے) یہ موقع قبولیت کا ہے ۔ یہ مختصر دعا بھی پڑھتے ہیں ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ (اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما کہ تو ہی ہے سب سے زیادہ غالب اور سب سے زیادہ کریم) جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے ۔ سعی کے سات شوط ہیں ۔ پہلا شوط صفا سے شروع ہوتا ہے اور ساتواں مروہ پر ختم ہوتا ہے ۔ سعی سے فارغ ہو کر پھر حرم شریف واپس آئے ۔ اور مطاف کے کنارے دو رکعت نماز نفل دوگانہ سعی پڑھے اور دعا مانگے ۔ الحمد للہ سعی سے بھی فراغت حاصل ہو گئی ۔

(۲۶) اقسام طواف

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے ۔ طواف کی کئی قسم ہیں ۔ طوافِ نفل ۔ طوافِ عمرہ ۔ طوافِ قدوم ۔ طوافِ زیارت اور طوافِ صدر ۔ ان میں قسم

اول عام ہے۔ فرصت کے اوقات میں جب چاہیں طواف نفل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اپنے علاوہ دوسروں کے واسطے بھی طواف نفل کر سکتے ہیں۔ مثلاً احباب و اعزہ کے واسطے کرتے ہیں۔ باقی چار قسمیں مخصوص ہیں۔ مثلاً جو عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور نیز جو متمتع یا قارن ہوں وہ اول آتے ہی طواف عمرہ کرتے ہیں۔ عمرہ میں یہ طواف فرض ہے۔ عمرہ والے اور نیز متمتع بعد طواف و سعی عمرہ حلق یا قصر کر کے حلال ہو جاتے ہیں۔ البتہ قارن حلق یا قصر نہیں کرتے اور حلال نہیں ہوتے۔ اُن کا وہی احرام حج تک برقرار رہتا ہے۔ قارن طواف و سعی عمرہ کے بعد (وقوف عرفات سے قبل کسی دن بھی) طواف قدوم کرتے ہیں۔ مُفرد بھی جو آفاقی ہوتے ہیں۔ آتے ہی طواف قدوم کرتے ہیں۔ سنت ہے۔ البتہ جو مُفرد اہل حرم ہوں یا میقاتی ہوں اُن کو طواف قدوم کی ضرورت نہیں۔ علیٰ ہذا متمتع کو بھی طواف قدوم کی ضرورت نہیں۔ وقوف عرفات کے بعد ۱۰ ذی الحجہ سے طواف زیارت بلا استثنا تمام حجاج کے واسطے فرض ہے) ایام نحر میں اس کا ادا کرنا واجب ہے (اگر ادائی نہ ہو تو مدت العمر فرضیت باقی رہتی ہے) اور ۱۰ ذی الحجہ کو افضل ہے۔ حج کے بعد مکۂ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت طواف صدر آفاقی حجاج پر واجب ہے اہل حرم اور میقاتی حجاج کے واسطے مستحب ہے۔

اوپر طواف کی دو شکلیں اور پانچ قسمیں بیان ہوئیں۔ ان کا باہمی ربط یوں ہے کہ طواف نفل طواف محض کے طور پر کیا جاتا ہے۔ طواف عمرہ طواف مع السعی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ طواف قدوم کو خواہ طواف محض خواہ طواف مع السعی کے طور پر کر سکتے ہیں۔ لیکن مُفرد کے

واسطے طواف محض کے طور پر اور قارن کے واسطے طواف مع السعی کے طور پر طوافِ قدوم کرنا افضل ہے۔ علیٰ ہذا طوافِ زیارت کو بھی طواف محض اور طواف مع السعی ہر دو طور سے کر سکتے ہیں۔ لیکن قارن اگر طوافِ قدوم میں سعی کر چکا ہو تو وہ طوافِ زیارت کو طوافِ محض کے طور پر کرے گا۔ علیٰ ہذا مُفرِد نے اگر طوافِ قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو تو وہ طوافِ زیارت میں سعی کرے گا۔ البتہ مُتمتّع بالعموم طوافِ زیارت کے ساتھ سعی کرتے ہیں۔ اور یہی افضل ہے۔ تاہم وہ چاہیں تو اِحرامِ حج باندھنے کے بعد ایک طوافِ نفل کے ساتھ سعی کر لیں۔ اس صورت میں ان کو بھی طوافِ زیارت میں سعی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ لیکن طوافِ زیارت میں سعی بھی کی جائے تو اس طواف میں صرف رَمل ہے۔ اِضطباع نہیں ہے۔ یہ خصوصیت قابلِ یادداشت ہے۔ رہا طوافِ صدر سو اس کو طوافِ محض کے طور پر کرتے ہیں۔ البتہ آبِ زمزم پی کر مُلتزم پر آتے ہیں۔ مُلتزم سے لپٹ کر اور غلافِ کعبہ پکڑ کر خشوع اور خضوع کے ساتھ جو دعا مانگنی ہو مانگتے ہیں۔ اور رخصت ہوتے وقت حجرِ اسود کا آخری نوان استلام کر کے بادلِ محزوں بیت اللہ شریف دیکھتے ہوئے الٹے پاؤں حرم شریف سے نکل آتے ہیں۔

طواف کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔ حجاج طوافِ عمرہ اور طوافِ قُدوم سے ۸ ذی الحجہ تک فارغ ہو جاتے ہیں۔ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ اس کی مفصل کیفیت ذیل میں پیش ہو گی۔ وقوفِ عرفات سے فارغ ہو کر ۱۰ ذی الحجہ سے طوافِ

زیارت شروع ہو جاتا ہے۔ اور مکہ معظمہ سے رخصت ہوتے وقت طوافِ صدر کیا جاتا ہے۔ طوافِ نفل کا کوئی وقت مخصوص نہیں۔ جب موقع ملے کرتا رہے۔ علیٰ ہذا جن کو عمرہ کرنا مقصود ہو وہ بھی ہمیشہ طوافِ عمرہ کر سکتے ہیں۔ عمرہ کی مختصر تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔

(۲۷) اجتماعِ عرفات

ساتویں ذی الحجہ کو حرم شریف میں باضابطہ اعلان ہو جاتا ہے کہ پرسوں ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں حجاج کا اجتماع ہوگا۔ اگلے روز یوم ترویہ ۸ ذی الحجہ کو حجاج مکہ سے روانہ ہوتے ہیں اور منا میں آکر قیام کرتے ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر، شب کا قیام اور پانچ نمازیں منا میں سنت ہیں۔ بہت سے لوگ اس سنت کی پوری پابندی نہیں کرتے۔ منا میں صرف ایک آدھ گھنٹہ قیام کرتے ہیں۔ بعض ناواقف اتنا بھی نہیں کرتے۔ منا سے یونہی گزر جاتے ہیں۔ سنت کے مطابق ۹ ذی الحجہ کی صبح کو منا سے روانہ ہو کر طریق ضب سے گزرتے ہوئے عرفات کو جاتے ہیں۔ دوپہر تک پہنچ جاتے ہیں۔ عرفات پہاڑوں کے درمیان بہت وسیع میدان ہے۔ جہاں چاہے قیام کرے۔ البتہ مسجد نَمِرَہ سے متصل جانب غرب ایک میدان بطنِ عُرَنہ ہے۔ وہ عرفات میں داخل نہیں ہے۔ اس میں ہرگز قیام نہ کریں۔ ورنہ خدا نخواستہ وقوفِ عرفات سے محروم رہیں گے اور حج باطل ہو جائے گا۔ جبلِ رحمت کے قریب قیام کرنا سب سے افضل ہے۔ عرفات میں جہاں تک ممکن ہو تلبیہ، تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور درود کی کثرت رکھے۔ خوب دل بھر کر دعائیں مانگے کہ یہ دن عبادت کے واسطے سب سے افضل ہے۔ ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دے۔ وقوفِ عرفات میں کل وقت اللہ کی یاد

کے واسطے وقف کر دے۔ خوب یاد کرے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱/۲۸) (اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو)۔
یہاں پہنچتے تک نفس میں خوب شکستگی پیدا ہو جانی چاہیئے کہ اللہ کا ذکر سنتے سناتے دل لرزنے لگے۔ تکلیف و راحت کا فرق دل سے نکل جائے۔ صبر میں لذت ملنے لگے۔ نماز میں دل لگے۔ اور باہمہ بے سروسامانی فیاضی کا ولولہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سورۂ حج میں خود بشارت دیتاہے۔
وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَا اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (۱۲/۱۷) (اے محمدؐ) عاجزی کرنے والے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیجئے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور جو مصیبت اُن پر آپڑے اس پر صبر کرتے ہیں۔ اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں)۔
اذکار وادعیہ میں کوئی تخصیص نہیں۔ حسب دلخواہ پڑھے۔ چاہے تو یہ پڑھے کہ مسنون ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ بِیَدِہِ الْخَیْرُ۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ ادعیۂ ماثورہ یہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ

فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔ (یا اللہ کر دیجئے میرے دل میں نور، میری آنکھوں میں نور، میرے کانوں میں نور، میرے دہنے نور، میرے بائیں نور، میرے پیچھے نور، میرے آگے نور، اور کر دیجئے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور، یا اللہ مجھے نور عطا فرمایئے اور بنایئے میرے لئے نور، میرے پٹھوں میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور میرے بالوں میں نور، میری جلد میں نور، میری زبان میں نور، اور کر دیجئے میری جان میں نور اور میرے لئے نور کو بڑا کر دیجئے اور مجھ کو نور بنا دیجئے)۔

دوسری دعا ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ (۱۱/۱۲) (اے میرے رب۔ میرے سینہ کو (علم و حلم سے) کھول دیجئے اور میرے لئے میرا کام آسان کر دیجئے)۔ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ (اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں سینہ (دل) کے وسوسوں اور پراگندگی امور اور قبر کے فتنہ کے شر سے)۔ تیسری دعا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَنَقِّنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی۔ (یا اللہ۔ راستہ دکھایئے مجھ کو ہدایت سے اور پاک کیجئے مجھ کو تقویٰ سے اور بخش دیجئے مجھ کو دین و دنیا میں) اور بھی بہت سے ذکر ہیں۔ دعائیں ہیں۔ جو دل کو لگیں پڑھے۔

سہ پہر کو مسجد نمرہ جائے اور امام کے ساتھ جمع تقدیم کے طور پر نماز ظہر اور عصر یکے بعد دیگرے ایک ساتھ پڑھے۔ اگر مسجد نہ جائے تو اپنی قیام گاہ پر دونوں نمازیں (خواہ جماعت سے یا تنہا) جدا جدا اُن کے

اوقات پر پڑھے۔ جمع تقدیم نہ کرے۔ اس کی تشریح اوپر بھی آچکی ہے۔
جبل رحمت پر جب امام خطبہ پڑھتا ہے ہوسکے تو قریب جاکر سنے۔ ورنہ لازم نہیں ہے۔ اور نہ ہر کسی کے واسطے جانا ممکن ہے۔ البتہ غروب آفتاب تک عرفات میں قیام رکھنا واجب ہے۔ (غروب آفتاب کے بعد عرفات سے نکلے) اگر عرفات کے حدود سے نکل کر پھر قبلِ غروب آفتاب واپس آجائے تو مضائقہ نہیں۔ اگر واپس نہ آئے تو قاعدہ کے لحاظ سے دم واجب ہوگا۔ یعنی یہ کہ بعد کو بطور کفارہ قربانی کرے۔ بعض حجاج بوجہ عجلت عرفات آتے ہوئے سنت ترک کر دیتے ہیں۔ مِنا میں شب کو نہیں ٹھہرتے یا برائے نام ٹھہرتے ہیں۔ راست عرفات چلے جاتے ہیں۔ بعض بوجہ ناواقفیت واپسی کے وقت وقوفِ عرفات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ قبل غروب آفتاب چل دیتے ہیں۔ اور بعض کے مسائل ہی مختلف ہیں۔ بہر حال جس کا بھی جو مسلک ہو تحقیق اور اطمینان سے ارکانِ حج ادا کرنے چاہئیں۔ غفلت سے حج کو باطل۔ فاسد۔ یا ناقص نہ کرنا چاہیئے۔

(۲۸) مُزدلِفہ

بعد غروبِ آفتاب اسی روز ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے چل کر مُزدلِفہ آجائے۔ واپسی کا دوسرا راستہ مسنون ہے جو طریق مَازِمَیْن کہلاتا ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے قریب پہنچ کر مُزدلفہ میں پا پیادہ داخل ہونا مستحب ہے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز خواہ امام کے ساتھ مسجد میں خواہ اپنی قیامگاہ پر تنہا یا جماعت کے ساتھ جمع تاخیر کے طریق پر ادا کرے۔ اس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔ شب کو مزدلفہ میں قیام کرنا سنت ہے۔ یہ شب بعض کے نزدیک شبِ قدر کے مساوی ہے۔ شب

بیداری کی بڑی فضیلت ہے۔ یہاں تلبیہ، تسبیح، تحمید، تہلیل کی خوب کثرت کرے۔ ذکر اذکار استغفار اور درود میں مصروف رہے۔ جو جو دعائیں چاہے مانگے۔ عرفات سے لوٹ کر یہاں ٹھہرنے اور عبادت کرنے کی خاص تاکید ہے۔ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (۹/۲) (جب تم عرفات سے واپس آنے لگو۔ تو اللہ کو یاد کرو مشعر الحرام کے پاس)۔ تمام مزدلفہ مشعرُ الحرام میں داخل ہے۔ اور ایک مسجد بھی وہاں اس نام سے مخصوص ہے۔ چاہے تو اس مسجد میں قیام اور شب بیداری کرے۔ مزدلفہ میں ایک کام یہ بھی ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں جمع کر کے ساتھ رکھ لے۔ منا میں رمی جمار کے وقت یہی کام آتی ہیں۔

(۲۹) منا

۱۰ ارذی الحجہ کی صبح کو طلوعِ فجر کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے چل کر منا آجاتے ہیں۔ اور یہاں ۱۲ ریا ۱۳ ارذی الحجہ تک قیام کرتے ہیں۔ پہلے دن بہت مصروفیت رہتی ہے۔ اول جمرۃ العقبۃ پر رمی کرنا پھر قربانی کرنا۔ قربانی قارن اور متمتع پر واجب ہے اور مفرد کے حق میں مستحب ہے۔ فی کس ایک بھیڑ یا دنبہ، البتہ سات آدمیوں کے واسطے ایک اونٹ (گائے، بیل) کافی ہے۔ قربانی کی نیت یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ (یا اللہ (یہ قربانی) میری طرف سے اور تیرے لئے ہے۔ میری طرف سے قبول فرمائیے جس طرح آپ نے اپنے دوست ابراہیمؑ کی طرف سے قبول کیا۔ اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ بہت بڑا ہے) قربانی سے فارغ ہو کر حلق یا قصر کرنا۔ پھر اس کے بعد حاجی حلال ہو جاتا ہے۔

یعنی احرام ختم ہو جاتا ہے۔ احرام کے ممنوعات ختم ہو جاتے ہیں۔ چاہے تو غسل کر کے معمولی لباس پہن لے۔ اور چاہے احرام ہی کا لباس رکھے طوافِ زیارت کے بعد اس کو اُتار کر معمولی لباس پہن لے۔ البتہ ابھی اِحرام کی ایک رکاوٹ باقی رہتی ہے۔ وہ یہ کہ بیوی کی صحبت جائز نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ جاکر طوافِ زیارت کر آئے۔ طوافِ زیارت کے بعد یہ ممانعت بھی رفع ہو جاتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو حج پورا ہو جاتا ہے اس کے بعد چند سُنَن اور واجبات کی تکمیل رہ جاتی ہے۔ طوافِ زیارت کے واسطے اگر اسی روز ۱۰ر ذی الحجہ کو مکہ معظمہ جائے یا دوسرے روز تو مِنا واپس آنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں ۱۲ر یا ۱۳ر ذی الحجہ تک قیام رہتا ہے۔ ۱۱ر ۱۲ر اور ۱۳ر ذی الحجہ کو صرف یہ کام رہتا ہے کہ زوالِ آفتاب کے بعد اور غروبِ آفتاب سے قبل کسی وقت جاکر جُمرۃ الاُولیٰ۔ جُمرۃ الوُسطیٰ اور جُمرۃ العَقَبہ پر یکے بعد دیگرے رَمی کر آئے۔ رَمی کا مفصل طریق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی شرعی کام نہیں۔ آرام کرے۔ عبادت کرے۔ چاہے تو ہر روز مکہ معظمہ ہو آیا کرے۔ اختیار ہے۔ آمد و رفت کے واسطے سواری بکثرت ملتی ہے۔ ارزاں ملتی ہے۔ ۱۲ر ذی الحجہ تک (منیٰ میں) قیام ضروری ہے۔ ۱۳ر ذی الحجہ کا قیام اختیاری ہے۔ اس کے بعد سب حجاج مکہ معظمہ واپس آجاتے ہیں۔ واپسی کے وقت مُحَصَّب میں ٹھہرنا اور دُعا کرنا سنت ہے مگر کمال سنت یہ ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء مُحَصَّب میں پڑھے۔ پھر ذرا لیٹ کر آرام لے اور پھر مکہ میں داخل ہو۔ ۱۰ر ذی الحجہ کو مِنا میں رَمیِ جُمرہ کے بعد تَلبیہ ختم ہو جاتا ہے (اور اگر غروبِ آفتاب

تک رمی کا موقع نہ ملے تب بھی غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی تلبیہ ختم ہو جاتا ہے)۔

(۳۰) مشاغل بعدِ حج

منیٰ سے واپس آکر مکہ معظمہ میں جتنے روز قیام رہے اس دوران میں اختیار ہے خواہ طوافِ نفل ادا کرتا رہے۔ خواہ حِل سے احرام باندھ باندھ کر آئے اور عمرہ کرے۔ مکہ معظمہ سے ۳-۴ میل پر تنعیم ایک مقام ہے۔ وہاں نماز کیلئے پختہ مسجد ہے۔ غسل اور وضو کے لئے کنواں ہے بالعموم حجاج عمرہ کے واسطے وہاں سے احرام باندھ آتے ہیں۔ حرم شریف میں خاص کر مقامِ ابراہیم پر حطیم کے اندر بالخصوص میزابِ رحمت کے نیچے جس قدر نماز پڑھ سکے پڑھے۔

(۳۱) مقاماتِ قبولیتِ دُعا

اجابتِ دُعا کے واسطے متعدد اوقات و مقامات مخصوص ہیں۔ ہر موقع پر دُعا کرے۔ ان مواقع کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) داخلۂ حرم شریف کے وقت جب کہ بیتُ اللہ شریف پر پہلی نظر پڑے (۲) حجرِ اسود کے قریب (۳) طواف کی حالت میں (۴) ملتزم پر، خاص کر آدھی رات کے وقت (۵) مقامِ ابراہیم پر، خاص کر صبح کے وقت (۶) میزابِ رحمت کے نیچے، خاص کر صبح کے وقت (۷) زمزم پر، خاص کر مغرب کے وقت (۸) سعی کی حالت میں (۹) صفا اور مروہ پر، خاص کر عصر کے وقت (۱۰) عرفات میں، خاص کر غروب آفتاب کے وقت (۱۱) مزدلفہ میں، خاص کر طلوعِ آفتاب کے وقت (۱۲) منا میں جمار پر خاص کر طلوعِ آفتاب کے وقت۔ (۱۳) بیت اللہ شریف کے اندر، خاص کر عصر کے وقت۔

واضح ہو کہ ہر ہفتہ میں ایک آدھ روز اوقات معینہ میں بیت اللہ شریف میں داخلی ہوتی ہے۔ مگر حجاج کا اژدہام رہتا ہے۔ اس زمانہ میں داخل ہونا بلا مبالغہ جان پر کھیلنا ہے۔ صرف طاقتور اور مضبوط لوگ ہمت کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ جو لوگ شوال اور اوائل ذی قعدہ میں پہنچ جاتے ہیں یا حج کے بعد ایک آدھ مہینہ قیام کرتے ہیں، البتہ اُن کو اطمینان سے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دروازہ کے سامنے غربی دیوار میں محراب ہے وہاں نفل نماز پڑھتے ہیں۔ سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ گئے۔ اس سے زیادہ قبولیت کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نصیب کرے۔ داخلہ کے وقت چاہیں تو یہ آیات پڑھیں، مسنون ہے۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ط وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (9/15) (اے میرے رب۔ داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچا اور اچھا اور نکال مجھ کو نکالنا سچا اور اچھا، اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ عنایت کر جس کے ساتھ (ہمیشہ) نصرت ہو۔ اور کہہ۔ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بے شک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہی ہے) لیکن جو لوگ داخلی سے محروم رہیں وہ دل شکستہ نہ ہوں۔ حطیم میں شمالی دیوار سے ملا ہوا چھ سات ہاتھ عریض علاقہ دراصل بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور وہاں ہر کوئی آسانی سے جا سکتا ہے اور جاتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ ذکر اذکار کرتا ہے۔

کوئی دشواری نہیں ہے۔

(۳۲) منتخب اَدْعِیَہ

موقع موقع پر بہت سی اَدعیہ ماثورہ اوپر درج ہو چکی ہیں۔
حسب ذوق اور حسب حال یاد کریں۔کوئی تخصیص نہیں ہے۔
(اختیاطاً حِصْنِ حَصِیْن (۲) مِشْکٰوۃُ الصَّلَوٰاتُ لِلْبِرْنِیْ مترجمہ عبدالحلیم الیاسی (۳) حِزْبُ الْبَحْرِ لِلشَّاذِلی (۴) حِزْبُ اللہ لِلْبِرْنِیْ مُتَرْجِمہ عَبْدُالْحَلِیْم اِلْیَاسِی ساتھ رہیں تو مناسب ہے کہ دُعاؤں کا بہترین ذخیرہ ہے) چند مزید اَدعیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (۳/۲)۔

(اے ہمارے رب۔ نہ پکڑ ہم کو اگر بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔ اے ہمارے رب۔ نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا ہم سے پہلوں پر تو نے رکھا تھا۔ اے ہمارے رب! اور نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز جس کی ہم کو طاقت نہیں۔ ہم کو معاف کر۔ ہم کو بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا دوست ہے پس ہم کو کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما)۔

(۲) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (۹/۳)

(اے ہمارے رب۔ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے پاس سے ہم کو رحمت (خاصہ) عطا فرما۔ بلاشبہ تو ہی ہے بہت دے ڈالنے والا)۔

(۳) رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳/۱۰)

(اے ہمارے رب۔ بے شک ہم ایمان لائے پس ہمارے لئے ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا)۔

(۴) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۴/۱۱)

(اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے گناہ معاف کر اور ہم سے ہماری برائیوں کو دور فرما اور ہم کو نیک بندوں کے ساتھ موت دے)۔

(۵) حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (۵/۱۱)۔ (میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔ اور بڑے بھاری عرش کا مالک ہے)۔

(۶) فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۵/۱۳)۔

(اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ تو ہی ہے میرا دوست کارساز دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پوری فرماں برداری کی حالت میں میری روح قبض کر اور مجھ کو نیک بندوں میں شامل کر)۔

(۷) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۱۵/۱۶) (اے میرے رب۔ مجھ کو علم اور زیادہ دے۔

(۸) رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (۶/۱۷)

(اے میرے رب۔ مجھ کو اکیلا (لاوارث مت چھوڑ اور تو ہی ہے سب وارثوں سے بہتر)۔

(۹) رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۸/۲۷) (اے میرے رب۔

میں مغلوب ہوں پس تو (ان سے) بدلہ لے)۔

(۱۰) رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۲۸) (اے ہمارے رب ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے رب۔ ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا۔ اے ہمارے رب۔ ہمارے گناہ معاف کر۔ بے شک تو ہی ہے زبردست، حکمت والا)۔

(۱۱) اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ مِنْ مَّعْصِیَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَنْ مَّنْ سِوَاكَ ط (یا اللہ مجھ کو اپنا حلال دے کر حرام سے بے نیاز کر اور اپنی اطاعت نصیب کرکے اپنی نافرمانی سے بچا اور اپنے فضل سے اپنے غیر سے بے نیاز کر)۔

(۱۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا كَامِلًا وَّیَقِیْنًا صَادِقًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا ط (یا اللہ۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کامل ایمان، سچا ایقان، زاری کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، وسیع حلال اور پاک رزق اور سچی خالص توبہ)۔

(۱۳) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (یا اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی جسے مانگا آپ سے آپ کے نبی

ہمارے سردار محمدؐ نے، اللہ اُن پر رحمت و سلام بھیجے۔ اور میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اُس برائی سے جس سے آپ کی پناہ چاہی آپ کے نبی محمدؐ نے۔ اللہ ان پر رحمت و سلام بھیجے)۔

(۱۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ ط وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ ط وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ ط وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ ط وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ ط مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ ط فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

(یا اللہ! ہمارے سردار محمدؐ پر اور ہمارے سردار محمدؐ کی آل اولاد پر درود بھیجئے۔ ایسا درود جس کے ذریعہ آپ ہم کو جملہ پریشانیوں اور آفتوں سے نجات دیں۔ جس کے ذریعہ آپ ہماری کل حاجتیں پوری فرمائیں۔ اور ہم کو تمام برائیوں سے پاک کر دیں۔ اور جس کے ذریعہ آپ ہم کو اپنی بارگاہ میں اعلیٰ درجے عطا فرمائیں۔ اور جس کے ذریعہ دنیا اور آخرت کی سب بھلائیوں میں آپ ہم کو مرادوں کی انتہا تک پہنچا دیں کہ بے شک آپ ہر چیز پر قدرتِ کاملہ رکھتے ہیں)۔

(۳۳) مسائلِ مستورات

عورتیں بھی مردوں کی طرح حج کے سب مراحل طے کرتی ہیں۔ مگر چند مسائل میں فرق ہے۔ احرام کی حالت میں سر حسبِ معمول ڈھکا رہے۔ عورتوں کو چہرا نہ ڈھانپنا چاہیئے۔ البتہ اجنبی کے سامنے پنکھے وغیرہ سے آڑ کر لینا چاہیئے۔ اس غرض کے لئے بعض عورتیں کھجور کے

پنکھے کی طرح کی ایک چیز چہرہ کے سامنے لگا لیتی ہیں۔ بعض کے نزدیک
یہ احتیاط چنداں ضروری نہیں ہے۔ مگر بہر صورت اَولیٰ ضرور ہے۔
احرام میں عورتیں سِلے کپڑے پہنتی ہیں۔ رنگین کپڑے پہن سکتی ہیں۔ لیکن
اگر زعفران یا کسُم میں رنگے ہوئے ہوں تو دھو کر پہننا چاہیئے۔ زیور پہن
سکتی ہیں۔ دستانے اور موزے پہن سکتی ہیں۔ مگر ترک اَولیٰ ہے۔ البتہ
جوتہ ہر قسم کا پہن سکتی ہیں۔ تلبیہ بلند آواز سے نہیں کہہ سکتیں آہستہ
آہستہ کہنا چاہیئے کہ خود ہی سنیں۔ طواف میں رَمل اور اِضطباع نہیں
کر سکتیں۔ مردوں سے بدن چھونا ممنوع ہے۔ احتیاط لازم ہے۔ اژدہام
کی صورت میں دور ہی سے حجرِ اَسود کو اِستلام کریں۔ قریب جانے
کی کوشش نہ کریں۔ دوگانہ طواف بھی کہیں ایک طرف پڑھ لیں۔ ہجوم
ہو تو مقامِ ابراہیم پر نہ پڑھیں۔ سعی میں حتی الوسع مردوں سے الگ رہیں۔
ہجوم کے وقت صفا اور مروہ پر نہ چڑھیں۔ سعی کریں تو میلین کے
درمیان بھی اپنی چال چلیں۔ مردوں کی طرح نہ دوڑیں۔ حلق ہرگز نہ
کریں بلکہ قصر کریں۔

حیض کی حالت میں حج کے سب کام ہو سکتے ہیں۔ مگر طواف نہیں
ہو سکتا۔ سعی نہیں ہو سکتی۔ پاک ہونے تک انتظار کرنا لازم ہے۔
اس تاخیر میں شرعاً کوئی جنایت نہیں، کوئی کفارہ نہیں ہے۔ البتہ پاک
ہونے کے بعد تاخیر کرے تو جنایت عاید ہو جائے گی۔ اگر حیض کی حالت
ہے اور روانگی کی جلدی ہے تو عورتوں کو طواف صدر معاف ہے۔
تاہم پاک ہو کر طواف کرکے مکہ سے رخصت ہونا اَولیٰ ہے۔ نفاس
کے بھی وہی مسائل ہیں جو حیض کے بیان ہوئے ہیں۔

(۳۴) جنایات

جنایت۔ کفّارہ۔ دَم۔ صدقہ۔ اِن اصطلاحات کی تشریح اوپر درج ہو چکی ہے۔
واضح ہو کہ جان بوجھ کر جنایت کرنا اور یہ سمجھنا کہ مضائقہ نہیں کفارہ دے دیں گے سخت گناہ ہے۔ جنایتِ عمد کا کفّارہ دینے سے گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا حج مبرور نہیں ہوتا۔ البتہ کسی مجبوری یا لاعلمی یا غفلت سے جنایت ہو جائے تو کفّارہ سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گو کفّارہ فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ تاہم حتی الوسع جلد ادا کرنا اَوْلیٰ ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے حج یا عمرہ میں خدا نخواستہ کوئی فرض ترک ہو جائے تو حج و عمرہ باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر کوئی واجب ترک ہو جائے تو حج باطل نہیں ہوتا۔ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور بطور کفّارہ دم دینا واجب ہے۔ بعض سُنّت کے ترک سے بھی حج ناقص ہو جاتا ہے۔ یوں تو جنایت کے مسائل بہت تفصیل رکھتے ہیں ذیل میں خاص خاص مسائل اختصار سے درج کرتے ہیں۔

اوّل احرام کو لیجئے۔ اگر کوئی آفاقی حرم جانا چاہے اور احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے، اس پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر واپس آکر میقات سے احرام باندھے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر واپس نہیں آیا بلکہ اندرون میقات کہیں سے احرام باندھا تو دم واجب رہا۔ اگر کسی آفاقی کو حرم تک جانا مقصود نہ ہو بلکہ وہ کسی ضرورت سے صرف حِل تک جانا چاہے تو اُس کو میقات پر احرام باندھنا ضروری نہیں۔ بغیر احرام حِل میں داخل ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بمبئی سے صرف جدّہ تک جائے تو بدون

احرام جانا جائز ہے۔ وہاں رہنے کے بعد وہ بھی میقاتیوں کے حکم میں آجائے گا۔ مثلاً اگر کسی ضرورت سے مکہ معظمہ کو جائے تو بغیر احرام جانا اس کو درست ہو گا۔ اور اگر حج کرنا چاہے تو میقاتیوں کی طرح وہ بھی حِل میں احرام باندھے گا۔ اس کو میقات پر جانا ضرور نہیں۔ احرام میں عورتوں کو سِلا کپڑا جائز ہے اور مرد بھی بحالتِ مجبوری سِلا کپڑا استعمال کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کو بے قاعدہ طور پر استعمال کریں۔ لیکن اگر مرد سِلا ہوا کپڑا باقاعدہ طور پر پہنیں تو جنایت علیہ ہوگی۔ تمام دن یا تمام رات اس سے زیادہ پہننے کا کفارہ دم ہے۔ اس سے کم عرصہ ہو تو صدقہ (پونے دو سیر گیہوں) دے اور اگر ایک گھنٹہ سے بھی کم ہو تو یکمشت گندم صدقہ دینا کافی ہے۔ علیٰ ہذا عورتوں کو چہرہ اس طرح نہ چھپانا چاہیئے کہ چھپانے والی چیز چہرہ کو مَس کرے اور حسبِ معمول ڈھکا رہے۔ لیکن مرد سر یا چہرہ نہیں ڈھک سکتے۔ اگر ڈھکیں تو اس کے کفارہ کا بھی وہی قاعدہ ہے جو سِلا کپڑا پہننے کا اوپر بیان ہوا۔ کم از کم چوتھائی سر یا چہرہ ڈھکنا بھی سارا سر یا چہرہ ڈھکنے کے برابر ہے۔ اس مسئلہ میں خواب اور بیداری مساوی ہے۔ بال مونڈنے اور تراشنے بھی جنایت میں داخل ہیں۔ کم از کم چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی تک دم واجب ہے۔ اس سے کم کے واسطے صدقہ واجب ہے۔ باقی سب اعضاء میں پورے عضو کے مونڈنے سے دم واجب ہوتا ہے۔ اگر پورا نہ ہو گرچہ اکثر ہی ہو تو صدقہ واجب ہو گا۔ کسی وقت دو تین بال اُکھاڑے تو فی بال یکمشت گندم صدقہ دے۔ تین بال سے زیادہ ہوں تو پورا صدقہ واجب ہو گا۔ ناخن تراشنے

کی بھی ممانعت ہے۔ اگر کم از کم ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے بھی کل پانچ ناخن ایک مجلس میں تراشے تو دم واجب ہوگا۔ اگر کسی ہاتھ پیر یا چاروں ہاتھ پیر کے زیادہ سے زیادہ چار چار ناخن تراشے، پورے پانچ نہ تراشے تو فی ناخن ایک صدقہ دینا کافی ہوگا۔ حالتِ احرام میں جاندار مخلوق کو بھی مارنے کی ممانعت ہے۔ حتیٰ کے جوئیں بھی مارے یا پکڑ کر پھینک دے، یا کپڑا دھوپ یا گرم پانی میں ڈالے کہ جوئیں مر جائیں تو تین جوؤں تک کفارہ یک مشت گندم ہے۔ اور تین سے زیادہ کے واسطے صدقہ واجب ہے۔ البتہ جملہ زہریلے اور موذی جانور اور تیز وحشی جانور جو حملہ آور ہوں اور بغیر قتل مدافعت ممکن نہ ہو، ان سب کو مار ڈالنے میں مضائقہ نہیں۔ اجازت ہے (کھانے کے لئے پالتو جنس کے جانور ذبح کرنا جائز ہے)۔

مُتمتع کا احرام مُعتمر کی طرح بعدِ عُمرہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعد کو وہ مُفرد کی طرح حج کا احرام باندھتا ہے لیکن قارن شروع سے دو احرام میں رہتا ہے۔ ایک عُمرہ کا اور دوسرا حج کا۔ عُمرہ ادا کرنے کے بعد بھی مُتمتع کی طرح قارن کا احرام ختم نہیں ہوتا بلکہ قائم رہتا ہے۔ حتیٰ کے حج کا احرام ۱۰ ذی الحجہ کو حلق کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ مُحرم حلال ہو جاتا ہے۔ البتہ طوافِ زیارت تک بیوی کے حق میں حلال نہیں ہو سکتا۔ طوافِ زیارت کے بعد بیوی کی مباشرت بھی جائز ہو جاتی ہے۔ اس صراحت کا منشاء یہ تھا کہ جنایاتِ احرام میں مُعتمر، مُتمتع اور مُفرد کو صرف ایک کفارہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن قارن چونکہ دو احرام میں رہتا ہے اس کو جنایاتِ احرام کا کفارہ بھی دو چند دینا پڑتا ہے۔ البتہ احرام کے علاوہ باقی جنایات میں وہ بھی سب کی طرح ایک ہی کفارہ دیتا ہے۔ اور بغیر احرام میقات سے

تجاوز کرنے کا بھی سب کے واسطے یکساں ایک دم واجب ہے۔ قارن پر دو دم واجب نہیں ہوتے۔

حدودِ حرم کے اندر درخت پودے۔ گھاس پات۔ یہ سب اکھاڑنے اور کاٹنے کی عام طور سے ممانعت ہے۔ صرف خاص صورتوں میں خاص شرائط کے ساتھ اجازت ہے۔ البتہ خیمہ لگانے، چولہا کھودنے یا چلنے پھرنے میں گھاس پودے اکھڑیں یا ٹوٹیں تو مضائقہ نہیں۔

احرام اور حرم کے چند ضروری جنایات بیان ہوئے۔ اب طواف کو لیجئے۔ طوافِ عمرہ۔ طوافِ قدوم۔ طوافِ زیارت اور طوافِ صدر۔ بحالت حیض ونفاس یا بحالتِ جنابت کرے تو دم واجب ہوتا ہے۔ طوافِ زیارت کا دم اس صورت میں سالم گائے یا اونٹ ہے۔ اور باقی تین طواف کا دم بھیڑ یا دنبہ ہے۔ لیکن طوافِ عمرہ اور طوافِ زیارت اگر صرف بے وضو کرے تو بھی بھیڑ یا دنبہ کا دم واجب ہوگا۔ البتہ اگر طوافِ قدوم یا طوافِ صدر بے وضو کرے تو صدقہ دینا کافی ہے۔ جو طواف حیض ونفاس یا جنابت کی حالت میں کیا جائے اعادہ اس کا واجب ہے۔ اور جو بے وضو کیا جائے اعادہ اس کا مستحب ہے۔ اگر اعادہ کرلیا جائے تو جنایت رفع ہوکر کفارہ ساقط ہوجائے گا۔ دم یا صدقہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ طوافِ زیارت کو ایامِ نحر میں ادا کرنا واجب ہے۔ بصورتِ تاخیر دم واجب ہوگا یہ طواف فرض ہے۔ اس کے بغیر حج باطل ہے۔ یہ طواف مدت العمر کبھی ساقط نہیں ہوتا۔ یوں تو ۱۰ ذی الحجہ کو حلق کے بعد محرم حلال ہوجاتا ہے۔ لیکن جب تک طوافِ زیارت نہ کرلے بیوی کے حق میں حلال نہیں ہوتا۔ اگر قبل طوافِ زیارت بیوی

کے ساتھ مباشرت کرے تو ہر مرتبہ مُفرِد اور مُتمتّع ایک دَم دے اور قارن دو دو دم دے۔ اور ایسی جرأت کرنا بجائے خود بھی گناہ ہے۔ جیساکہ اوپر وقوفِ عرفات کے سلسلہ میں ذکر آچکا ہے۔ اگر کوئی عرفات سے قبلِ غروبِ آفتاب نکل آئے خواہ عذر کچھ ہی کیوں نہ ہو دَم واجب ہوگا۔ البتہ قبلِ غروب ہی واپس آجائے تو دَم ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر واپس نہ آئے یا بعدِ غروب واپس آئے تو دَم واجب رہیگا۔ علیٰ ہذا عرفات سے واپسی میں مُزدلفہ پر رات میں تھوڑا بہت قیام واجب ہے (اگر قیام ترک کر دے تو دم لازم نہیں آئے گا۔ البتہ اگر بلا عذر قیام ترک کر دے تو گنہ گار ہوگا۔ طلوعِ فجر کے بعد مُزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہرنا واجب ہے۔ اگر بلا عذر قیام ترک کر دے تو دم واجب ہوگا) مِنا میں رَمیٔ جمار واجب ہے۔ اگر کوئی رَمی ترک ہوجائے یا کئی رَمی ترک ہوجائیں یا اکثر کنکریاں کسی ایک رَمی یا کئی رَمی میں کم رہیں تو دم واجب ہوگا۔ اگر رَمی میں منجملہ سات کے صرف دو تین کنکریاں کم رہ جائیں تو ہر کنکری کے بدلے صدقہ دینا واجب ہے۔ حلق یا قصر بھی واجب ہے۔ البتہ عورت صرف قصر کرے حلق حرام ہے۔ اگر حج یا عُمرہ میں حرم سے باہر حلق یا قصر کرے تو دم دے اور نیز حج میں ایامِ نحر کے بعد حلق یا قصر کرے تو بھی دم دے۔ اگر حج میں حلق یا قصر اور طوافِ زیارت سے پہلے بی بی سے مباشرت کرے تو سالم گائے یا اونٹ دم دے (قارن مزید ایک دم دے) ذبح کرنا قارن اور مُتمتّع پر واجب ہے۔ البتہ مُفرِد کے واسطے واجب نہیں، صرف مستحب ہے ایامِ نحر میں ذبح کرنا چاہیئے اگر پہلے کریگا تو معتبر نہ ہوگا۔ اور اگر ایامِ نحر کے بعد کرے گا تو معتبر ہوگا۔ لیکن دمِ تاخیر واجب ہوگا۔ اگرچہ مِنا کی تخصیص نہیں۔ تاہم حرم کے اندر ذبح کرنا چاہیئے۔

حرم سے باہر معتبر نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ دسویں ذی الحجہ کو حج کے چار نسک ادا ہوجاتے ہیں۔ اوّل رمی پھر ذبح، پھر حلق اور پھر طواف زیارت کہ وہ اس روز افضل ہے چاروں نسک میں طوافِ زیارت سب سے مؤخر کرنا سنت ہے لیکن سب سے پہلے یا درمیان میں کرے تو بھی جائز ہے۔ البتہ مکروہ ضرور ہے۔ رہے باقی تین نسک یعنی رمی۔ ذبح اور حلق۔ سو قارن اور متمتع کو مندرجہ بالا ترتیب واجب ہے اور مفرد کو صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے۔ کیونکہ ذبح اس پر واجب نہیں ہے پس اگر اس ترتیب میں تقدیم تاخیر کی جائے تو دم جنایت واجب ہوگا اس لئے ترتیب ملحوظ رکھنا واجب ہے۔

جو حجاج مسافر ہیں خواہ وہ غنی ہوں دم قران اور دم تمتع کے سوا ان پر کوئی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن جو بسبب اقامت مکہ مسافر نہ رہے ہوں بلکہ مقیم بن گئے ہوں اور غنی بھی ہوں تو ان پر عام اہلِ استطاعت کی طرح اُضحیہ (قربانی) واجب ہے۔

(۳۵) اِحصار

اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد کسی لا علاج مجبوری مثلاً شدتِ مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور ہو جائے تو اس معذوری کو اِحصار اور اس مُحرم کو مُحصِر کہتے ہیں۔ اگر یہ مُحصِر متمتع یا مُفرد یا مُعتمر ہے تو ایک دَم یا قیمت دم کی دے کر کسی کو بھیجے کہ وہ شخص حرم میں جاکر ذبح کرے۔ ذبح کے بعد مُحرِم حلال ہو جاتا ہے۔ اگر مُحصِر قارن ہے تو دو دَم یا دو کی قیمت بھیج کر اسی طرح ذبح کرائے اور حلال ہو جائے۔ اس ذبح کو دمِ اِحصار کہتے ہیں۔ اگر ذبح حرم کے بجائے غلطی سے حِل میں ہو جائے یا ذبح سے قبل مُحرِم غلطی سے حلال ہو جائے تو دَمِ جنایت واجب ہوگا۔ جو مُحصِر اس

طرح حرم میں ذبح کرا کر حلال ہو لیتا ہے اُس کے ذمہ عمرہ یا حج جس کا احرام باندھا تھا خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو قضا واجب رہتا ہے۔ اگر مکہ پہنچ کر اس طرح محصر ہو جائے اور وقوف عرفات سے عاجز ہو تو اس کا حج بہر صورت فوت ہو گیا۔ آئندہ سال قضا واجب ہے۔ اب اگر وہ مفرد ہے تو طواف و سعی اور حلق کر کے حلال ہو جائے۔ اور اگر قارن ہے تو اوّل عمرہ کر کے پھر مزید طواف و سعی، اور حلق کر کے حلال ہو جائے۔ اگر متمتع ہے تو صرف عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔ اور اگر وقوفِ عرفات کے بعد موانع پیش آئیں کہ طوافِ زیارت سے معذور ہو تو یہ رکاوٹ احصار کی تعریف میں نہیں آتی۔ ایسی صورت میں ۱۰ ذی الحجہ کو منا میں ذبح اور حلق کر کے حلال ہو جائے۔ البتہ بیوی کے حق میں حلال نہ ہو گا، جب تک طوافِ زیارت نہ کر لے۔ اور یہ طواف یوں بھی فرض ہے۔ جب تک ادا نہ ہو حج کامل نہیں ہوتا۔ گو اس کے بغیر حج ساقط ہے۔ لیکن طوافِ زیارت کا کوئی وقت محدود نہیں ہے۔ البتہ ایامِ نحر کے بعد کرنے میں ایک دم واجب ہو جاتا ہے۔ جب ہو سکے طوافِ زیارت کر کے اپنا حج پورا کر لے۔ طوافِ زیارت میں نیابت نہیں ہوتی۔ جب بن پڑے خود کرنا فرض ہے۔ البتہ اگر وقوفِ عرفات کے بعد ہی مر جائے اور وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا کر دیجیو تو ایک اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہے۔ حج پورا ہو جائے گا۔ اور اگر سچ پوچھئے تو اللہ تعالیٰ بڑا ذرہ نواز ہے۔ جب حاجی حج کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے اس کا حج شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نوبت پر مر جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ اس کی نیک عمل

کے بدلے قبول کرے۔ اور اس کا حج ادا ہو جائے۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے)

(۳۶) حج بدل

حج کی عام شکل تو یہ ہے کہ خود جاکر ادا کرے۔ چنانچہ اس کے احکام و مسائل اوپر بیان ہوئے۔ لیکن بعض صورتوں میں دوسرے کے ذریعہ سے بھی حج ادا کر سکتے ہیں۔ اس کو حج عَنِ الْغَیْر یا حجِ بَدَل کہتے ہیں۔ اس کے مسائل بھی خاص ہیں۔ ذیل میں حضرت مولٰنا حاجی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر مگر جامع تالیف زُبْدَۃُ الْمَنَاسِک سے خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) عمرہ اور حج نیابۃً بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے ادا کر دے۔ سو عمرہ میں اور حج نفل میں تو نیابت کے واسطے کوئی شرط نہیں۔ جو کوئی جس کی طرف سے جب چاہے ادا کر دے۔ البتہ ادا کرنے والے میں اہلیت ضروری ہے کہ مسلمان بالغ اور عاقل ہو۔ مناسک اچھی طرح ادا کر سکے البتہ حجِ فرض کے واسطے چند شرائط ہیں۔ اُن کی تکمیل کے بغیر حج فرض نیابت سے ادا نہیں ہو سکتا وہ درج ذیل ہیں۔

(۲) جو شخص دوسرے کے ذریعہ سے نیابۃً حج کرائے، اوّل خود اس پر حج فرض ہو چکا ہو۔ اور وہ فرض ہونے کے بعد جانے سے معذور ہو جائے اور تا مرگ معذور ہی رہے۔ پس اگر کسی نے حج فرض ہونے سے قبل کسی کے ذریعہ کرایا اور بعد کو حج فرض ہوا تو یہ فرض اُس کے ذمہ رہے گا۔ اور پہلا حج نفل شمار ہوگا۔ علیٰ ہذا اگر فرض ہونے کے بعد معذور ہونے سے قبل حج کرا دیا اور پھر معذور

ہوا تو حج فرض ادا نہیں ہوا۔ پہلا حج نفل شمار ہوگا اور حج فرض پھر کرانا واجب ہے۔ جس عذر کے تحت معذور ہو کر حج کرایا اگر وہ عذر ایسا ہے کہ اس کے رفع ہو جانے کی توقع ہو سکتی ہے۔ مثلاً شدید مرض، اور حج کرانے کے بعد وہ عذر رفع ہو جائے تو حج فرض اس کے ذمہ رہے گا۔ خود ادا کرنا واجب ہے۔ جو حج دورانِ علالت میں کرایا وہ نفل شمار ہوگا۔ اور اگر ایسا عذر تھا کہ بظاہر اس کے رفع ہونے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی مثلاً کور چشمی اور حج کرانے کے بعد قدرتِ الہی سے وہ عذر رفع ہو جائے تو حج فرض ادا ہو گیا۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) جو کوئی شخص معذور ہو اور اپنا حج نیابۃً کرانا چاہے تو وہ دوسرے شخص کو حج کے واسطے مامور کرے اور اس کو بقدر ضرورت سفر خرچ دے۔ اور وہ شخص اس کی طرف سے اور اس کے خرچ سے حج ادا کرے۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت حج ادا کرانے کی وصیت کی تو اس کے وارث یا وصی اس طرح دوسرے کو مامور کر کے اور سفر خرچ دے کر حج کرا دیں پس اگر کوئی شخص کسی زندہ معذور کی طرف سے بدوں امر کے بطور خود حج کرے تو اس زندہ کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ وہ حج اُس کے حق میں نفل شمار ہوگا۔ اور مردہ بھی اگر وصیت کر مرا ہے تو بغیر امرِ وارث یا امرِ وصی کے مردے کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ البتہ اگر مردے نے وصیت نہ کی اور اس کے وارث نے شرعاً خود اس کی طرف سے حج ادا کر دیا یا کرا دیا تو مردہ کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ (اگر اللہ نے چاہا)۔

(۴) آمر کو چاہیئے کہ سفر خرچ کے واسطے کافی رقم مامور کو دے کہ وہ بطریقِ معمول سفر کرے خرچ کرے اگر رقم سراسر نا کافی ہے اور

مامور کسی دوسری رقم سے اخراجات پورے کرے تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔ البتہ مامور اپنے طور پر بلا کسی خاص ضرورت کے کچھ رقم اپنے پاس سے صرف کرے تو مضائقہ نہیں۔ علیٰ ہذا مامور پورے اخراجات آمر سے لے لیکن حج کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔

(۵) جو شخص نیابتہً حج کرنے کے واسطے مامور کیا جائے وہ حج کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ بالغ ہو۔ عاقل ہو۔ توانا تندرست ہو اگر پڑھا لکھا ہو۔ عابد زاہد ہو۔ اور تجربہ کار ہو۔ مسائل اور طریقِ حج سے واقف ہو تو سبحان اللہ جس شخص نے اپنا فرضِ حج ادا نہ کیا ہو وہ اگر دوسرے کی طرف سے نیابتہً حج کرے تو آمر کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ تاہم مکروہ ضرور ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایسی صورت میں مامور کا حج فرض ادا ہوگا، آمر کا نہ ہوگا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ایسے شخص کو مامور کیا جائے جو پہلے ایک مرتبہ اپنا فرضِ حج ادا کر چکا ہو۔

(۶) افضل یہ ہے کہ آمر کے وطن سے حج کرایا جائے۔ اور اگر رقم میں اتنی گنجائش نہ ہو تو آمر کی میقات سے بھی حج کرایا جا سکتا ہے۔

(۷) جو شخص مامور کیا جائے وہ احرام باندھتے وقت حجِ آمر کی نیت کرے اور ہر نیت میں آمر کی نیابت کا خیال رکھے۔ قلب میں نیت کر لینا کافی ہے۔ اگر نیابتِ آمر کی نیت نہ کرے تو حجِ آمر ادا نہ ہوگا۔ اور وہ حج خود مامور کا شمار ہوگا۔ ایسی صورت میں دیانتاً مامور کو آمر کا خرچ واپس کر دینا لازم ہے۔ البتہ اگر مامور حجِ آمر ادا کرنے کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کرے تو درست ہے اس سے دیانت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۸) مامور پر واجب ہے کہ خود ہی جا کر حج کرے۔ دوسرے سے نہیں کرا سکتا

اگر راہ میں بیمار پڑ گیا اور دوسرے کو اپنی طرف سے بھیج دیا تو حج ادا نہ ہوگا۔ لیکن آمر نے ایسی اجازت صراحتاً دے دی ہو یا مامور کی مرضی پر چھوڑ دیا ہو تو البتہ مضائقہ نہیں۔

(۹) حج کا احرام آمر کی میقات سے باندھنا واجب ہے پس حج عن الغیر کی صورت میں حج افراد ہو سکتا ہے یا حج قران کہ ان دونوں صورتوں میں حج کا احرام میقات سے باندھتے ہیں۔ حج تمتع نہیں ہو سکتا کہ اس میں صرف عمرہ کا احرام میقات پر باندھتے ہیں اور حج کا احرام بعد عمرہ میقات کے بجائے حرم سے باندھتے ہیں۔ آمر کے حکم کی اتباع ضروری ہے۔ اگر افراد کا حکم ہو تو افراد کرے۔ قران کا حکم ہو تو قران کرے۔ تمتع کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر تمتع کرے تو وہ مامور کا حج شمار ہوگا۔ آمر کا نہ ہوگا۔ بہر حال حج بدل میں تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں۔ حتیٰ کے آمر نے اذن دیا ہو تو بھی تمتع سے حج بدل ادا نہیں ہوتا۔

(۱۰) اگر کسی نے کسی کو حج کر دینے کا امر کیا اور اس نے دوسرے یا تیسرے سال حج ادا کیا اس سال نہ کیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حج آمر کا ہو جائے گا۔ اگر مامور سے حج فوت ہو گیا بہ سبب تقصیر مامور کے تو اس پر واجب ہے کہ یا تو اپنے پاس سے رقم واپس کر دے یا اپنے خرچ سے آئندہ آمر کی طرف سے حج کرے آمر کا حج ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر حج فوت ہونے میں مامور کی کچھ تقصیر نہ ہو تو آمر کو رقم واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور آئندہ سال بھی وہ اگر حج کرے گا تو آمر کے خرچ سے کرے گا۔ خود بار اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جنایات کا کفارہ مامور کو اپنے پاس سے دینا ہوگا۔ لیکن اگر آمر سے اس کی بھی اجازت حاصل کر لی ہو تو دوسری بات ہے۔

(۳۷) حج کے معلومات

حجاج کو جس واقفیت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ حج کے احکام و مسائل اور طور طریق ہیں۔ ناواقفیت کی صورت میں خدا نخواستہ حج باطل یا فاسد یا ناقص ہونے کا احتمال ہے۔ فقہ شریف کی بیسیوں کتابوں میں حج کی تفصیل درج ہے۔ لیکن حجاج کو بالعموم نہ اتنی مہلت ہے اور نہ اس قدر دسترس کہ خود تحقیق کریں۔ حج کے بہت سے سفر ناموں میں تو مسائل برائے نام درج رہتے ہیں۔ اور بعض میں تفصیل بھی ملتی ہے تو کافی صاف اور صریح نہیں ملتی۔ ناواقف حجاج کو ضرور سرگردانی ہوتی ہے۔ خاطر خواہ عبور حاصل نہیں ہوتا۔ اس سفر نامے میں بنظر رفاہِ عام حتی الوسع حج کے متعلق تمام شرعی معلومات فراہم کر دی ہیں جو مذہب حنفی کے مطابق ہیں۔ دیگر مذاہب کے واسطے بھی بہت سی معلومات مشترک ہیں۔ اپنی بے بضاعتی تو بہر صورت تسلیم ہے۔ اگر احکام و مسائل میں کہیں غلطی رہ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ پتہ چلنے پر فوراً تصحیح کر دی جائے گی۔ تاہم وضاحت و صراحت کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ ناواقف حجاج کو انشاء اللہ سمجھنے میں نسبتاً بہت سہولت ہوگی۔ خاص کر مناسک کی ترتیب و تفہیم بالکل جدید ہے ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے ؛ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

(۳۸) دیگر زیاراتِ مکہ معظمہ

الحمد للہ کہ حج خاطر خواہ شرح و بسط سے بیان ہو گیا۔ مکہ معظمہ میں کچھ خاص زیارات بھی ہیں۔ مختصر تفصیل درجِ ذیل ہے۔

(۱) مَوْلِدُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔
اس مکان کی بھی کیا عظمت ہوگی جہاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے۔ یہ مکان ہمیشہ سے محفوظ چلا آتا تھا۔ اور خوب آراستہ رہتا تھا۔ حجاج جوق جوق زیارت کرتے تھے۔ سعودیوں کا جوشِ وحشت دیکھئے کہ آتے ہی پہلے سال اس کو مسمار کر دیا۔ آج وہاں افتادہ زمین پر اونٹ بندھتے ہیں۔ کیسی بے ادبی ہے۔ بدنصیبی ہے۔ (شکر ہے اب اس جگہ بفضلہ کتب خانہ کی عمارت بن گئی ہے)۔

(۲) مَوْلِدِ فَاطِمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ۔ یہی وہ مکان تھا جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ قیام فرما رہے۔ اس میں حضرت سیدہ تولد ہوئیں۔ باقی صاحبزادے صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ یہ مکان بھی محفوظ تھا۔ زیارت گاہ تھا۔ مولدُ النبی کی طرح اس کو بھی سعودیوں نے مٹایا۔ خالی زمین پڑی ہے (اب بفضلہ اس جگہ دار الحفاظ قائم ہے)۔

(۳) دَارِ اَرْقَم مَخْزُوْمِیْ ۔ یہ وہ مکان ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ تبلیغ میں طالبین کو خلوت میں اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکان میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان سے مسلمانوں کی تعداد چالیس پوری ہوگئی اور انھیں کے مشورہ بلکہ اصرار سے مسلمانوں نے علانیہ نماز پڑھنی شروع کی۔ اور کفار بوجہ رعب کے کچھ مزاحمت نہ کرسکے۔ یہ مکان البتہ باقی ہے۔ خدا جانے اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے کتنی نمازیں پڑھی ہونگی۔ لیکن یہ مکان مقفل پڑا ہے۔ معلم تو پتہ بتاتے

ڈرتے ہیں۔ لیکن حرمِ شریف کے قریب ہے۔ پتہ چل جاتا ہے (اب یہ مکان توسیع میں مسجدِ حرم میں شامل ہو گیا)۔

علیٰ ہذا خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کے قدیم مکانات کے مقامات بہت تجسّس سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن لوگ مقاماتِ متبرکہ اور آثارِ قدیمہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ شاید حکومت کی طرف سے سرزنش کا خوف ہو۔

(۵) جَنَّتُ الْمَعْلٰی قدیم قبرستان ہے۔ مکہ معظمہ سے ملا ہوا ہے سڑک کے اِدھر اُدھر دو پختہ احاطے ہیں۔ جو احاطہ پہاڑی سے ملا ہوا ہے، اس میں اندر کو پہاڑی کے دامن میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزارِ مبارک ہے اور صحابہ کے مزارات ہیں۔ تعجب ہے کہ جس طرح مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے تمام مزارات برابر کر دیئے، یہاں وہ حرکت نہ کی۔ صرف گنبد گرا دیئے۔ لیکن قبروں کے چبوترے اور احاطے برقرار رکھے۔ ہم بھی فاتحہ کے واسطے گئے۔ سپاہیوں نے یہ مشورہ دیا کہ پھاٹک ہی پر فاتحہ پڑھ لی جائے۔ ہم نے بھی کوئی حجت نہ کی۔ پھاٹک پر سے فاتحہ پڑھ کر چلے آئے۔

مکۂ معظمہ کے قرب وجوار میں کئی متبرک تاریخی مقامات ہیں۔ سب سے قریب کوہِ ابو قبیس ہے۔ اسی کو فاران بھی کہتے ہیں۔ بلند پہاڑ ہے۔ آمدورفت کے واسطے راستہ موجود ہے۔ یہاں سے تمام شہر پیشِ نظر ہو جاتا ہے۔ خوب سیر ہوتی ہے۔ اس پہاڑ کی ایک چوٹی پر معجزۂ شَقُّ الْقَمَر صادر ہوا تھا۔ یہاں ایک مسجد بھی ہے۔ مسجد بلال کہلاتی ہے۔ روایت ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد اول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں کھڑے ہو کر اذان دی تھی۔

کوہِ حرا مکۂ معظمہ سے منا کو جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ پہاڑ پر ایک گنبد نما چوٹی ہے۔ خوب بلند نظر آتی ہے۔ عام لوگوں کے واسطے یہی ایک شناخت ہے۔ دامانِ کوہ تک سوار ہوکر جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد پیدل چڑھائی ہے۔ کم زور لوگ اس کی ہمت نہیں کر سکتے۔ چوٹی پر وہ مبارک غارِ حرا ہے جہاں قبل بعثت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنہائی میں کئی سال تک عبادت کرتے رہے۔ اور وہیں خلوت میں سب سے اول وحی نازل ہوئی۔ یہ بہت ہی پُرفضا مقام ہے۔ چاروں طرف بیسوں میل تک منظر صاف ہے۔ غارِ حرا کیا ہے۔ پتھروں کی ایک چھوٹی سی قدرتی کوٹھری ہے۔ خوب روشن ہوادار ہے۔ لیکن حجاج کو جانے کی اجازت نہیں (اب اجازت ہے) مکہ کے جنوب میں قریب ہی یمن کے راستہ پر کوہِ ثور یا کوہِ ثور واقع ہے۔ اس میں وہ غار ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ہجرت کے موقع پر تین شبانہ روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

حج کے سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا، قرآن و حدیث سے اخذ ہوا ہے۔ تاہم خطا و نسیان انسانی خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے معاف فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا (۳/۵) بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

فصل ہفتم

حجاز تا ہند

(۱) واپسی حیدرآباد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حج و زیارت سے فراغت حاصل ہوئی۔ بخیر و خوبی واپسی کا سفر شروع ہوا۔ ہم سروستان نامی جہاز پر سوار ہوئے۔ نمازی کمپنی کا یہ بہت اچھا جہاز ہے۔ نیا ہے۔ بڑا ہے۔ تیز رفتار ہے۔ جون کا آخری ہفتہ تھا۔ مانسون کا زمانہ تھا۔ مسافر تو در کنار خود جہاز کے افسروں کو اندیشہ تھا کہ خدانخواستہ راستہ میں جہاز کو طوفان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہر کسی کو یہی فکر تھی۔ ہر طرف چرچا تھا۔ خدا کے فضل سے اس کل طویل سفر میں اب تک ہم کو کبھی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ خدا کے فضل سے قوی امید تھی کہ اختتامِ سفر پر بھی وہ غیر معمولی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ کل راستہ سمندر ہموار رہا۔ جس روز جہاز بمبئی پہنچنے والا تھا صبح ہی سے مسافروں میں عجب چہل پہل تھی۔ زندگی میں ایسی بے اختیار اور خالص خوشی کا احساس شاذ و نادر نصیب ہوتا ہے لیکن عین خوشی میں یہ دل اچانک کدھر پہنچا ایسا معلوم ہوا کہ بغداد شریف سے ٹیلیفون لگا۔ کہنے والا کہتا ہے۔ بخیر و عافیت وطن پہنچنا مبارک ہو۔ سفر میں کچھ تکلیف تو نہیں اٹھائی۔ رفاقت کیسی رہی۔ کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ دل اس پیام کی کیا تاب

لاتا - پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا - قربان ہونے لگا - رمز شناس خموش تھے - نادان حیران تھے کہ ہنسی خوشی کا وقت اور یہ زار زار رونا - منہ آنسوؤں سے دھونا کیسی الٹی بات ہے - بہر حال دل پر محبت کی ایک گھٹا آئی اور دل کھول کر برس گئی - نخلِ ایمان کو شاداب کر گئی - وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ - بمبئی اترتے ہی ہر چہار طرف احباب و اعزّہ کے نام خیریت رسی کے تار اڑا دیئے - پھر اسی شب کو اسٹیشن پہنچے - ذاتی راحت کی تو چنداں فکر نہ تھی - شکستگی ہی سرمایۂ راحت بن گئی تھی - اور یہ اس سفر کی بڑی نعمت ہے - تاہم دل کا تقاضہ تھا کہ بحالتِ استطاعت حج کا ظاہری اعزاز بھی واجب ہے چنانچہ میل ٹرین میں سکنڈ کلاس کا پورا ڈبہ حیدرآباد تک مخصوص کرا لیا - دوسری شام کو یوم پنجشنبہ بتاریخ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۲۷ء بخیر و عافیت حیدرآباد پہنچ گئے - وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ - اسٹیشن پر دوست احباب کا خوب ہجوم تھا - محبت سے لینے آئے - خوشی خوشی پھولوں کے ہار پہنائے دونوں بچیاں اقبال فاطمہ اور کنیز فاطمہ سلمہما بھی اپنے ماموں میاں کمال احمد سلمہٗ کے ساتھ اسٹیشن آئیں - یہیں اسٹیشن کے قریب ہی اوّل حضرت یوسف صاحب شریف صاحب قبلہ رضی اللہ عنہما کے آستانۂ مبارک پر فاتحہ کے واسطے حاضر ہوا کہ جاتے وقت بھی سب سے آخر یہیں سے رخصت ہوا تھا - پھر حضرت دادا پیر شاہ کمال اللہ شاہ قبلہ مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ قدمبوسی حاصل کیا - پھر گھر آیا - کسی کو از حد منتظر پایا - مگر سب طرح اطمینان نظر آیا -

اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجالایا کہ اُسی کے فضل نے یہ مبارک دن دکھایا۔ سفر کو حسنِ انجام تک پہنچایا۔ اور ایک سال قبل جو بشارت ملی تھی اس کو ہر طرح سچا کر دکھایا۔ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(۲) مُراجعتِ وطن

جاتے وقت بھی دو ماہ قبل دہلی اور اجمیر شریف بزرگانِ سلسلہ کے آستانوں پر فاتحہ کے واسطے حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ والدی حافظ محمد ابراہیم برنی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں اجازت اور رخصت کے واسطے بلند شہر حاضر ہوا۔ خورجہ میں حضرت والدہ مرحومہ کے مزار پر کسی کشش سے حاضر ہوا۔ اور وہاں بھی کچھ قدمبوسی کا سا شبہ ہوا۔ واپسی کے بعد بھی اس دَور کا اعادہ لازم تھا۔ چنانچہ ڈسمبر ۱۹۲۷ء کی تعطیلات میں پھر یہ حاضریاں نصیب ہوئیں۔ حضرت قبلہ گاہی صاحب مدظلہٗ کے انتظار کی کوئی حد نہ تھی جب قدمبوسی ہوئی اور حضرت نے پیار کیا۔ جوشِ محبت سے کانپتے ہوئے سینہ سے لگایا اور رقتِ قلبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ تو محسوس ہوا کہ ماشاء اللہ حج و زیارات کی مقبولیت تکمیل کو پہنچ گئی۔ والدہ مرحومہ کو بھی خواب میں یا خدا جانے کس طرح دیکھا کہ خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہی شفقت و محبت ہے۔ دل کھول کر خیر و خیرات ہے۔ دعوت و ضیافت ہے۔ گویا کہ واقعی گھر پر میرے آنے کی خوشی منا رہی ہیں۔ عجب ربط ہے۔ ع من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن۔ شاید درست ہے۔

اگرچہ مصلحتہً آمد کی پختہ تاریخ کی اطلاع نہیں دی تھی۔ تاہم اندازہ لگا کر میاں ریاض احمد اور جمال احمد سلمہما دہلی آملے۔ جن جن آستانوں پر حاضری ہوئی ساتھ رہے۔

۸۶

صراطُ الحمید (جلد دوم)

تمہید

پہلی مرتبہ ۱۳۴۵ھ میں حج و زیارات کی سعادت نصیب ہوئی تو ہندوستان سے عراق گئے بغداد شریف، نجفِ اشرف۔ کربلائے معلیٰ۔ کاظمین شریف۔ سامرہ شریف۔ کل مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ زیارات سے مشرف ہوئے۔ عراق سے شام آئے۔ دمشق میں کچھ دن قیام رہا۔ شام سے فلسطین گئے تو بیت المقدس حاضر ہوئے۔ فلسطین سے مصر ہوتے ہوئے حجاز میں اول مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ حج کا فریضہ ادا ہوا۔ فالحمد للہ۔

ماہ رمضان ۱۳۵۰ھ میں حضرت قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ نے انتقال فرمایا۔ قبلِ وصال اس ناچیز کو حج بدل کی وصیت فرمائی۔ مدینہ منورہ آستانۂ نبوی پر حاضر ہونے کی تاکید فرمائی۔ اور ساتھ ہی حج و زیارت کے واسطے کافی رقم مخصوص فرمادی۔ چنانچہ اگلے ہی سال ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں حج و زیارت کی غرض سے یہ ناچیز حرمین شریفین حاضر ہوا۔ اس سفر کے احوال پہلے سفر سے بالکل جداگانہ رہے۔ لہٰذا ان کو بھی قلمبند کرلیا اور لطف یہ کہ دورانِ سفر ہی میں قلمبند کرلیا۔

حج و زیارت کے سفرناموں کو خشک معلومات اور سفری ہدایات سے

پھر وہ بجائے قرآن کی دلچسپی اور کشش باقی نہیں رہتی۔ اس قسم کے رسالے جن میں صرف ضروری معلومات وہدایات درج ہوں۔ حکومتِ حجاز۔ حکومت ہند۔ حج کمیٹیوں اور بعض حجاج کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کام چلانے کے واسطے کسی نہ کسی حد تک کافی ہوتے ہیں۔ لیکن سفرناموں کا مقصد کار برای سے اعلیٰ ہے اور ہونا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ سفر میں مشاہدات وتجربات سے مسافر کے دل ودماغ پر جو عکس پڑیں سفرنامے میں ان کی تصویریں نظر آئیں کہ گویا مسافر سامنے بیٹھا سفر کی سرگزشت سنا رہا ہے۔ شنید میں دید کا مزا آرہا ہے۔ پھر سفرنامہ بھی حج وزیارت کا جو دل کی جولان گاہ ہے اور روح کی سیرگاہ ؎

وہ دل جو کسی پہ فدا نہ ہوا ٭ وہ دل جو شہیدِ ادا نہ ہوا
وہ تو دل ہی نہیں اِک کھٹ کھٹ ہے ٭ یہ رہی نہ رہی وہ رہا نہ رہا
جو وہ دشمن نہ رہی۔ تو وہ دل نہ رہا ٭ جو وہ دل نہ رہا۔ تو وہ ہم نہ رہے
جو وہ ہم نہ رہے۔ تو وہ تم نہ رہے ٭ جو وہ تم نہ رہے۔ تو مزا نہ رہا

دل کا جمود موت ہے۔ جسمانی ہے تو جسمانی۔ اور روحانی ہے تو روحانی۔ حرکت اور تڑپ میں حیات ہے۔ حرکت تو یوں بھی جاری رہتی ہے۔ کبھی کبھی تڑپ بھی آنے دے۔ موقع محل اپنا اپنا حوصلہ ہے۔ اعلیٰ شان یہ ہے کہ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ($\frac{15}{9}$) (ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب (اُن کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں) پھر ہیں سے کسی کی عبدیت محبوبیت منکشف ہو جائے۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (اپنے بندے کو لے گیا) کا بھید مل جائے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ (اس پہ درود بھیجو) کا رمز

کھل جائے تو توحید میں رسالت کا رنگ آئے۔ دل فیض پائے تو بے ساختہ زبان سے نکل جائے ؎

آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ ؛ دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ
طالبِ دیدار ہوں دکھلائیے ؛ روئے نورانی خدا را یا نبیؐ

(حضرت شاہ امداد اللہ دیوبندی مہاجر مکّی قدس سرّہٗ)

چنانچہ صراط الحمید جلد اول میں دل کھل کھیلا۔ جب مچلا بول اٹھا ؎

کہہ گزرتا ہوں پتے کی بیخودی کے جوش میں ؛ ہوش میں ہوتا نہیں ہوتا ہوں جب میں ہوش میں

پھر بھی ضبط کی تاکید رہی۔ احتیاط کا اہتمام رہا۔ جلد دوم میں بھی دل کو کہیں کہیں موقع ملا۔ تاہم دماغ کا دورہ دورہ رہا کہ توازن لازم ہے ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل ؛ لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑیئے

مگر سچ پوچھئے تو دھن بڑی چیز ہے۔ زندگی کی جان ہے۔ سب اپنے دھنوں میں اپنی دھن ؎

محمدؐ از تو می خواہم خدا را ؛ خدایا از تو خواہم مصطفیؐ را

وہی توحید توحید ہے جو رسالت کے وسیلہ سے نصیب ہو۔ رسول اللہ کو مانے تو اللہ کو جانے۔ اللہ تو سبحان اللہ۔ رسول اللہؐ کی بھی کیا انوکھی شان ہے۔

صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ؎

ما بلبلیم نالاں، گلزارِ ما محمدؐ ؛ ما نرگسیم حیراں، دیدارِ ما محمدؐ
قمری بسروِ نازد بلبل بگل فریبد ؛ ما عاشقیم بیدل، دلدارِ ما محمدؐ
از خویشتن ندانم جز ایں قدر کہ دانم ؛ ما قطرہ ایم بحرِ زخارِ ما محمدؐ

(حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرّہٗ)

بیت السلام۔ حیدرآباد دکن
رمضان شریف ۱۳۵۸ھ

الفقیر
محمد الیاس برنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فصل اوّل

بلند شہر تا حیدر آباد

(۱) آخری مکتوب ابتدا یوں ہوئی کہ ۱۹۳۱ء کے آخر میں قبلۂ کعبہ حضرت قبلہ والدی حافظ محمد ابراہیم برنی علیہ الرحمۃ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ حضرت نے طلبی کا ایک ایک مکتوب بتاریخ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۱ء ہم تینوں بھائیوں کے نام بلند شہر سے ارسال فرمایا۔ ۱۴ر دسمبر سے ہمارے عثمانیہ کالج میں تعطیلاتِ سرما شروع ہوئیں اور میں اسی روز روانہ ہو گیا۔ تیسرے روز بلند شہر پہنچا اور شرفِ قدمبوسی حاصل ہوا۔ دیکھا تو بفضلہ حضرت کی صحت اچھی خاصی ہے۔ البتہ کچھ نقاہت ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا تو حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ طبیعت تو بہت کمزور اور مضمحل تھی۔ لیکن جب سے تمہارے آنے کی اطلاع پہنچی خود بخود سنبھل گئی۔ اور الحمد للہ اب بشاش معلوم ہوتی ہے۔ تاہم یہ حالت کچھ دیرپا نہیں ہے۔ جو جو ضروری کام ہیں تم کو فوراً ان میں مصروف ہو جانا چاہیئے۔

(۲) وصیت نامہ گرچہ مجھ کو عجلت کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تاہم بہ تعمیلِ ارشاد میں آمادہ ہو گیا۔ اور اسی روز سہ پہر سے ملک و جائداد کے کاغذات و حسابات دیکھنا اور

سمجھنے شروع کر دیئے۔ تیسرے دن اس کام سے خاطر خواہ فراغت ہو گئی۔
نتیجہ یہ ہوا کہ ایک وصیت نامہ جو پہلے ہی مرتب ہو چکا تھا، بعد نظر ثانی
مکمل ہو گیا۔ اس وصیت نامہ کی برکت تھی کہ بعد کو خاندان میں ذرا بھی
اختلاف نمودار نہ ہو سکا۔ پورا اتحاد و اتفاق قائم رہا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(۳) کسی کی یاد

۸ ار دسمبر کو جمعہ کا دن تھا۔ ضروری کام سے تو فراغت ہو ہی چکی تھی۔ بعد نمازِ جمعہ اطمینان سے
بیٹھے تو حضرت نے خود ہی حرمین شریفین کا ذکر چھیڑا۔ اور مجھ سے
حالات سننے شروع کئے۔ مکۂ معظمہ کے حالات تو ضبط سے سنتے رہے۔ لیکن جب
مدینہ منورہ کا ذکر چلا تو طبیعت مچل گئی۔ کچھ دیر تو ضبط نے کام دیا لیکن بالآخر
اضطراب غالب آیا۔ اور بے اختیار رقت شروع ہو گئی۔ اس وقت کسی
طرف سے محبت و شفقت کا عجیب فیضان محسوس ہو رہا تھا کہ دل بے قابو
ہوا جاتا تھا۔ وہ سماں بندھا کہ گھر کی بہو بیٹیاں بھی کام کاج چھوڑ ادب سے
خاموش آبیٹھیں۔ اور دلوں کا جوش آنکھوں سے جاری ہو گیا۔ یقین
ہو رہا تھا کہ غلام اپنے آقا کی توجہ سے سرفراز ہو رہے ہیں۔

حضرت نے اسی حالت میں فرمایا کہ دلوں کے حال سے اللہ تعالیٰ
خوب واقف ہے۔ مجھے عمر بھر حجِ بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ
کی تمنا رہی۔ اور دو ایک مرتبہ تو تہیۂ سفر ہو گیا۔ لیکن نہ معلوم کیا
مصلحتِ الٰہی تھی کہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور دل کی دل ہی میں رہ گئی۔
لہٰذا بحالتِ معذوری میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ حتی الامکان خود
ہی جا کر میرا حجِ بدل ادا کرنا۔ اور مدینۂ منورہ حاضر ہو کر میری طرف
سے صلوٰۃ و سلام عرض کرنا۔ باطنی ربط کچھ ہی کیوں نہ ہو، عالمِ شہادت

کے احکام و آثار کچھ اور ہیں۔ ان کی تعمیل مقدم ہے۔ حرم نبوی کے خدام اور مدینۂ منورہ کے حاجتمند باشندگان کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ نذر پیش کر دنیا۔ چنانچہ حج وزیارت کے واسطے میں اپنے اندوختہ سے مبلغ دو ہزار روپیئے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(۴) علالت ہمیشہ سے ہمارا یہ معمول ہے کہ وطن جانا تو اول خود احباب و اقارب کے مکان پر جاکر ملاقات کرنا۔ اس مرتبہ آکر تین روز گزر گئے اور کہیں جانے کا موقع نہیں ملا۔ چنانچہ تیسرے روز بعدِ عصر حضرت سے اجازت لے کر میں اپنی چھوٹی ہمشیرہ سے ملنے گیا۔ بعدِ مغرب واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت لحاف اوڑھے خاموش لیٹے ہیں گویا کہ سو رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نمازِ عصر کے واسطے جو حضرت نے وضو فرمایا تو یکایک سردی لگ کر بخار چڑھ آیا۔ تپ و لرزہ کا دورہ ہوگیا۔ دوسری صبح علاج شروع ہوا۔ لیکن سہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ؎ مریضِ عشق پر رحمت خدا کی

روز بروز حضرت پر جذب سا غالب ہونے لگا۔ حوائج ضروری کے وقت تو ضرور ادھر آتے اور آخر دن تک طہارت کا پورا خیال رہا۔ ورنہ اکثر اوقات یا تو خموش یا اسماء الٰہیہ کا ذکر۔ آیاتِ قرآنیہ کا وِرد۔ یہی حالت طاری رہتی تھی۔ دن بالعموم سکون میں گزرتا۔ اور شب کو ذکر کا جوش رہتا۔ وَهُوَ رَفِيقُ الْاَعْلٰى (وہی اعلیٰ رفیق ہے) وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْن (وہی سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے) اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بے انتہا مہربان ہے) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (بہت جلد تجھ کو تیرا رب اتنا دیگا کہ تو راضی اور خوش

ہو جائے گا) اسی رنگ کے کلمات و آیات دیر دیر تک مسلسل ورد زبان رہتے۔ اور سننے والوں کے دل پر عجب اثر کرتے۔ مزاج پرسی کے جواب میں الحمد للہ فرماتے۔ مزید استفسار کیجئے تو فرما دیتے کہ جانے کا وقت قریب ہے۔ حکم کا انتظار ہے۔ اِدھر اُدھر کے ذکر چھیڑتے تو خموش ہو جاتے۔ البتہ چھوٹے بچے پوتے نواسے اِرد گرد جمع ہو کر بھولی بھالی باتیں کرتے تو جواب دیتے۔ اکثر ارشاد ہوتا کہ شیرینی یا پھل منگا کر بچوں کو تقسیم کر دو۔

(۵) خوشی

۱۱ر جنوری ۱۹۳۲ء کی شام کو وقت مغرب میاں جمیل احمد برنی سلمہٗ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا۔ حضرت کو اپنے اس پرپوتے کا پہلے سے انتظار و اشتیاق تھا۔ چنانچہ بامید مقبولیت پہلے ہی سے نام بھی ایک خاندانی بزرگ کے نام پر غلام مرتضیٰ تجویز فرما دیا تھا۔ پرپوتے کی خوشخبری سنی۔ کنبہ نے آ آ کر مبارکباد دی۔ مبارک باد لی اور بہت خوش ہوئے۔

(۶) رخصت

تھوڑی ہی دیر میں پھر دوسری طرف توجہ چلی گئی اور ایسی گئی کہ پھر اِدھر نہ آئی۔ جوں جوں شب بڑھی گھر میں عجب آثار محسوس ہونے لگے۔ گویا کہ رخصتی کا سامان ہو رہا ہے اور خدا جانے کس کس کی آمد ہے۔ مکان یوں تو صاف ستھرا تھا۔ پھر بھی سامان قرینے سے جما دیا۔ عود و اگر کی بتیاں اِدھر اُدھر روشن کر دیں۔ بڑے بھائی صاحب (حافظ محمد اسمٰعیل برنی ناظم عدالت) اول تو ماشا اللہ پختہ حافظ۔ دوسرے آواز میں ایک خدا داد کیفیت اور درد۔ تیسرے والد کی محبت کا جوش۔ چوتھے وہ شب کے انوار اور رخصتی کے آثار، قرأت شروع کی تو سبحان اللہ سبحان اللہ سماں

بندھ گیا۔ دل تڑپ گئے۔ عجیب عجیب برمحل آیات و مقامات۔ اور عجب ربط و ترتیب۔ قرأت کیا تھی۔ انوار و برکات کے چشمے ابل رہے تھے۔ مگر انشدر رے ہوش۔ اس بے ہوشی میں بھی حضرت اکثر مقامات بھائی صاحب کے ساتھ خود پڑھنا شروع کر دیتے کہ بھائی صاحب کو ازنا سکوت کرنا پڑتا۔ اس رنگ میں شب ڈھل گئی۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ سب نے سحری کی۔ بھائی صاحب نے ذرا آرام لیا تو میں نے صلوٰۃ وسلام عرض کرنا شروع کر دیا۔ حضرت اس میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ یوں تو پہلے بھی کبھی کبھی فرماتے تھے کہ منزل قریب ہے۔ منزل قریب ہے لیکن آج ڈھلتی رات سے فرمانے لگے۔ منزل قریب ہے۔ مرحلہ دشوار ہے۔ ذرا سنبھال لینا۔ ذرا سنبھلے رہنا۔ غرض کہ بے ہوشی میں ہوش کی عجیب کیفیت تھی۔ صحویت کے ساتھ محویت تھی۔ اسی حال میں اول وقت صبح کی اذان ہوئی۔ بھائی صاحب اٹھ کر قریب آ بیٹھے، تو میں گیا اور نماز سے فارغ ہو آیا۔ پھر بھائی صاحب نے نماز کا قصد فرمایا تو میں حضرت کے بالین پر بیٹھ گیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شب بیداری کے بعد حضرت استراحت کی طرف مائل ہیں۔

دمِ آخیر مجھے بے نظیرمت چھوڑو ؏ کہ نیند اب مجھے بے اختیار آتی ہے

میں نے آہستہ آہستہ کلمۂ طیبہ پڑھنا شروع کیا کہ یکایک حضرت کا تنفس تیز ہوا۔ آب زم زم سرہانے رکھا تھا۔ منہ میں ٹپکایا۔ لبوں پر لگایا۔ تنفس میں کچھ افاقہ معلوم ہوا کہ سبکی آئی۔ جیسے کہ بچوں کو سوتے میں آتی ہے۔ ایک۔ دو۔ تیسری سبکی آئی کہ لبوں کو خفیف سی جنبش ہوئی اور سر قبلہ رخ ڈھلک گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ ہی کا مال ہیں

اور ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) چشم زدن میں آخری منزل طے ہوگئی حیرت کی یہ کیفیت کہ کسی کو خبر نہ کرسکا۔ طلب نہ کرسکا۔ گھر کی بہو بیٹیاں رات بھر جاگتی رہیں۔ بچے بھی کچھ یونہی سوئے۔ البتہ صبح کے وقت برائے نام غنودگی سی ہو رہی تھی۔ پھر بھی سب کا دل ادھر ہی لگا ہوا تھا۔ بظاہر کوئی فوری اندیشہ بھی نہ تھا۔ بھائی صاحب تو قریب ہی پردے سے لگے صحن کے در میں کھڑے وظیفہ ختم کر رہے تھے۔ مگر بلایا تو حضرت رخصت ہو چکے تھے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۱۲/۲۷) (جو کوئی اس پر موجود ہے سب فانی ہے۔ اور باقی رہنے والا ہے تیرے رب کا چہرہ جو جلالت و بزرگی والا اور انعام واحسان والا ہے) چہرہ دیکھو تو عجب شگفتگی اور بشاشت تھی۔ نرمی اور ملاحت تھی۔ یقین ہوتا تھا کہ ماشاءاللہ۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (۷/۲)۔

قمری حساب سے حضرت علیہ الرحمۃ نے اکیانوے[۹۱] سال اور گیارہ یوم کی عمر پائی۔ آخر تک آمد و رفت اور نشست و برخاست میں کوئی معذوری نہ تھی۔ دانت سب مستحکم تھے۔ صرف ایک گر گیا تھا۔ صبح کی ورزش کا معمول آخر تک جاری رہا۔ پنجوقتہ نماز کے علاوہ بفضلہ ہر موسم میں نماز تہجد بھی قائم رہی۔ سابقہ سال تک رمضان شریف کے روزے ادا ہوتے رہے۔ صرف رحلت کے سال دو روزے قضا ہوئے کہ تیسری رمضان کو خود رحلت فرما گئے۔

(۷) واپسی

حاصل کلام یہ کہ ۱۲ر جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۳ر رمضان ۱۳۵۰ھ کو حضرت کا وصال ہوا۔ ۱۴ر جنوری کو سویم کی فاتحہ ہوئی۔ ۱۵ر جنوری کو ضروری کام نمٹائے۔ اور ۱۶ر جنوری کو

میں حیدر آباد روانہ ہو گیا۔ ۱۶ ر ڈسمبر کو بلند شہر پہنچا تھا۔ اور ۱۶ ر جنوری کو فارغ ہو کر وہاں سے روانہ ہوا۔ وہ جو حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ ایک ماہ کافی ہو گا۔ لفظاً لفظاً پورا ہوا۔ مگر یہ علم نہ تھا کہ وہ کام حضرت کی رخصتی کا ہے۔ بلکہ یہ خیال تھا کہ ملک و جائداد کی تقسیم و انتظام کا کام ہے اور وہ جاتے ہی تین دن میں پورا ہو گیا۔ بڑے بھائی صاحب نے میرے بعد بھی قیام فرمایا۔ اور چہلم کی فاتحہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے۔ منجھلے بھائی صاحب نے بعد کو وطن پہنچ کر چھ ماہی کی فاتحہ کرائی۔ اور اس کے بعد ڈسمبر ۱۹۳۲ء میں بال بچوں کو حیدر آباد سے لے کر میں پھر وطن گیا۔ اور حضرت کی برسی کی فاتحہ ہوئی۔

(۸) ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب میں تو کلام نہیں۔ خواہ وہ انفاقِ طعام ہو یا تلاوتِ قرآن۔ لیکن اس کے واسطے کوئی وقت، دن اور مدت مخصوص و معین نہیں ہے جب موقع جب چاہے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔ سویم، چہلم، چھ ماہی، برسی محض رسمی طور پر یہ تاریخیں رائج ہیں۔ بہ نظرِ سہولت یہ مقرر کی جائیں تو مضائقہ نہیں کہ ہر کام کا کوئی نہ کوئی وقت ہوتا ہے۔ ورنہ ان میں کوئی لزوم نہیں۔ لزوم سمجھنا غلط ہے علیٰ ہذا ایصالِ ثواب کے موقع پر تقریب بنانا۔ کنبہ برادری جمع کرنا۔ دعوت کرنا۔ استطاعت نہ ہو تو قرض دام کرنا۔ اور اس تقریب کو لابد سمجھنا۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ یوں بنظرِ تعلقات بصورتِ گنجائش احباب و اقربا شریک ہوں تو یہ ایک معاشرتی صورت ہے۔ اور عدمِ گنجائش کی حالت میں یہ بھی فضول ہے۔ کارِ ثواب کی آڑ میں اسراف کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو بعض لوگ بیزار ہو کر کارِ ثواب ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ لیکن افراط تفریط دونوں صورتیں مضر ہیں۔ اچھا کام اچھے طریق پر کرنا صراطِ مستقیم ہے۔

فصل دوم

حیدر آباد تا بمبئی

(۱) حضرت غوث اعظمؓ کی ذرہ نوازی اوّل مرتبہ ۱۹۴۵ء میں جو زیارات و حج کی سعادت نصیب ہوئی تھی تو بغداد شریف سے اس کی ابتدا ہوئی۔ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا آستانۂ معلیٰ منزلِ اول تھا۔ اس مرتبہ یہ فکر دامنگیر تھی کہ بغداد شریف تو حاضری ہوگی نہیں۔ حضرت غوثِ اعظمؓ سے بڑی شرمندگی ہے کہ آستانۂ معلیٰ پر حاضر ہوئے بغیر راست مکۂ معظمہ اور مدینۂ منوّرہ حاضر ہوا۔ یوں تو نسبتِ قادری بفضلہ دنیا و آخرت میں اپنے ساتھ ہے۔ پیر دستگیرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ہے۔ لیکن حاضری بھی ایک بات ہے۔ دل میں یہی کرید تھی کہ اچانک روانگی سے تین ہفتے قبل حضرتؓ کے ایک صاحبزادے حضرت پیر سید یوسف گیلانی رزّاقی قادری بغداد شریف سے پہلی مرتبہ حیدر آباد تشریف لائے اور غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ چند ہی روز میں اس درجہ محبت بڑھی کہ گویا برسوں کے بے تکلف تعلقات ہیں۔ حضرت خود حیران کہ کس طرح یکایک حیدر آباد کی کشش ہوئی اور کس طرح ہم لوگوں میں دل لگ گیا کہ گویا ایک ہی گھر کنبہ ہے کوئی غیریت اور اجنبیت نہیں ہے۔ پھر بھی میرا خیال اُدھر

نہیں گیا۔ روانگی سے دو ایک روز قبل جو آستانۂ معلّٰی پر حاضر نہ ہو سکنے کی معذرت کی تو ایماء ہوا کہ تیرا کدھر خیال ہے۔ تو نہ آسکا تو ہم نے تجھے رخصت کرنے کے واسطے اپنی طرف سے وقت پر یوسف کو تیرے پاس بھیج دیا کہ گویا اس مرتبہ ہم نے حیدرآباد آکر تجھ کو رخصت کیا۔ پھر کیسی معذرت اور کیسا ملال۔ اللہ اللہ! کیا شفقت ہے۔ کیا عنایت ہے۔ کیا دستگیری ہے۔ آنکھیں کھل گئیں۔ دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا ع اے خدا قربانِ احسانت شوم

(۲) روانگی

دو روز قبل مرشدی و مولائی حضرت قبلہ الحاج مولانا شاہ محمد حسین صاحب مدظلہٗ بھی ونپرتی سے تشریف لائے کہ اس خادم کو رخصت فرمائیں۔ گھر کی رونق دوبالا ہو گئی۔ دیگر احباب بھی ملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے۔ خوب چہل پہل رہتی تھی۔ حضرت مولانا صاحب قبلہ کا شغف تو معلوم ہے۔ توحید و رسالت کا خوب بیان چلتا تھا۔ خیر و برکات کا مینہ برستا تھا۔ یوں تو ریل پانچ بجے چھوٹتی ہے۔ لیکن بہت سے احباب اسٹیشن پر رخصت کرنے آئیں گے۔ ان کے خیال سے منظور تھا کہ وہاں قبل از وقت پہنچ جائیں۔ بیوی بچوں کو سمجھایا بہلایا۔ سفر کے نفل پڑھے۔ سب نے پھولوں کے ہار پہنائے۔ اب ضبط کی تاب نہ رہی۔ بھرے دل پھوٹ بہے۔ اور خوب بہے۔ گلے ملے۔ بالآخر خدا حافظ کہا اور میں سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھتا ہوا زنانہ سے باہر نکل آیا۔ مردانے میں خاص احباب منتظر تھے۔ سب نے ہار پہنائے۔ سب بغل گیر ہوئے۔ کسی کی یاد میں دل تڑپے تو سب رو اٹھے۔ خوب جھڑی لگی۔ عجب سماں ہو گیا۔ موٹریں تیار کھڑی تھیں۔ دعائیں پڑھتے ہوئے سوار ہوئے۔ اور چند منٹ میں اسٹیشن پہنچے۔

(۳) گلبرگہ شریف

مختصر یہ کہ بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء یوم پنجشنبہ شام کو پانچ بجے نام پلی اسٹیشن سے ہماری ٹرین روانہ ہوئی حسنِ اتفاق سے حضرت پیر سید محمد رفاعی بغدادی صاحب بھی اسی ڈبہ میں سوار ہوئے حضرت بھی اِمسال حج و زیارت بلکہ ہجرت کے خیال سے تشریف لے جارہے ہیں۔ شب کو بارہ بجے کے قریب گلبرگہ شریف پہنچی تو میں اتر گیا کہ حضرت خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ کے آستانہ معلی پر حاضر ہوکر شرفِ عتبہ بوسی حاصل کروں۔ فاتحہ پڑھ لوں۔ رخصت ہو لوں۔ اول تو حضرت ماشاء اللہ سلطان دکن ٹھیرے۔ دوسرے خدا کے فضل سے اپنا چشتیہ سلسلہ راست حضرت ہی کا سلسلہ ہے۔ اسی نسبتِ شریف سے محمدی کہلاتا ہے۔ حیدرآباد میں بالعموم دو چشتیہ سلسلے زیادہ رائج ہیں۔ صابری اور کلیمی۔ ہمارے سوا راست محمدی سلسلہ کم نظر آتا ہے۔ یا شاید ہم کو علم نہ ہو۔ بہر حال حضرت خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمۃ ہمارے چشتیہ سلسلہ کے اکابر میں ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ صبح کو ناشتہ سے فارغ ہوکر حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کیا۔ بڑی شفقت و عنایت رہی۔ فالحمد للہ۔ قلعہ کے قریب حضرت کا قدیم حجرہ اور رباط ہے جہاں حضرت عرصہ تک قیام فرما رہے ہے۔ حجرہ قدم رکھتے ہی توحید کا میخانہ معلوم ہوتا ہے۔ ساقی گو وہاں نہیں۔ پھر بھی کچھ دور نہیں۔ دورِ جام دور دور تک چلتا ہے۔

(۴) بمبئی

دوسرے روز علی الصباح بمبئی پہنچے صابو صدیق مرحوم کے مسافر خانہ پہنچ گئے پہنچتے ہی وہاں یہ خبر ملی کہ

درجہ اول میں ہمارے واسطے جگہ محفوظ کرالی گئی۔ سنتے ہی میں دم بخود رہ گیا۔ خدا خیر کرے۔ ایسی تن آسانی سے سفر کی ابتدا ہو رہی ہے تو نہ معلوم اس کی انتہا کیا ہو۔ کہاں (ڈیک کے) ۱۶۰ روپئے اور کہاں ۵۵۰۔ یہ چار سو کی رقم راحتِ نفس کے بجائے کسی کارِ خیر میں صرف ہوتی تو کیسی اچھی بات تھی۔ میرے قیافہ سے میرے دوست تاڑ گئے کہ میں اس انتظام سے خوش نہیں ہوا۔ اس دوران میں مجھ پر ایک دوسرا دور آیا کہ جو کچھ ہوا تمہاری خواہش اور فرمائش کے بغیر ہوا۔ اس میں مصلحتِ الٰہی ہوگی۔ اعتراض کے بجائے شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ سفر کی ابتداء صبر کے بجائے شکر سے ہو رہی ہے۔ قادری طریق میں طلب نہیں تو ترک بھی نہیں ہے۔ طلب کی تو پھر بھی گنجائش ہے کہ بندہ مفلس و محتاج ہے۔ ترک کس برتے پر کرے۔ غنا تو اللہ ہی کو زیبا ہے۔ پس نعمت کی قدر کرو شکر کرو۔ شکر بھی بڑی عبادت ہے۔ غرض کہ سفر کا کیا انتظام ہوا۔ اچھا خاصا سلوک طے ہو گیا۔ وساوس کی حرارت کافور ہو کر دل میں اطمینان کی ٹھنڈک پھیل گئی۔ میں نے دوستوں کی محبت اور توجہ کا شکریہ ادا کیا۔

فصلِ سوّم

بمبئی تا مکّہ معظمہ

(۱) جہاز کے مشاغل ۱۱ مارچ کو میں بمبئی پہنچا اور ۱۴ مارچ کو وہاں سے اپنا جہاز چھوٹا۔ رحمانی جہاز تھا۔ یہ اول درجہ کا جہاز شمار ہوتا ہے۔ سفر میں جہاز پر خوب دین داری کے شغل رہے کپتان کے کمرہ کے قریب سے اوپر والے ڈک پر پنج وقتہ باجماعت نماز ہوتی تھی۔ مولوی عبدالرحمن صاحب بڑے مستعد موذن تھے۔ حضرت پیر سید محمد بغدادی صاحب یا مولنا محمد سہول صاحب بالعموم امامت فرماتے۔ کپتان تحقیق کے مطابق جہت کعبہ کے علامات صبح شام بالائی ڈک پر چاک سے لگوا دیتا تھا۔ شب کو اکثر میلاد شریف ہوتے تھے۔ برزنجی شریف اور بُردہ شریف کے دور چلتے تھے۔ میلاد شریف کے سلسلہ میں حجاج کی عام فرمائش پر میرا بھی ایک وعظ ہوا الحمد للہ شانِ محمدی خوب بیان میں آئی۔

مگر سب سے زیادہ مشغلہ جو جہاز پر رہا وہ مناسکِ حج کا تھا۔ اور اس میں عام و خاص کو ایسا شغف ہو گیا کہ واقعی سفرِ حج کا لطف آگیا۔ پرانے حاجیوں نے بھی تسلیم کیا کہ حاجیوں کے جہاز دیکھے مگر ایسا رنگ نہیں دیکھا۔ جدھر دیکھو لوگ جا بجا بیٹھے مناسکِ حج سمجھتے۔ سمجھاتے

ہیں۔ دُعائیں یاد کرتے ہیں۔ سنتے ہیں۔ سناتے ہیں۔ کہیں کہیں مسائل پر بحث بھی چل جاتی ہے۔ تحقیق کی نوبت آتی ہے۔ علماء موجود ہیں۔ کتابوں کا کافی ذخیرہ ساتھ ہے۔ مطالعہ جاری ہے۔ جہاز کیا ہے۔ خاصا حاجیوں کا مدرسہ معلوم ہوتا ہے۔

بمبئی سے روانہ ہونے کے دوسرے ہی دن میں نے اپنے احباب میں تحریک کی کہ مناسکِ حج کی تعلیم کا جہاز پر باقاعدہ انتظام ہو تو بہت خوب ہو۔ اور اس کی آسان سبیل یہ ہے کہ جہازیٔی حلقوں میں تقسیم کرکے ہر حلقہ ایک ایک مولوی یا مشائخ صاحب کے ذمہ کر دیا جائے کہ وہ اپنے حلقہ کے لوگوں میں بیٹھ کر مناسک کی باقاعدہ تعلیم دیں۔ اس کے سوا یہ بھی ممکن ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان جہاز پر عام جلسہ ہوا کرے تاکہ سب حجاج کے معلومات مکمل اور پختہ ہو جائیں۔ سب نے اس تحریک کو پسند کیا۔ اور اکثر کا اصرار ہوا کہ میں ہی یہ کام اپنے ذمہ لوں۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ خاص ترتیب کے ساتھ سلیس اور عام فہم پیرایہ میں، مناسکِ حج یہی ناچیز شام کے جلسہ میں بیان کیا کرے۔ چنانچہ عصر اور مغرب کے درمیانی بالائی ڈک پہ جلسے ہوتے تھے۔ ترتیب وار مناسکِ حج بیان ہوتے تھے۔ بیان کے ختم پر حاضرین کو سوالات کے ذریعہ شکوک رفع کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ پھر آئندہ جلسہ میں ان سے سوالات کرکے امتحان لیا جاتا تھا۔ خاص علمی اور دینی زندگی کی فضاء پیدا ہوگئی تھی۔ بڑی خیر و برکت تھی۔ بعض جدید تعلیم یافتہ حجاج کی فرمائش تھی کہ ان کو زمانی اور مکانی ترتیب سے حج کا ایک پروگرام لکھا دیا جائے۔ اسی میں سب احکام مسائل اور دُعائیں ترتیب وار آجائیں۔ چنانچہ ایک ایسا پروگرام بھی لکھا دیا گیا جو ان کو

بہت کارآمد ثابت ہوا۔ غرض خدا کے فضل سے مناسکِ حج کی تعلیم کا خوب مشغلہ رہا۔

جہاز چودہ روز میں ۲۷ر مارچ روز دوشنبہ سہ پہر کو جدہ پہنچا۔ حجاج کی خوشی کا عالم قابلِ دید تھا۔ خان بہادر مولوی احسان اللہ صاحب برٹش وائس کونسل خاص شان سے پہنچے۔ چیف آفیسر نے استقبال کیا۔ خان بہادر نے دریافت فرمایا کہ کیا فلاں شخص بھی اسی جہاز پر آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ آیا ہے تو اوپر تشریف لائے۔ محبت سے بغل گیر ہوئے۔ دُعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کو باصحت وعافیت حجاج کی خدمت گزاری اور خبرگیری پر مامور رکھے اور جزائے خیر عطا کرے۔ حیدرآبادی حُجاج تیسرے روز مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

فصلِ چہارم

مکّہ معظمہ

(۱) قیام کا انتظام

بہر حال ۲۹ مارچ یوم چہارشنبہ ہ کو مکہ معظمہ حاضر ہو گئے۔ دل کی خوشی کا کیا کہنا تھا۔ خدا سب کو نصیب کرے۔ مکہ معظمہ میں اعلیحضرت بندگانِ عالی کی تین رباط ہیں۔ ایک حسین بی صاحبہ کی رباط کہلاتی ہے۔ اور دوسری دلاورؔ النساء بیگم صاحبہ کی رباط مشہور ہے۔ تیسری افضل الدولہ کی رباط کہلاتی ہے۔ ان کے اوقاف سے حیدرآبادی حجاج کو مکہ معظمہ میں کیسا آرام ملتا ہے اور اس کا کتنا ثواب اُن کو ملتا ہوگا۔ میں صرف ایک روز (سرکاری) رباط میں رہا۔ دوسرے روز حرم شریف کے قریب شامی محلہ میں جہاں پیر بغدادی صاحب مقیم تھے۔ محض دل کی کشش سے ایک مکی صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ اور طبیعتوں میں ایسی موافقت اور مناسبت نکلی کہ دل مل گیا۔ اور اسی روز میں اُن کے مکان پر آگیا۔ بہت آرام کا کمرہ مل گیا۔ کھانے کا انتظام بھی اُن ہی کے ہاں ہو گیا۔ حضرت بغدادی صاحب بھی اس میں شریک ہو گئے۔ دوسرا مسئلہ ساتھی کا ہے۔ خوش قسمتی سے معلم ہی کی معرفت ہم کو ایک شریف طالب علم مل گیا۔ عبدالرحمٰن سلمہٗ بہت

نیک طینت ہیں۔ کافی واقف کار ہیں اکثر اپنے ساتھ رہتے تھے۔ کام کاج میں مدد دیتے تھے۔

(۲) مولانا شفیع الدین صاحب مہاجر مکی

حرم شریف میں مولانا شفیع الدین صاحب سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ کے سلسلے میں آپ خلیفہ ہیں۔ وطن تو قصبہ نگینہ ہے۔ لیکن مہاجر ہیں۔ عمر کا بیشتر حصہ مکۂ معظمہ میں بسر ہوا۔ بعد عصر حرم شریف میں نشست رہتی ہے۔ عالم متبحرّ ہیں۔ اور مناسکِ حج پر تو ایسا عبور ہے کہ بایدوشاید۔ مولانا نے فرمایا کہ جو حاجی اشہرِ حج میں داخلِ میقات ہو وہ آفاقی مانا جاتا ہے۔ اہلِ مکہ کی شمار میں نہیں آتا۔ اور تمتّع کی صورت میں وہ عمرہ کے بعد حلال ہوکر قبلِ ایامِ تشریق مزید عمرے کرسکتا ہے۔ اور یہ اُس کا خاص حق ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ مغالطہ لوگوں کو ایک دوسرے مسئلہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی ان کے کانوں تک بھی پہنچتا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ جو حاجی قدیم رسم کے مطابق اپنے ساتھ ہدی (قربانی) لائے وہ تمتع کی صورت میں بھی عمرہ کے بعد مُحرِم رہتا ہے۔ حلال نہیں ہوتا۔ البتہ اسی احرام میں حج کی نیت کرتا ہے اور قارن کی طرح بعدِ حج حلال ہوتا ہے۔ لیکن یہ خاص صورت اہلِ حجاز کو پیش آتی تھی اور آسکتی ہے کہ وہ حج کرنے آئیں تو ہدی بھی ساتھ لائیں۔ اہلِ ہند کہاں ہدی ساتھ لاسکتے ہیں۔ ان سے اس مسئلہ کا تعلق نہیں ہے۔

تحقیق کے سلسلہ میں جو مولانا سے نیاز حاصل ہوا مناسکِ حج کے متعلق کچھ عرض کرنے کا موقع ملا تو مولانا اس ناچیز پر بہت مہربان ہوگئے۔ حاضرِ خدمت ہوتے رہنے کی نہ صرف اجازت ملی بلکہ تاکید ہوئی۔

ایسی صحبت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بہت سے مسائل کی توثیق ہوئی اور چند خاص مسائل جو یکجا کم ملتے ہیں اور مولانا کی تحقیق کا ثمرہ ہیں بطورِ خاص عنایت ہوئے۔

(۳) حرمِ شریف

یوں تو دل چاہتا ہے کہ ہو سکے تو کل وقت حرم شریف میں حاضر رہیئے۔ طواف کیجئے۔ لیکن شب کے وقت اور ہی کیفیت ہوتی ہے۔ اس کے دیدار کے واسطے اللہ تعالیٰ دل عطا فرمائے۔ اس کے تصور سے بھی روح کو تفریح و تقویت ہوتی ہے۔ مغرب۔ عشاء اور فجر۔ ان نمازوں کے اوّل آخر طواف کا بہت زور رہتا ہے۔ عشاء کے بعد جب ہجوم کم ہو جائے تو مستورات کو طواف کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ ڈھلتی رات کے طواف کا کیا کہنا۔ سُبحان اللہ۔ اس وقت عام لوگ راحت کرتے ہیں۔ خاص لوگ طواف کرتے ہیں۔ اِشراق کے بعد حرم شریف بہت خالی ہو جاتا ہے۔ طواف کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مگر اس وقت وہ کیفیت نہیں رہتی۔ ظہر کے بعد بھی لوگ طواف کرتے ہیں لیکن مجمع عصر کے وقت سے بڑھتا ہے۔

اور یوں تو چوبیسوں گھنٹے طواف چلتا ہے۔ ایک لمحہ کو بند نہیں ہوتا۔ طواف میں بڑا معرکہ حجر اسود کو بوسہ دینا ہے۔ جو لوگ توانا تندرست ہیں اُن کو ہر وقت موقع حاصل ہے۔ جو کمزور ہیں وہ ایسے وقت اپنے دل کی آرزو نکالتے ہیں۔ جب کہ ہجوم کم ہو۔ ورنہ دور ہی سے استلام کرتے ہیں۔ مستورات کی بھی یہی کیفیت رہتی ہے۔ یوں تو ہر مقبول مقام پر ہجوم رہتا ہے۔ لیکن دو جگہ لوگ زیادہ جمتے ہیں۔ ایک تو مُلتزم پر دُعا مانگتے وقت۔ دوسرے حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے نفل پڑھتے وقت۔

بعض لوگ واقعی بڑی خودغرضی دکھاتے ہیں۔ ان مقامات پر بہت وقفہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو منتظر رکھتے ہیں۔ سب کو موقع ملنا چاہیئے۔ اسی بات پر کبھی کبھی آپس میں کھینچ تان بھی ہو جاتی ہے۔ عبادت ایسی ہونی چاہیئے کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو۔ قادری خدام کے واسطے حرم شریف میں ایک ستون بھی بہت متبرک ہے۔ مستند روایت ہے کہ سیدنا حضرت غوث اعظمؒ اکثر اسی ستون کے مقام پر تشریف فرما رہتے تھے۔ یہ ستون باب الزیاد کے قریب ہے اس کی وضع بھی عام ستونوں سے کسی قدر مختلف ہے۔ غالباً ترکوں نے تعمیر کے وقت بغرض شناخت وضع میں امتیاز رکھ دیا۔ پہچاننے والے پہچانتے ہیں

(۴) اپنے اوقات

اپنا تو یہ معمول تھا کہ دن کو مکان پر آرام لینا ضروری کام انجام دینا۔ زیارات کو جانا۔ ملاقات کرنا۔ اور رات حرم شریف میں بسر کرنا۔ ایک طرف بستر جا لینا۔ اکثر مالکی مصلے کی طرف بستر جمتا تھا۔ جب تک ہو سکے طواف کرنا۔ پھر بیٹھے بیٹھے نہیں تو لیٹے لیٹے بیت اللہ شریف کو تکنا۔ طواف کی سیر دیکھنا۔ اور یہ سماں دل میں اتارنا تا کہ ؏ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا سو جانا۔ آنکھ کھلے اور ہمت ہو تو پھر وضو اور وہی مشغلہ۔ اسی طرح صبح کرنا اور بعدِ صبح گھر چلے آنا۔ قبلِ حج تک تو یہی معمول رہا۔ البتہ حج کے بعد طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تو عشاء کے بعد مکان آجاتا اور تہجد کے وقت حرمِ شریف پہنچ جاتا۔ اسی طرح حاضری رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(۵) دُعا کی لہر

قبولِ دعا کے جو اوقات و مقامات ہیں معلوم ہیں۔ صراط الحمید جلد اوّل فصل ششم میں ان کی تفصیل بھی درج ہے۔ لیکن مزید براں دعا کی ایک لہر آتی ہے۔ یہ کچھ عجیب

ذوق ہے۔ عجب کیفیت ہے۔ ایک وقت اِدراک ہوتا ہے کہ دعا کی کشتی میں مقبولیت کے بادبان لگے ہوئے ہیں اور رحمت کی ہوا اُس کو اُڑا لئے جا رہی ہے۔ ایک وقت ہے کہ ہوا کم ہے۔ لیکن ہمت اور توجہ کے پتوار کشتی کو کھے رہے ہیں کشتی آگے بڑھ رہی ہے مگر کوشش کے ساتھ۔ اور بعض اوقات صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہوا ناموافق ہے۔ ہزار پتوار مارئے کشتی انچ بھر آگے نہیں بڑھتی بلکہ پلٹا چاہتی ہے۔ ڈوب جائے تو عجب نہیں۔ ایسے نازک وقت کشتی آتارنا بڑی غلطی ہے۔ موقع پہچاننا لازم ہے۔ اور بڑا فضل اس وقت ہے کہ جو دعائیں کبھی وہم وگمان میں بھی نہ گزری ہوں وہ بے تکلف دل میں اتریں۔ زبان پر آئیں اور مقبولیت کی خنکی سے دل باغ باغ ہو جائے لیکن جبکہ سوچی سمجھی دعائیں ہوا ہو جائیں۔ بہ تکلف بھی دل میں جگہ نہ پائیں۔ محض برائے گفتن زبان پر آئیں۔ ایسی نامقبولیت سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اس کوچہ میں عجب عجب احوال گزرتے ہیں۔

؎ عاقل را اشارہ کافیست۔

(۶) نادر تحفہ

۱۸ ذی الحجہ یوم پنجشنبہ وقتِ صبح ملاقات کی غرض سے شیبی صاحب کے دولت خانہ پر پہنچے۔ بدرالدین صاحب معلم کے چھوٹے بھائی حسین سلمہٗ بھی ساتھ تھے۔ جاتے ہوئے حرم شریف سے گزرے تو حسین نے کہا کہ آج بیت اللہ شریف کو غسل دیا گیا ہے۔ مطاف خوب مہک رہا تھا۔ اسی وقت دروازہ بھی بند کیا جا رہا تھا۔ آبِ زم زم میں مشک وگلاب جیسی خوشبوئیں ملا کر بیت اللہ شریف کے اندرونی حصّے کو دھوتے ہیں۔ اسی کو غسل کہتے ہیں۔ سال میں دو غسل ہوتے ہیں۔ غسل کا پانی بہت احتیاط سے جمع ہو کر شیبی صاحب کے

ہاں جاتا ہے۔ اور وہاں سے بطور تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ بہرحال ہم شیبی صاحب کے ہاں پہنچے تو تمام مکان اسی خوشبو سے معطر تھا معلوم ہوا کہ شیبی صاحب جلالۃ الملک سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ ہم نے تصفیہ کیا کہ کچھ دیر انتظار کر لیں۔ ایک صاحبزادے بھی اخلاقاً ہمارے پاس آ بیٹھے حسین نے پانی مانگا فوراً ٹھنڈا زم زم عنایت ہوا۔ مجھ سے بھی دریافت کیا گیا۔ میں کیوں انکار کرتا۔ لیکن زہے قسمت ہم کو بلا طلب اور بلا توقع غسل کا معطر زم زم ایک بڑا گلاس بھر کر عطا ہوا۔ عطیہ الٰہی تھا۔ فوراً ادب سے پی لیا۔ خوشبو سے دماغ بس گیا۔ خوشی سے دل بھر گیا۔ سچ پوچھیے تو روح مست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ حسین نے مبارک باد دی کہ ایسا تبرک بن مانگے قسمت والوں کو ملتا ہے۔ بڑی نیک فال ہے۔ مکان پہنچے تو سب نے سن کر اس تبرک کی مبارکباد دی۔ لیکن ساتھ ہی سوال ہوا کہ قران کا احرام ہے۔ احرام میں خوشبو ممنوع ہے۔ جب معطر زم زم پی لیا تو دو دم دینے واجب ہوئے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمیں تو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ لیکن ع گر یار مئے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجئے۔ دو دم بسر و چشم حاضر ہیں۔ سچ پوچھئے تو ایسا تبرک سو دم میں بھی سستا ہے۔

(۷) بیت اللہ شریف کی داخلی

اگلے دن ۵ ذی الحجہ کو جمعہ تھا۔ بعد نماز صبح بیت اللہ شریف کی داخلی ہوئی۔ ہم کو بھی اسی موقع پر داخلی کا شرف حاصل ہوا۔ عام داخلی تو بلا معاوضہ ہوتی ہے۔ لیکن اس میں اژدہام بہت رہتا ہے۔ خاص داخلی میں شیبی صاحب کو نذر دینی پڑتی ہے۔ اور اہل ذوق خوشی سے

دیتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر یکسوئی رہے۔ چنانچہ ہم نے بھی نذر پیش کی۔ صرف چند حجاج کی داخلی ہوئی اور تقریباً ایک گھنٹہ اندر حاضری رہی۔ جو پڑھنا تھا پڑھا۔ جو کہنا تھا کہا۔ جو دیکھنا تھا دیکھا۔ اللہ اکبر اس عالم شہادت میں اس سے بڑھ کر کیا رسائی ہوگی۔ بیت اللہ شریف کے اندر حاضر ہیں۔ عالم باطن خدا پر روشن ہے۔ کیا خوب ہو کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں داخل ہو۔ ہمارا دل پھر بیت اللہ بن جائے ظاہر کے بیت اللہ میں باطن کا بیت اللہ آجائے۔ ایک حرم میں دوسرا حرم سما جائے کچھ عجب لطف ہو جائے
ع او در من و من در وے، چوں بو بگلاب اندر۔ جن کے دل بیت اللہ تھے اُن ہی کے ہاتھوں نے اس بیت اللہ کی بناڈالی۔ اور اُن ہی کی دعاؤں سے یہ بیت اللہ آباد ہے۔ سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمدِہٖ۔

(۸) زیارات و تبرکات

فرصت کے اوقات میں زیارات پر بھی حاضر ہوئے مَولدُ النبیؐ۔ مَولِدِ فَاطِمہؓ۔ مَولِدِ علیؓ۔ دارُ الخیزران جبلِ اَبُو قُبیس جہاں معجزہ شقُّ القمر نمودار ہوا۔ جبلِ ثور غار حرا۔ جنّتُ المُعلّٰی۔ مکہ معظمہ کے دو خاص تبرک ہیں۔ ایک زم زم شریف۔ دوسرے بیت اللہ شریف کا غلاف۔ زم زم تو ہر وقت موجود ہے۔ بلاقیمت میسر آتا رہے غلاف شریف کے ٹکڑے سو وہ حج کے بعد بکثرت ملتے ہیں۔ عشرۂ ذی حجہ کو نیا غلاف چڑھتا ہے۔ اور پرانا غلاف اتر کر تبرک بن جاتا ہے۔ ہدیتہً فروخت ہوتا ہے (اب عام طور پر نہیں ملتا) پورا کلمۂ شریف معمولاً چار پانچ روپیہ کو ملتا تھا۔

(۹) شاہی دعوت

۵ رذی الحجہ جمعہ کے دن عصر کے بعد اچانک دو ہرکارے پہنچے۔ ان کے پاس سلطانی دعوت کے دو لفافے ہیں۔ دونوں میرے نام ہیں۔ مجھ کو لفافے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دو گھنٹے سے اِدھر اُدھر آپ کی تلاش ہو رہی ہے۔ جلد تشریف لے چلئے۔ آج ہی شام کو قصرِ شاہی میں آپ کی دعوت ہے اور شرکت کی تاکید ہے۔ بابِ ابراہیم کے قریب سرکاری ایوان میں مہمان جمع ہو رہے ہیں۔ وہاں سے سب سرکاری موٹروں میں سوار ہو کر جائیں گے۔ ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب (قافلہ سالار) وہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وقت تنگ ہے۔ جلد تشریف لے چلئے تاخیر نہ کیجئے۔

میں اس دعوتِ ناگہانی کے واسطے بالکل تیار نہ تھا۔ جی میں آیا کہ انکار کر دوں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ ان کی بات کیا سند ہوگی۔ خود چلوں اور ڈاکٹر صاحب سے عذر کر آؤں۔ چنانچہ گیا تو دیکھا خوب مہمان جمع ہو رہے تھے۔ میں نے عذر کرنا چاہا۔ لیکن صاحب موصوف نے فرمایا کہ انکار سے کیا فائدہ۔ شرکت بہتر ہے۔ موٹر میں سوار ہو قصرِ شاہی پہنچے۔

اور سب مہمان ایک بڑے ہال میں جمع ہوئے۔ کرسیاں تھیں۔ صوفے تھے۔ تمام اسلامی ممالک کے معزز و ممتاز منتخب حجاج مل کر بیٹھے۔ جلالۃ الملک تشریف لائے۔ شاہزادگان اور وزراءِ سلطنت بھی ساتھ تھے۔ اس جمع کو دیکھ کر جی خوش ہوا۔ وضع وضع کے لباس تھے۔ خاص کر مغربیوں کا لباس بہت شاندار معلوم ہوتا تھا۔ چند مہمان احرام میں تھے۔ لیکن ان کے احرام بھی صاف ستھرے تھے۔ قیمتی تولیے تھے۔ غرض کہ سب شاہی دعوت کے واسطے تیار ہو کر آئے تھے۔ لیکن ہماری ہیئتِ کذائی قابلِ دید تھی۔ معمولی

چادروں کا احرام اور وہ بھی میلا مسلا۔ بال پراگندہ۔ گرد آلودہ جیسے کوئی دیوانہ ہو۔ اسی ہال کے ایک بڑے آئینہ میں جو اپنے پر نظر پڑی تو یقین ہوا کہ واقعی حج کا رنگ خوب چڑھا ہے۔ امیروں میں ایک فقیر بھی موجود ہے۔

مغرب کا وقت آگیا اور سب اسی عمارت کی چھت پر جمع ہوئے۔ اور باجماعت نمازِ مغرب ادا ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد پھر سب حجاج اسی ہال میں جمع ہوئے۔ دسترخوان پر بیچے کھلی چھتوں پر میز کرسی کا انتظام تھا۔ لیکن کھانا بیشتر عربی مذاق کا تھا۔ خاص کر بڑے بڑے طشتوں میں جو سالم دنبے بھنے رکھے تھے۔ اور ان کے پیٹ سے بریانی نکالی جاتی تھی۔ وہ عجب تماشہ معلوم ہوتا تھا۔

(۱۰) شاہی جلسہ کھانے سے فارغ ہو کر پھر سب مہمان ایک چھت پر جمع ہوئے۔ کرسیوں پر بیٹھے۔ اس کل دوران میں بعض ہندوستانی مولوی صاحبان بڑے فخر سے اور بے تکلفی سے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے کہ گویا اپنا ہی مکان ہے۔ اپنا ہی زمانہ۔ بہرحال سب مہمان جمع ہوئے تو جلالۃ الملک پھر تشریف لائے۔ کرا... پاشی ہوئی۔ قصیدہ خوانی شروع ہوئی۔ عربی کے کئی قصیدے پڑھ کر سنائے گئے۔ اس کے بعد تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہر ہر اسلامی ملک کی طرف سے شکریہ کی ایک ایک تقریر ہوئی۔ سب تقریریں عربی میں ہوئیں۔ اور اکثر پہلے سے قلمبند تھیں۔ حضرت ملا صاحب شور بازار بھی اسی جلسہ میں شریک تھے۔ افغانستان کی طرف سے حضرت نے تقریر فرمائی۔ سب کے جواب میں جلالۃ الملک نے تقریر فرمائی۔ اور یہ تقریر خوب پُرجوش تھی۔ اس میں کچھ توحید و سنت کی بھی تاکید تھی۔

اب تک تو ہم محض تماشائی تھے۔ لیکن یکایک دل میں تحریک ہوئی کہ تقریر کرنی چاہیئے۔ اول تو یہ افسوس ہوا کہ ہندوستان کی طرف سے اس موقع پر کسی نے تقریر نہیں کی، حالانکہ متعدد عالم موجود تھے۔ دوسرے یہ کہ توحید و سنت کا مسئلہ کسی قدر وضاحت کا محتاج ہے۔ جب ذکر چھڑا تو وضاحت ہونی چاہیئے گو مختصر ہی سہی۔ لیکن ساتھ ہی یہ مشکل تھی کہ ہم عربی میں تقریر کرنے کے قابل نہ تھے۔ اور وہاں کی زبان عربی تھی۔ دل میں یہی کشمکش ہو رہی تھی کہ خدا کی قدرت جلالۃ الملک کی طرف سے خود ہی اعلان ہوا کہ اگر کوئی حاجی اپنی زبان میں تقریر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس کا ترجمہ سن لیا جائے گا۔ میں نے اس کو سراسر تائید حق سمجھا اور اللہ کا نام لے کر تقریر کرنے کھڑا ہو گیا۔

(۱۱) اپنی تقریر

تقریر کے وقت بفضلہ طبیعت بالکل قابو میں تھی۔ دل کو اطمینان تھا۔ پھر بھی ایک قسم کی محویت تھی۔ جو دل میں آیا کہا۔ اور جس طرح دل نے چاہا کہا۔ بیچ بیچ میں آیاتِ قرانی بھی یاد آتی گئیں۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے، تقریر کا مختصر خلاصہ یہ تھا کہ :۔

"آپ نے جو امن و امان قائم کیا ہے اس کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ اس کی قدر کرتے ہیں۔ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن ہم سابقہ ترکی حکومت کا بھی احسان فراموش نہیں کر سکتے کہ اس نے اپنی عقیدتمندی سے حجاز میں دولت کے دریا بہا دئیے۔ اوقاف کی حد نہ تھی۔ داد و دہش کی حد نہ تھی۔ بہر حال آپ نے امن قائم کیا خوب کیا۔ امن کی ضرورت تھی۔ لیکن ملک پر جو زد پڑی وہ بھی قابلِ غور ہے۔ آدمی جو تلف ہوئے سو ہوئے۔ معاش

کی موجودہ تنگی بھی موت سے کچھ کم نہیں۔

یہ تو انتظامی اُمور تھے۔ اب دینی اُمور کو لیجئے۔ توحید پر جو بار بار زور دیا جاتا ہے۔ بہت خوب ہے۔ اسلام تو اسلام۔ اسلام کی برکت سے دوسرے مذاہب بھی توحید کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ وہی خالق ہے۔ وہی رازق ہے۔ وہی قادر ہے۔ وہی حاکم ہے۔ یہ عقائد آج بہت عام ہو گئے ہیں۔ کسی تاکید کے محتاج نہیں ہیں۔ آج اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین جو بحث ہے۔ جو معرکہ ہے وہ رسالت پر ہے۔ ورنہ توحید پر سب راضی ہیں۔ اس لئے اسلام و کفر میں اس وقت مابہ الامتیاز جو عقیدہ ہے وہ رسول اللہ کی رسالت ہے۔ ورنہ عقلی اور قولی توحید تو بطفیل اسلام آج کم و بیش سب مذاہب میں عام ہو رہی ہے۔

پس خالی توحید دُہرانا چنداں کارگر نہیں ہے۔ رسالت کے اعلان اور وضاحت کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس ایمانی توحید کا لطف ہے جو رسالت کے طفیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جو اسلام کے باہر میسر نہیں آسکتی۔ رسالت میں ہر کوئی سنت پر زور دیتا ہے۔ اور زور دینا بجا ہے کہ قرآن کریم میں اتباع کی تاکید ہے۔ لیکن بہت سے اس راز سے بے خبر ہیں کہ محبت اور تعظیم اتباع کی جان ہیں۔ ان ہی دونوں کے صحیح امتزاج سے حقیقی اتباع پیدا ہوتی ہے۔ محبت میں قوت ہے اور تعظیم میں تعدیل۔ جس اتباع کی بنیاد محبت اور تعظیم نہ ہو وہ محض ایک رسمی تقلید ہے۔ اتباع نہیں ہے۔ اور نہ اس میں اتباع کی خیر و برکت ہے۔ اتباع کے واسطے محبت اور تعظیم کس درجہ لازم ہے' اہل علم اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں توحید کے پہلو بہ پہلو

حضور رَحۡمَۃٌ لِّلۡعَالَمِیۡنَ ؐ کی محبت و تعظیم کی جو تعلیم ہے۔ وہ دنیا میں بے نظیر ہے کہ عبدیت میں انتہائی محبوبیت و رفعت درج ہے۔

آپ کے ابتدائی طرزِ عمل نے مسلمانان عالم کو سخت متوحش اور مایوس کر دیا کہ گویا آپ کے عہدِ حکومت میں رسولِ کریم ؐ کی محبت اور تعظیم کے واسطے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ بعد کو تشدد گھٹنے لگا۔ حکومت کا مسلک روبہ اصلاح معلوم ہوتا ہے۔ گو رفتار سست ہے۔ تاہم اصلاح کا رجحان صاف نظر آتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اس ارضِ مقدس کی خدمت گزاری آپ کے تفویض رہے تو ہمیں خدا کے فضل سے امید ہے اور ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو رسولِ کریم ؐ کی محبت و تعظیم سے سرشار کر دے کہ اتباع زندہ ہو جائے اور اتباع کی برکت سے توحید نبوی ؐ کا رنگ چڑھ جائے۔ عالم اسلام کے دینی مرکز پر آپ کی نیابت رہے۔ عِنۡدَ اللّٰہِ، اور عِنۡدَ الۡخَلۡقِ آپ کی سعی مشکور ہو۔ حرمین شریفین میں آپ کا عہدِ خدمت امن و امان، خیر و برکت سے معمور رہے۔ اس کے بعد میں نے صلوٰۃٌ تُنۡجِیۡنَا اور قرآنی دعا پڑھ کر تقریر ختم کر دی۔

دورانِ تقریر میں مجلس پر عجیب سکوت تھا۔ تقریر ہوتے ہی جَلَالَۃُ الۡمَلِکِ اٹھ کھڑے ہوئے۔ گویا میری ہی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ بہت سے حاضرین جَلَالَۃُ الۡمَلِکِ کی طرف مصافحوں کو بڑھے۔ اور بہت سے اس ناچیز کی طرف لپکے۔ کوئی مصافحہ کرتا ہے۔ کوئی بغل گیر ہوتا ہے۔ کوئی عربی قاعدے سے پیشانی کو بوسہ دیتا ہے۔ کوئی دعا دیتا ہے کوئی نام و نشان پوچھتا ہے۔ ہندوستانی حجاج تو قدرۃً خوش تھے کہ ہندوستان کی طرف سے بھی تقریر ہو گئی۔ اور خوب ہوئی۔ لیکن حیرت

عرب حجاج پر یہ ہے کہ وہ اور بھی زیادہ خوش تھے۔ ان کا جوش محبت قابل دید تھا۔ میں ایسا گھر گیا کہ جلالۃ الملک سے مصافحہ کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ مختصر یہ کہ تقریر جو ہوئی تھی ہوئی۔ اور محض توفیق الٰہی کا ایک کرشمہ تھی لیکن اس کا چرچا بہت پھیلا۔ اور اس کی بدولت خاص و عام میں تعارف خوب ہو گیا۔ دو تین روز تک حرم شریف میں یہ کیفیت رہی۔ جدھر جاتے پہچان میں آتے۔ لوگ ملتے۔ تقریر کا ذکر کرتے۔

(۱۲) مشائخ کی عنایات

اس حج میں مغرب کے مشہور پیر حضرت سید عبدالحی کتانی ادریسی بھی شریک تھے۔ یہ بھی اپنے اثر و اقتدار میں حضرت شیخ سنوسی علیہ الرحمۃ کے ہم پلہ مانے جاتے ہیں خاص حضرت کا مستقر ہے۔ حضرت بھی دعوت اور جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ دوسرے ہی روز حرم شریف میں ایک عرب صاحب نے حضرت کا کارڈ پہنچایا کہ حضرت کو ملاقات کا اشتیاق ہے۔ چنانچہ بعد مغرب حرم شریف میں حضرت سے نیاز حاصل ہوا۔ بزرگانہ شفقت و محبت سے گلے لگایا۔ عربوں کا خاصہ مجمع تھا۔ ایک جلسہ کی شکل تھی۔ حضرت نے اسی تقریر پر بہت اظہار خوشنودی فرمایا کہ وہ بہت موثر تھی اور بہت مقبول تھی۔ اسلامی جذبات کے اظہار میں تم نے تمام اسلامی ممالک کی طرف سے نیابت اور وکالت کی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ وہ ایسی کیا تقریر تھی جو حضرت بھی ایسا فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! تقریر تو اردو میں تھی اور اس کا عربی میں ترجمہ بھی نہیں ہوا۔ پھر عرب حضرات نے اس کا اس درجہ اثر کس طرح

لیا - فرمایا کہ ایمان و اخلاص میں بجلی کا سا اثر ہے - تمہاری آواز اور لب و لہجہ سے حقانیت ٹپکتی تھی - دل لذت اندوز ہو رہے تھے - اور تم نے جو درمیان میں آیاتِ قرآنی پڑھیں انھوں نے تمہارا بیان عربوں پر کافی واضح کر دیا - جلسہ حُبِّ رسول سے مست ہو گیا - یہ فیضان اختیاری نہیں ہے - فضلِ الٰہی ہے -

(۱۳) دوسری دعوت

حجاج میں تو بفضلہ خاص و عام نے اس تقریر کی بہت قدر کی کہ مجھ کو اس کا گمان بھی نہ تھا - لیکن لوگ اس ٹوہ میں تھے کہ حکومت نے اس تقریر کو کن کانوں سے سنا - آیا کچھ ترشی یا تلخی تو پیدا نہیں ہوئی لیکن دو طرح سے یہ بات صاف ہو گئی - اول تو دو ہی روز بعد پھر دوسری دعوت آئی اور اس کے ساتھ یہ تاکید کہ ضرور شرکت فرمائی جائے - یہ حضرت الفاضل عبداللہ سلیمان وزیرِ مالیہ کی طرف سے خاص دعوت تھی - انگریزی طرز کا پر تکلف ڈنر تھا - مختلف ممالک کے چند منتخب حجاج شریک تھے - اس دعوت کے بعد لوگوں کو اطمینان ہو گیا کہ تقریر سے کوئی شکر رنجی پیدا نہیں ہوئی - الحمدللہ کہ انجام بخیر ہوا - اللہ تعالیٰ حکومتِ حجاز اور مسلمانانِ عالم میں اتحاد قائم رکھے - آمین -

(۱۴) کسی کا مشورہ

ایک مرتبہ عجیب خواب دیکھا تھا - واللہ اعلم کیا حقیقت تھی دیکھا کہ ایک ہو کا مقام ہے - بہت بلندی پر معلوم ہوتا تھا - نہ چاند نہ سورج نہ شمع - نہ چراغ خود بخود عجب قسم کی روشنی تھی - سبزی مائل تھی - دو بزرگ وہاں تشریف لاتے ہیں - ایک تو بہت سرخ سفید ہیں -

دوسرے سانولے ہیں۔ دونوں مُسِن ہیں۔ عربی لباس ہے۔ ہم تینوں مل کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی کمیٹی ہوتی ہے۔ سوال یہ پیش ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام میں جو انحطاط پھیل گیا ہے اس کو رفع کرنے کی کیا تدبیر ہے۔ اول مجھ سے رائے طلب کی جاتی ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ تدابیر تو بے شمار ہیں۔ لیکن سب تدبیروں کی ایک تدبیر ہے۔ وہ اختیار کی جائے تو سب تدبیریں کام آئیں۔ اور سب بگڑے کام بن جائیں۔ تنِ مردہ میں جان پڑ جائے۔ وہ تدبیر یہ کہ مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہؐ کی محبت و عظمت زندہ ہو جائے تو ان کو توحید کا لطف آئے۔ عبدیت کا پتہ چل جائے تو امانت و خلافت کا حوصلہ آئے۔ غرض کہ ربطِ رسالت قوی ہو تو دنیا۔ دین۔ اللہ۔ سب کچھ مل جائے۔ بحالتِ موجودہ رسالت کا ربط ضعیف ہے۔ رسمی ہے۔ روایتی ہے۔ تاریخی ہے۔ دل سے تعلق بہت کم ہے۔ نتیجہ یہ کہ توحید بھی ضعیف ہو گئی۔ قولی ہے۔ خیالی ہے۔ استدلالی ہے۔ ایمانی توحید جو رسالت سے ملتی ہے اس کا زور کہاں۔ جب رسالت سے ربط نہیں توحید میں جان نہیں تو پھر دین و دنیا میں اسلام کا فیضان کہاں سے آئے۔ جو کچھ فیضان میسر ہے۔ اللہ کا رحم و کرم ہے لیکن اس کے فضل سے بہت کچھ اُمید ہے۔ قرآن موجود ہے۔ محفوظ ہے۔ رسول اللہؐ سے اللہ ملے تو پھر سب کچھ اپنا ہے۔ اس کے لگ بھگ عرض کیا تو دونوں حضرات نے پورا اتفاق کیا کہ گویا اسی تدبیر پر عمل ہو۔ پھر خدا جانے کہاں سے کھانا آیا۔ تینوں نے مل کر کھایا۔ پھر یاد نہیں کیا ہوا۔ آنکھ کھل گئی۔

(۱۵) مشکوٰۃ الصلوات نسبتِ رسالت کی تقویت کے واسطے دو کتابیں تالیف کی ہیں۔ تحفہ محمدی کی چار جلدیں میں (اور جواہرِ سخن میں) تو اردو فارسی نعتوں کا انتخاب ہے

اور مشکوٰۃ الصلوات عربی صلوٰۃ و سلام کا منتخب مجموعہ ہے۔ یہ چھ جلدیں مل کر ایک مکمل سٹ بنتا ہے۔ میں مشکوٰۃ الصلوات کے پانسو نسخے خاص کر اپنے ساتھ لایا کہ عرب حجاج میں اس کو ہدیۃً تقسیم کروں۔ اور اس طرح تمام اسلامی ممالک میں اس کی اشاعت ہو جائے۔ اچھے اچھوں کو تردد تھا کہ شاید حکومت اس کتاب سے تعرض کرے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر اپنی نیت بخیر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے ہاں یہ کتاب مقبول ہے تو ان شاء اللہ کوئی مانع مزاحم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود ہی اللہ کا نام لے کر مکہ معظمہ میں اور خاص کر حرم شریف میں اس کی تقسیم شروع کر دی۔ خدا کے فضل سے اس کو عربوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایسی ایسی تعریف کرتے کہ کوئی سنے تو مبالغہ سمجھے حضرت کتانی نے اپنے احباب و مریدین کے واسطے متعدد نسخے طلب فرمائے۔ ایک صحبت میں جب کہ میں بھی موجود تھا، حسن اتفاق سے حکومت کے بعض حکام حضرت سے ملنے آپہنچے۔ انہوں نے کتاب بھی دیکھی۔ تعریف بھی سنی۔ پھر ایک ایک نسخہ ہدیۃً ملا تو خود بھی تعریف کی۔ جب حکومت کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو احباب کو بھی کتابیں دیں۔ اسطرح تین سو نسخے مکہ معظمہ میں تقسیم ہو گئے۔ بقیہ دو سو نسخے مدینہ منورہ میں تقسیم ہوئے۔

(۱۶) عرفات کے برکات

حسب معمول ۸ ذی الحجہ کو حاجی مکہ معظمہ سے منا کو روانہ ہوئے۔ منا میں سرکار نظام کی طرف سے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ ۸ ذی الحجہ کو دوپہر سے قبل پہنچے۔ پانچ نمازیں پڑھیں اور اگلے روز ۹ ذی الحجہ کی صبح کو وہاں سے عرفات روانہ ہو گئے۔ صبح دس بجے کے قریب لاری میں سوار ہو کر عرفات پہنچے۔

دن ڈھلا تو دل بھی ڈھلنے لگے۔ نماز ہوئی اور سب دعاؤں میں لگ گئے۔ جس کو دیکھو اپنے خیال میں محو۔ اپنے ذوق میں مست۔ کوئی کسی سے بات نہیں کرتا۔ کوئی ناظراں پڑھ رہا ہے۔ کوئی حفظ۔ کسی کی تسبیح چل رہی ہے کوئی مراقب ہے۔ اور کوئی حیران ہے۔ توحید کا میدان ہے۔ مگر ربط کو کیا کہیئے۔ جبلِ رحمت پر نظر جمی ہے۔ اور کسی کی یاد میں دل برباد ہے ؎

دل میں اِک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

خدا کی شان کے قربان کہ اُسی آن ایک بوڑھا۔ ایک بچہ۔ ایک نوجوان۔ تینوں پھیری لگاتے آپہنچے۔ اور اُن کی جو خاطر خواہ تواضع ہوئی تو جم گئے۔ شانِ محمدی میں دل کھول کر عربی نعتیں پڑھنی شروع کیں۔ اور نعتیں بھی کیسی۔ حضرت عبدالرحیم بُرعی رضی اللہ عنہ کے معروضات جو عشقِ نبی میں چور ہیں۔ مخمور ہیں۔ اور پھر پڑھنے میں خوش الحانی۔ اور توفیقی ولولہ۔ سماں بندھ گیا۔ ادھر سے اُدھر سے حجاج سمٹ آئے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ کیا فیضان تھا۔ خوب رُلایا۔ خوب تڑپایا۔ دل قاش قاش، جگر پاش پاش ہو گئے۔ رحمت کے بادل اُٹھے اور غلاموں پر موسلادھار برس گئے۔ کشتِ آرزو کو سرسبز و شاداب کر گئے۔ ع اے خدا قربانِ احسانت شوم۔

اتنے میں عصر کا وقت ہو گیا۔ نماز ہوئی۔ حال تو بے حال تھا۔ پھر بھی ہم نے اول قرآنی دعائیں پڑھیں۔ مشکوٰۃ الصلوات کو از اول تا آخر پورا پڑھا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جب دن ختم ہونے لگا اور دھوپ زرد پڑ گئی تو پھر سب ہوش میں آئے اور رخصتی کی ہل چل شروع ہوئی۔ حیدرآباد کے کل حجاج کیمپ میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ جبلِ رحمت بالکل روبرو تھا۔

سب نے اسی طرف رُخ کر کے خشوع اور خضوع کے ساتھ دُعائیں مانگی شروع کیں۔ مل مل کر بھی مانگتے تھے۔ اور جدا جدا بھی۔ دل میں بھی مانگتے اور آواز سے بھی۔ معلم بدرالدین صاحب نے اول سب کو بلند آواز سے دُعائیں پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت پیر سید محمد رفاعی بغدادی صاحب آگے بڑھے۔ اور حضرت نے اوّل عربی میں اور پھر اردو میں تمام مسلمانانِ عالم کے واسطے مسلمانانِ ہند کے واسطے۔ اور بالخصوص حیدرآباد دکن کے واسطے۔ اور اعلیٰحضرت بندگانِ عالی کے واسطے بہت پُرکیف انداز میں دعا فرمائی۔

(۱۷) عرفات سے روانگی

اس کے بعد سب حاجی مصافحے کرنے لگے۔ بغلگیر ہونے لگے۔ مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کا وقت آگیا۔ سب (بعد مغرب) مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ عرفات میں یہ وقت بھی عجب رِقت خیز کا ہوتا ہے۔ جن کو دیکھو رواں رواں ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ شام ہوتے ہی ھُو کا عالم ہو جاتا ہے۔ کہ گویا کوئی تھا ہی نہیں۔ ؎

نہ کا چمن میں رہیں گے نہ چمن میں باقی ؛ فنا ہے سب کو۔ اکیلا رہے گا تو باقی
اللہ۔ ھُو۔ ھُو۔ ھُو۔

(۱۸) مزدلفہ

غرض کہ رات کو مزدلفہ پہنچے۔ یہ شب بھی عجب پر لطف ہوتی ہے۔ اول تو جمع تاخیر کے قاعدے سے نماز پڑھنا۔ پھر کچھ کھانا پینا۔ پھر کچھ آرام لینا۔ پھر بیٹھے بیٹھے ریتی ٹٹولنا اور رمی جمار کے لئے کنکریاں جمع کرنا۔ پھر ہمت ہو تو مشعر الحرام جاکر عبادت کرنا۔ کہ اس شب اس مسجد کی عبادت بہت مقبول ہے۔ ہم نے تو اپنی لاری مشعر الحرام کے قریب ہی ٹھہرائی۔

جاتے ہی اول مشعر الحرام میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد کنکریاں جمع کیں۔ پھر سو رہے۔ خدا کے فضل سے ڈھلتی رات آنکھ کھل گئی۔ اور صبح تک مشعر الحرام میں حاضری رہی۔ خوب دل بھر کر اوراد و اذکار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(۱۹) منا کے مشاغل

۱۰ ذیحجہ کی صبح کو مزدلفہ سے منا آئے۔ اس مرتبہ قیام گاہوں سے الگ قربانی کا انتظام تھا۔ وہیں اونٹ۔ گائے۔ بھیڑ۔ بکری اور دنبوں کا بازار تھا۔ سب حاجی وہیں جا جا کر قربانی کرتے تھے۔ اس سے آبادی میں صفائی رہی۔ امسال قربانیاں خوب سستی رہیں۔ عمدہ بکرے دو ڈھائی روپے میں اور عمدہ دُنبے چار پانچ روپے میں ملتے تھے۔ سب سے اول منا پہنچ کر رمی جمار کیا۔ اس کے بعد قربانی سے فراغت حاصل کی۔ اس کے سوا والدین۔ اہل وعیال اور احباب واعزہ کی طرف سے بھی قربانیاں کی گئیں۔ ظہر تک واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ اور اطمینان سے سر منڈایا غسل کیا۔ احرام اُتار کر کپڑے پہن لئے۔

ہمارے مکرم دوست اور برادرِ سلسلہ مولوی نثار احمد نواب نثار یار جنگ بہادر کی رائے ہوئی کہ طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ چلیں تو وہ اول حجامت بنوا کر غسل کر لیں۔ اس کے بعد طواف کریں۔ چنانچہ ہم دونوں منا سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ عصر کا وقت تھا۔ دو گدھے ایک ایک روپیہ کو کرایہ کئے اور سوار ہو کر چل دیئے۔ خدا خدا کر کے حرم شریف پہنچے۔ قریب مغرب پہنچے۔ نماز پڑھی۔ ہم نے تو اس کے بعد ہی طواف زیارت کر لیا۔ نواب صاحب نے حجامت اور غسل سے فارغ ہو کر بعدِ عشاء طواف کیا۔ اور منا کو واپسی ہوئی۔ منا میں تین روز قیام رہا۔ ۱۲ ذیحجہ کی شام کو مکہ معظمہ

واپس آ گئے۔ خدا کا شکر ادا کیا۔

(۲۰) حجاج اور معلم

قافلہ کے معاملات میں قافلہ سالار کے ساتھ ساتھ معلم کو بھی بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ اور ان ہی دو کے اتفاق و اتحادِ عمل سے خاطر خواہ انتظام ممکن ہے۔ حجاج کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تجربہ اور مشاہدے سے دشواریوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ حاجی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اول تو وہ جو دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور خود سمجھدار واقف کار ہوتے ہیں حسبِ مرضی راحت پاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو خرچ کو آمادہ رہتے ہیں لیکن خود ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسروں کی معرفت کام چلاتے ہیں معتبر آدمی مل جائے تو یہ بھی خاصا آرام پالتے ہیں۔ البتہ کسی چالاک کے ہاتھ میں پھنسیں تو بعد کو پچھتاتے ہیں۔ تیسرے وہ جن کی گرہ میں رقم کم اور مگر عقل زیادہ رہتی ہے۔ یہ اپنی دانائی اور رسائی سے کام نکالتے ہیں۔ ان کے بھی حج کم خرچ بالا نشین ہوتے ہیں۔ چوتھے وہ جو تکلیف و راحت کی چنداں پروا نہیں کرتے۔ جو صورت پیش آئے برداشت کرتے ہیں۔ تلخ و شیریں۔ گرم و سرد۔ سب کے عادی رہتے ہیں۔ صبر و شکر ان کا سرمایہ ہے۔ اس طبقے میں بڑے بڑے لوگ چھپے رہتے ہیں۔ ان کے حج حج ہوتے ہیں۔ پانچویں وہ جو نہ زیادہ رقم رکھتے ہیں۔ نہ کافی عقل۔ لیکن ان کو راحت کی بڑی فکر رہتی ہے۔ اور اس کا ملنا معلوم۔ لہذا بغض و حسد ان کا محل ہو جاتا ہے۔ اور شکوہ شکایت ان کا ورد بن جاتا ہے۔ یہ سخت ابتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

فصل پنجم

مَدینۂ مُنوّرَہ

(۱) مدینۂ مُنوّرَہ کو روانگی

مکۂ معظمہ میں حج کے بعد جوں جوں دن گزرتے۔ مدینۂ منورہ کی تڑپ دل میں بڑھتی اور بے ساختہ زبان پر جاری رہتا۔ ع ہو لا جلد بلا لو مدینہ مجھے۔ بالآخر حج کے دس روز بعد بتاریخ ۱۵ اپریل یوم شنبہ مکۂ معظمہ سے لاری میں روانہ ہوئے۔ اور جدّہ ہوتے ہوئے تیسرے دن یوم دوشنبہ دوپہر کو مدینۂ منورہ حاضر ہوئے۔ اور فی الوقت سید حسین برزنجی صاحب کے دولت خانہ پر قیام کیا۔ حجاج کو عام طور پر آٹھ یوم مدینۂ منورہ حاضر رہنے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر کوئی زیادہ حاضر رہنا چاہے تو کل بیس یوم تیس یوم اور چالیس یوم کے واسطے ایک گنی سے لے کر ڈھائی گنی تک مزید فیس لی جاتی ہے۔ جو لوگ اس سے بھی زیادہ ٹھہرنا چاہیں تو وہ خاص اجازت حاصل کر کے یک طرفہ کو شان اور کرایہ سے آجاتے ہیں۔ نصف سے کچھ زیادہ رقم دینی پڑتی ہے لیکن اُن کو واپسی کی پابندی نہیں رہتی۔

(۲) راستہ کی منزلیں

راستہ میں کہیں کہیں منزلیں بنا دی ہیں۔ لکڑی کے کھمبوں پہ

پھونس کی چھتیں جاذی ہیں۔ عربی وضع کی اونچی نیچی سادہ چارپائیاں بچھی رہتی ہیں۔ حاجی ان ہی پر بیٹھتے لیٹتے ہیں۔ رات کو سوتے ہیں۔ یہاں چاء تو بکثرت ملتی ہے۔ لیکن کہیں کھانا بھی مل جاتا ہے۔ خاص کر رابغ پر تو ایسی تازہ بھنی ہوئی مچھلیاں ملتی ہیں کہ لوگ ناشتہ کے واسطے ساتھ لے جاتے ہیں۔ غرض کہ آرام و اطمینان کے ساتھ لاری کے ذریعہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت برزنجی صاحب نے بہت خاطر تواضع کی۔ میں تیسرے روز اجازت لے کر اپنے قدیم دوست مولنا ضیاء الدین صاحب قادری کے مکان پر آگیا۔ اور کل وقت یہیں مقیم رہا۔ بالکل گھر کا سا بے تکلف آرام ملا۔ کھانے پینے کا۔ رہنے سہنے کا۔

(۳) اپنے اوقات

مدینہ منورہ کا اول مقصد اور بہترین شغلہ حرم شریف کی حاضری ہے۔ اور جنت البقیع کی حاضری۔ بفضلہ اپنا تو وہی سابقہ معمول رہا۔ تہجد اور فجر کے مابین مواجہہ شریف میں حاضری۔ عصر اور مغرب کے درمیان مواجہہ شریف میں حاضری۔ یہ دونوں وقت خاص ہیں۔ ہجوم بھی کم رہتا ہے اور فیضان بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دل کو خود اندازہ ہو جاتا ہے۔ بعد نماز فجر علی الصباح جنت البقیع کی حاضری۔ معمولاً وہاں کا دروازہ کسی قدر دیر سے کھلتا تھا۔ لیکن بہ سہولت انتظام ہو گیا اور ہمارے وقت پر دروازہ کھلنے لگا۔ حجاج عام طور پر طلوعِ آفتاب کے قریب وہاں پہنچتے ہیں۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ بالکل تنہائی ہوتی تھی۔ اور صبح کا عجب سماں ہوتا تھا۔ سب سے اول اور سب سے زیادہ حاضری حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمتِ اقدس میں رہتی تھی۔ لیکن حاجیوں کے

آنے تک کل زیارات سے فراغت ہو جاتی تھی۔ واپس آکر حرم شریف میں کچھ تلاوت کرنا۔ پھر مکان پہنچ کر ناشتہ کرنا۔ آرام لینا۔ آرام لے کر سفر نامہ لکھنا۔ چنانچہ اس سفر نامہ کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں تحریر ہوا۔ خدا کے فضل سے اوقات اچھے رہے۔ تحفۂ محمدی مواجہ شریف میں پڑھی گئی۔ مشکوٰۃ الصلوات کے بھی کئی دور ہوئے۔ اپنی نعتیں اور اپنے صلوات وسلام جب دل میں لہر آئی پڑھے، پیش کئے۔ یہی اپنا تحفہ تھے۔
ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ یوں حرم نبویؐ میں بہت سے مقام متبرک ہیں لیکن مواجہ شریف کی بات ہی اور ہے۔ سبحان اللہ۔

(۴) معروضات

وقت وقت کے لحاظ سے دعائیں ہوتی رہیں۔ دین وملت کے واسطے۔ احباب واقربا کے واسطے۔ اہل وعیال کے واسطے اور اپنے واسطے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ایک مرتبہ خاص عنایت وشفقت کا وقت تھا۔ عجیب اعتبار دل میں اُترا۔ دُعا کی کہ اس ناچیز کو زمرۂ مومنین میں محض رحم وکرم سے شامل فرما لیا جائے تو اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی ہو گی۔ مومنین کے واسطے قرآنِ کریم میں ایک سے ایک بڑھ کر بشارت موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ مومنین کے ساتھ اللہ رؤف ورحیم ہے۔ رسول اللہؐ رؤف ورحیم ہے۔ مومنین میں شامل ہونے کے بعد دو میں سے کوئی ایک صورت پیدا ہو گی۔ یا تو قاعدین میں داخلہ ہو گا۔ یا مجاہدین میں۔ قاعدین کا بھی بڑا رتبہ ہے۔ لیکن مجاہدین کی کچھ بات ہی اور ہے۔ بہر حال قاعدین میں رہے تو سکون رہے گا۔ ہر طرح کا امن رہے گا۔ اور مجاہدین میں داخل ہوئے تو البتہ ہل چل کی نوبت آئے گی۔ لیکن کیا مضائقہ۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا

نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۰) فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۱۲) (لازم ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد) (پس اللہ بہتر ہی حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے)۔

(۵) غلامی کی باتیں

ایک مرتبہ غلامی کی رگ پھڑکی تو بہت کچھ عرض معروض کیا کہ اس غلام کی غلامی حق الیقین تک واضح ہو جائے تو دلِ حریص کو کچھ قرار آئے۔ کچھ جواب سا ملا۔ معلوم ہوا کہ اول مبشّرات ہوئے۔ اب اُن کی تصدیقات ہو رہی ہیں۔ اس سے زیادہ کیا وضاحت مطلوب ہے۔ کئی سال قبل ایک مرتبہ دیکھا تھا کہ کوئی قدیم وسیع اور عالیشان مسجد ہے۔ قلعہ سی معلوم ہوتی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ چاندنی چھٹک رہی ہے۔ اس کے سوا بھی عجب نور ہے۔ اسلامی فوجیں پرے جمائے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان بکثرت جمع ہیں۔ بڑا اہتمام ہے۔ ہم بھی ایک طرف کھڑے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ صحابۂ کرام کی ایک جماعت ساتھ ہے۔ عجب شان ہے۔ صحنِ مسجد میں ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ و فورِ اشتیاق سے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم ہوا۔ لیکن زیارتِ شریف دشوار ہو گئی۔ ایک دوسرے پر اُچکنے لگا۔ گرنے لگا۔ اس وقت اپنے دل میں ایک ولولہ اٹھا کہ اپنے نبی تو کریم ہیں۔ رؤف و رحیم ہیں۔ صاحبِ خلقِ عظیم ہیں۔ پھر کیا تامل ہے۔ اس مجمع کو چیرتا پھاڑتا آگے بڑھا۔ اور حضوریِ اقدس میں دست بستہ عرض کیا کہ مشتاقوں کا ہجوم ہے۔ لیکن زیارت سے محروم ہیں۔ اگر قریب ہی فلاں مرتفع مقام پر حضور تشریف فرما ہوں تو غلاموں کے دلوں

کے ارمان نکل جائیں۔ سب زیارتِ شریف سے اپنی روحوں کو تازہ کریں۔
دلوں کو زندہ کریں۔ آنکھوں کو منور کریں۔ الحمدللہ معروضہ قبول ہوا۔
اور حاضرین کی آرزو پوری ہوئی۔ اس خدمت گزاری کے صلہ میں اس غلام
کو بھی عام و خاص کی خوشنودی حاصل ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔
تحفۂ محمدی مشکوٰۃ الصلوٰات۔ صراط الحمید۔ یہ کتابیں ہر طرف ہاتھوں
ہاتھ جاری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے بفضلہٖ حُبِ رسول کی برقی لہر ہر چار
طرف دلوں میں دوڑ رہی ہے۔ سوتوں کو جگا رہی ہے۔ مردوں کو جلا رہی
ہے۔ سب کو مشتاقِ جمال بنا رہی ہے۔ پھر خدا کی شان کہ یہ کتابیں بالخصوص
مشکوٰۃ الصلوٰات علی الاعلان حرمین شریفین میں صدہا کی تعداد میں تقسیم
ہوتی ہے۔ حجاج و زائرین ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ حرزِ جان اور وردِ زبان
بناتے ہیں۔ فیض پاتے ہیں۔ لوگوں کو تو بڑے بڑے اندیشے تھے۔ لیکن بفضلہٖ
حرمین شریفین میں پچاس دن اپنی حاضری رہی۔ ۱۷ یوم مکۂ معظمہ میں اور
۳۳ یوم مدینۂ منورہ میں۔ کہیں پتا بھی نہیں کھڑکا۔ پھر اربابِ حکومت
سے موقع بہ موقع ملاقات رہی۔ کسی نے آنکھوں بھی گلہ نہیں کیا۔ کوئی
حرف بھی زبان پر نہیں لایا۔ خیر و خوبی سے کتابوں کی اشاعت ہوگئی۔
مقبولیت پھیل گئی۔ لوگوں نے حکومت کے اس سکوت کو حکمتِ عملی
قرار دیا۔ لیکن ہم بدگمانی کیوں کریں۔ ہم تو اس کو نیک نیتی اور نیک توفیق
سمجھتے ہیں۔ حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر
کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حقیقت کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی محبت و تعظیم اور اتباع کی کامل توفیق عطا فرمائے۔ اور ملک کو امن
و امان اور خیر و برکت سے معمور رکھے۔ آمین۔

(۶) مشکوٰۃ الصلوات

مدینہ منورہ میں مشکوٰۃ الصلوات جو تقسیم ہوئی اس کی کیفیت یہ کہ تقریباً دو سو نسخے ساتھ آئے تھے۔ عام خیال تھا کہ مکہ معظمہ کے مقابل مدینہ منورہ میں نگرانی بہت سخت ہے۔ حرمِ نبوی میں یہ کتاب بلا روک ٹوک چل نکلے تو کرامت بلکہ بڑی کرامت ہے۔ خدا کے فضل سے ایسا ہی ہوا۔ ہم نے تقسیم شروع کی تو ابتداء میں لوگ جھجکے لیکن جلد اطمینان ہوگیا۔ اور حرمِ نبوی میں اس کا ورد شروع ہوگیا۔ شیخ الدلائل جو دلائل الخیرات کی اجازت دیتے ہیں، حضرت ممدوح نے بھی اس مجموعہ کو از حد پسند فرمایا اور اجازت حاصل کی۔ حرمین شریفین میں بعض حجاج نے بیعت کے طریق پہ اس ناچیز سے اس کے ورد کی اجازتیں حاصل کیں۔ ہر چند عرض کیا کہ اجازت عام ہے۔ خاص کی ضرورت نہیں۔ تاہم بہت اصرار ہوا تو فرمائش کی تعمیل کردی۔ ورنہ میری کیا حقیقت کہ اجازت دوں ؏ ایاز قدرِ خویش بشناس۔ حرمِ نبوی میں جب بعض دیوانے ہاتھ پکڑ کر مواجہہ شریف میں لے جاتے اور اجازت چاہتے تو دل بے قابو ہو جاتے تھے الحمدللہ کہ لوگ اپنے سامنے اس کو حرمین شریفین میں ورد کرتے تھے۔ عرب حجاج کا اندازہ ہے کہ اسلامی ممالک میں اس کا ورد بہت پھیل جائے گا۔ یہ بہت مقبول ہوگی۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔ وَمَا تَوْفِیْقُنَا اِلَّا بِاللہِ۔

جس زمانہ میں مشکوٰۃ الصلوات تالیف ہو رہی تھی۔ دل کی عجب حالت رہتی تھی۔ بفضلہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچی۔ تو عجب حال ہوا۔ مقصود و مدعا یہی تھا کہ قبول ہو جائے۔ وَاللہُ اَعْلَمُ کیا بشارت تھی کہ گویا حضور خاتم النبیین رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔

اور غسل شریف کا پانی یک جا محفوظ رکھا گیا تو ایک غلام کو اس کے غسل کرنے کا شرف عطا ہوا۔ اور غلامی دیکھئے تو کیسی ادنیٰ ع
غلام غلامانِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۷) شیخ الاغوات ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ بشارت کی بشارت اور تصدیق کی تصدیق۔

خدامِ حرم میں اغوات بہت مُقدّم مانے جاتے ہیں کہ اُن کو بہ سبیلِ خدمت جالیٔ مُبارک کے اندر معمولاً داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت آغا عبد اللطیف صاحب مدت سے شیخ الاغوات ہیں۔ روضۂ اقدس پر اُن کی مستقل حاضری نصف صدی سے متجاوز ہے۔ جمعہ کے جمعہ نمازیں حاضر ہوتے ہیں۔ کچھ جذب سا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ خلافِ معمول حضرت آغا عبد اللطیف بعد نمازِ عصر اصحابِ صُفّہ کے چبوترے پر اپنی جگہ محو سے خموش بیٹھے تھے۔ قریب ہی حضرت مُلّا صاحب شور بازار کی اور ہماری باتیں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں کہ یکایک آغا صاحب چونکے اور مُلّا صاحب سے دریافت کیا کہ آپ جن سے باتیں کر رہے ہیں یہ کون ہیں۔ مُلّا صاحب نے فرمایا کہ یہ ایک ہندی حاجی ہیں۔ یہ سن کر آغا صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور جہاد کی ضرورت اور شہادت کی عظمت پر ایک پر جوش تقریر شروع کر دی۔ یہ تقریر کسی سابقہ بشارت کی کامل تصدیق تھی۔

(۸) عجیب بشارت ایک سال قبل کا ذکر ہے کہ ایک بڑی مفصل بشارت ہوئی تھی۔ اس کا ایک اہم جزو مختصراً یہ تھا کہ مدینہ منورہ سے دو سوار پہنچے کہ بارگاہِ

اقدس میں تمہاری طلبی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھ چلو۔ عنقریب ایک بڑا جہاد ہوا چاہتا ہے۔ اس میں تمہاری شرکت بھی ضرور ہے۔ چنانچہ میں خوشی خوشی ساتھ ہولیا۔ شرفِ عتبہ بوسی حاصل ہوا۔ ڈھلتی رات جہاد کا سماں بندھا۔ اسلامی فوجوں نے پرے جمائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کو خود کمان فرما رہے تھے۔ اس غلام کو حکم ہوا کہ پشتِ مبارک کی جانب بالکل قریب رہے۔ ادھر یہ انتظامات ہوئے کہ آدھر پہاڑوں کے درّوں میں سے ایک سیہ فام بدصورت قوم برآمد ہوئی۔ تلواریں نکل آئیں۔ خوب گھمسان کا معرکہ تھا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اس غلام کی تلوار نے بھی کچھ کمی نہیں کی۔ خوب فرضِ غلامی ادا کیا۔ لیکن بالآخر اپنے پر بھی کسی کافر کی ضربِ کاری پڑی اور شہادت نصیب ہوئی۔ فی الفور تو زخم کی تکلیف کافی محسوس ہوئی لیکن اس عالم سے رخصت ہونے کے بعد راحت ہی راحت تھی۔ اور رخصت ہونا کیا کہئیے۔ وہیں کے وہیں سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ سُن رہے تھے۔ سمجھ رہے تھے۔ صرف بولنے کی طاقت نہ تھی۔ چنانچہ ختمِ جہاد پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے قریب تشریف لے جاتے۔ ان کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔ اور ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے تو زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھتے۔ اپنے اوپر بھی یہی سرفرازی رہی۔ فتح کی خوشی میں مجاہدین کا جلوس بڑی دھوم دھام سے چشم زدن میں مکۂ معظمہ پہنچا اور حرم شریف میں اجتماع ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس غلام کو بھی بہت کچھ انعامات عطا ہوئے۔ ماذونِ حکم اقدس خوش و خرم گھر واپس آیا۔ غرض کہ عجیب قسم کی تفصیلی بشارت تھی اور اس کا جزوِ اعظم جہاد تھا۔

اس تصدیق میں ایک جدید بشارت بھی شامل تھی۔ دورانِ گفتگو میں

آغا صاحب جوش میں آتے تو بار بار ہاتھ پکڑ پکڑ کر فرماتے ۔ یَا وَلِیَ اللہ ما یَا وَلِیَّ اللہ ما ۔ دل کہتا تھا کہ یہ تکیہ کلام تو ہے نہیں ۔ عجب نہ ہو کہ بشارت ہو اور ایک قدیم خادم حرم کی زبان سے حرم شریف میں جو یہ خطاب بے ساختہ نکل رہا ہے تو اس سے مراد اس غلام کی سرفرازی ہو ۔ غرض کہ یہ بھی عجب صحبت رہی ۔ ہمیشہ یاد رہے گی ۔

(۹) خیر خیرات

خیر خیرات اور رقموں کی تقسیم حرمین شریفین میں ایک خاص مرحلہ ہے ۔ یہ کام ایسا سہل نہیں ہے ۔ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ۔ البتہ کوئی یوں ہی رقم لٹانا چاہے اور مستحق غیر مستحق میں امتیاز نہ کرے ، تو دوسری بات ہے ۔ رستہ چلتے رقم پھینک دے ۔ واقعہ یہ ہے کہ مستحقین کے ساتھ بہت سے غیر مستحق بھی مل جاتے ہیں مستحقین سے زیادہ حق جتاتے ہیں اور خیر خیرات پاتے ہیں ۔ شریف مستحقین تو شرم و حیا سے اپنا منہ چھپاتے ہیں ۔ مانگنے کا حرف تک زبان پر نہیں لاتے ہیں ۔ ایسے ہی لوگوں کا قرآن کریم میں ذکر ہے کہ بظاہر خوش حال نظر آتے ہیں ۔ لیکن درحقیقت حاجت مند ہوتے ہیں ۔ کسی سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے ۔ لیکن تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے کہ یہ درحقیقت مسکین ہیں ۔ ایسے غیرت مند مسکینوں کی امداد مانگنے والوں پر مقدم ہے ۔ ان کو تلاش کر کے دینے کا حکم ہے ۔ اور عقلِ سلیم کا بھی یہی فتویٰ ہے ۔ نو وارد حاجی کو اصلیت کا پتہ چلانا مشکل ہے ۔ اس لئے واقف کار اور دیانت دار مقامی مشیروں کی ضرورت ہے کہ تقسیم میں رہنمائی کریں ۔ یہ تو ممکن نہیں اور اتنی چھان بین کی ضرورت بھی نہیں کہ اعلیٰ مستحقین کے سوا کسی کو کچھ نہ ملے ۔ تھوڑا بہت غیر مستحقین کو بھی ملے گا ۔ اور ملنے میں ۔ ضمناً فقہ

نہیں۔ البتہ تقسیم مفت کی لوٹ بن جائے تو اچھا نہیں۔

(۱۰) میلادِ شریف اور فاتحہ

ایک دوست کے صاف ستھرے آراستہ مکان میں ایک شب میلاد شریف کا جلسہ ہوا۔ خاص خاص احباب جمع تھے۔ قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا۔ برزنجی شریف پڑھی گئی۔ لطف یہ کہ خود مدینہ کے برزنجی حضرات نے پڑھی۔ پھر اُردو، فارسی میں نعت خوانی ہوئی۔ بہت فیضان معلوم ہوتا تھا۔ اعلیٰ پیمانہ پر چائے کا انتظام تھا۔ فاتحہ ہوئی۔ تبرک تقسیم ہوا۔ یہ بھی عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں۔

مدینہ منورہ میں محرم شریف کا مہینہ آیا۔ مواجہ شریف ہو یا حضرت خاتونِ جنت کا مزار۔ حاضر ہوجئے تو دل خون ہوتا تھا۔ کن گودوں میں حضرت امام حسینؑ پرورش پائیں۔ اور کس خاک پر شہید ہوں۔ کوثر والے کا دلبر دنیا سے یوں پیاسا جائے۔ مدینہ کا قافلہ کربلا میں لٹ جائے۔ پھر جنبش نہ ہونے پائے۔ دل والوں کو استقامت کا سبق مل جائے۔ علم والوں کو عبدیت کی شان نظر آئے۔ حسینؑ کی محبت کہیں سے کہیں پہنچائے۔ المختصر ادھر محرم شروع ہوا۔ ادھر حضوری کی کیفیت کچھ اور ہوگئی۔ ۷ محرم کو کھجور کے کئی ٹوکرے منگوائے۔ حرم شریف میں بیٹھ کر فاتحہ دی۔ بابُ النساء پر تبرک تقسیم ہوا۔ چھوٹے بڑے ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔ عشرۂ محرم کو پھر حرم شریف میں بابُ النساء پر سبیل لگی۔ دیگ بھر دودھ کا شربت تیار ہوا۔ ذرا سردی تھی تو زعفران پیس کر ملا دیا۔ نامِ حسینؑ پر لوگ لوٹ پڑے۔ دیکھتے دیکھتے شربت ختم ہوگیا۔ لوگ حکومت کی کیا کیا شکایت کرتے ہیں۔ ہم کو تو کسی نے روکا نہ ٹوکا۔ ایمان و عقیدت کے کام حرم شریف میں کرتے رہے۔

حکومت کے حق میں بھی دعا کرتے رہے۔ اور کرتے ہیں۔

یوں تو ایصال ثواب کیلئے کوئی دن تاریخ اور کوئی طور طریق معین نہیں۔ تاہم ہر کام کا ایک موقع اور سلیقہ ہوتا ہے۔ اگر اس کو لازم نہ سمجھا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ باقی نہیں رہتا۔ ۱۲ محرم کو حلیم پر سید الشہدا کی فاتحہ ہوئی۔ مدینہ منورہ کا حریسہ مشہور ہے۔ اسی طرح یہاں حلیم بھی بہت عمدہ پکاتے ہیں۔ ماہر پکانے والے مقرر ہوئے۔ ہماری قیام گاہ پر یعنی مولنا ضیاء الدین کے مکان پر شب بھر حلیم پکا۔ صبح کو تیار ہوا۔ غلہ کے ساتھ میوہ ملا دیا۔ خوب لذیذ تھا۔ سب نے بہت پسند کیا۔ کچھ احباب میں اور باقی غریبوں میں تقسیم ہوا۔ غرض محرم شریف کی فاتحہ جو اپنا معمول ہے مدینہ منورہ میں بخیر و خوبی انجام پائی۔ کھانے کے ساتھ نقدی بھی تقسیم ہوئی۔ محلہ محلہ گھروں پر جا جا کر بیوہ اور یتیموں کو مدد پہنچائی۔

فصلِ ششم

حجاز

(۱) اسلامی مرکز

مسلمانانِ عالم کی نظریں حجاز پر لگی ہوئی ہیں کہ یہ ملک دینِ اسلام کا منبع ہے۔ مرکز ہے۔ تمام مسلمانانِ عالم کا اس سے تعلق ہے۔ حرمین شریفین ہمارے جان و دل ہیں۔ اُن کی حفاظت ہم سب پر واجب ہے۔ حجاز میں ایک جدید دور شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے سب اس طرف متوجہ ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اس دور کے احکام و آثار قابلِ غور ہیں۔

(۲) ایک امر قابلِ اصلاح

البتہ ایک امر قابلِ اصلاح ہے۔ حکومت کی طرف سے کچھ لوگ حرمِ نبوی میں وعظ کہتے ہیں۔ اور علانیہ حکومت کے بل بوتے پر عام حجاج کے روبرو اپنے مخصوص عقائد پر زور دیتے ہیں۔ یہ تبلیغ کا طریق نہیں ہے۔ اس سے اشتعال اور دل آزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ خود حکومت اپنا نقصان کرتی ہے۔ بلا وجہ حُجاج کی مخالفت اور ناراضی بڑھاتی ہے۔

موجودہ زمانہ کا امن و امان تو بے شک بڑی نعمت ہے اور شکرِ نعمت واجب ہے لیکن اسلامی آثار مسمار کرکے موجودہ حکومت نے مسلمانوں

کے دلوں میں ناراضی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اور زیارات کی جا و بے جا
روک ٹوک نے اس بنیاد پر شکوہ و شکایت کی عمارت کھڑی کر دی ہے۔
حکومت کا منشاء تھا کہ خوش عقیدگی کی افراط کی اصلاح کرے۔ لیکن
نوبت بدعقیدگی کی تفریط تک پہنچ گئی۔ یہ کیا اصلاح ہوئی۔ خدا کرے
حجاج اور حکومت افراط و تفریط کی الجھنوں سے نکل کر صراطِ مستقیم پر
آئیں۔ اور مل کر فی سبیل اللہ چلیں۔

(۳) اندرونی پیچیدگیاں

حکومت کی قوم و قبیلہ کو لیجئے اس کے دو طبقے ہیں۔ ایک مولوی لوگ
دوسرے عوام۔ قدرتاً مولویوں کی یہ خواہش ہے کہ ان کے مخصوص عقائد
کی تائید و تعمیل ہو جائے۔ خواہ کچھ ہی ہو جائے۔ اُن کے نزدیک حکومت کا
یہی مقصد ہے۔ عوام کی خواہش ہے کہ ان کو حکومت میں ملازمت دی
جائے۔ معاش کی سبیل کی جائے۔ ان خواہشات کی تکمیل کچھ آسان نہیں ہے۔
اگر حکومت مولویوں کو خوش کرے تو حجاج کو ناخوش کرے۔ اور حجاج کو
ناخوش کرے تو خزانہ کہاں سے بھرے۔ خرچ کہاں سے چلے۔ چنانچہ سال
بسال حجاج کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ سرکاری آمدنی گھٹ رہی ہے۔
امسال صرف بیس ہزار حجاج آئے۔ ان میں سے بھی نصف ہندوستانی تھے۔
حجاج کی تعداد بڑھنے کی ایک خاص شرط ہے کہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔
بے جا روک ٹوک نہ ہو۔ حکومت نگرانی ضرور کرے لیکن حدود مناسب
کے تعین میں زیادہ وسعتِ نظر سے کام لے۔ چنانچہ تجربہ اور تعلقات
سے نامعلوم طور پر خود بخود حکومت میں یہ رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ اب وہ
پہلی سی سخت گیری اور تنگ نظری باقی نہیں ہے۔ حکومت سربرآوردہ

حجاج کو مدعو کرتی ہے۔ اول طعام بعدہٗ کلام۔ اپنی کہتی اُن کی سنتی ہے۔ چنانچہ اس سال سلطانی دعوت میں ہم کو بھی لِوَجْہِ اللّٰہ کچھ کہنے کی توفیق ہوئی۔ اظہارِ حق اور خیر اندیشی کے سوا کچھ مقصود نہ تھا۔ بفضلہٖ شکررنجی کی بھی نوبت نہیں آئی۔ اس سے حکومت کی دور اندیشی کے سوا اور رواداری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے یہ مسلک مولویوں کو گراں گزرے۔ اور وہ اس کو حکومت کی کمزوری اور دنیاسازی قرار دیں۔

رہے حکومت کے ہم قبیلہ لوگ ان میں سے بہت سے سرکاری ملازم ہیں۔ فوج اور پولیس تو اِن ہی سے بھری ہوئی ہے۔ ابتدا میں سرکاری ملازمین اور خاص کر حکومت کے ہم قبیلہ لوگوں کا خیال تھا کہ بس وہی مُوَحِّد ہیں۔ دین دار ہیں۔ دینی معاملات میں خدائی فوجدار ہیں۔ اب وہ بات نہیں رہی۔ تجربہ سے سمجھ گئے کہ حجاج بھی حُسنِ سلوک کے حقدار ہیں۔ حجاج کے ساتھ روادار ہیں۔ پھر بھی حکومت کے فرماں بردار ہیں۔ وفادار ہیں۔

فصلِ ہفتم

حجاز تا ہند

(ا) مدینۂ منوّرہ سے رخصت

مدینۂ منوّرہ میں ایک مہینہ تین روز قیام رہا۔ لیکن جب رخصتی کا دن آیا تو یہ قیام خواب سا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہیں کی جھلک دیکھ لی۔ پھر وہی جدائی۔ وہی فراق۔ باطن جو کچھ بھی ہو۔ اس عالم میں ظاہر سے مفر نہیں۔ بلکہ ظاہر باطن پر مقدم کہ ظہور کامل ترہے۔ گرچہ عادت و لاعلمی کے پردے میں نظروں سے مستتر ہے۔ اولیاء اللہ ہزار فنا فی الرسول ہوں۔ تمنا یہی کہ مدینۂ منوّرہ حاضر ہوں۔ آستانۂ اقدس پر حاضر ہوں۔ اُس شرفِ صحبت کا کیا کہنا جو صحابۂ کرام کو اس عالم میں حاصل ہوا۔ ورنہ یوں اپنی ترنگ میں دیوانے کہاں کہاں پہنچے ہیں۔ لیکن مقام مقام جدا۔ ہر مقام کے احکام جدا۔

ایک ماہ فی الجملہ خاصے قاعدے قرینے سے بسر ہوئی۔ لیکن بتدریج طبیعت کا رنگ بدلتا گیا۔ بالآخر نوبت یہ کہ وضعِ احتیاط سے گھٹنے لگا تھا دم۔ اور جب رخصتی کا دن آیا تو جی چاہتا تھا کہ جائیں تو ہے دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جائیں گویا۔ تماشہ بنیں اور تماشہ بنائیں۔

مئی ۱۹۳۳ء کی ۱۹ تاریخ جمعہ کا دن تھا۔ جدائی کا دن تھا۔ جنون کا دن تھا۔ آج صبح کی حاضری میں کچھ اور ہی رنگ تھا۔ مواجہ شریف میں بھی اور جنت البقیع میں بھی۔ رخصتی کا یہی خاص وقت تھا۔ درد و راحت اضطراب و تسکین کے عجب دور دل پر گزرے۔ شک ظن اوہام ہزار مزاحم ہوں، لیکن ایمان و ایقان کے سامنے کیا جمتے۔ یوں کر ہوئے۔ نور سے ظلمت کا فور ہوئی۔ اور دل کا مدعا حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علی احسانہ بعدد کلماتہ دائما ابداً!

پھر بھی ہم کہیں۔ دل کہیں۔ زیارات سے رخصت ہو کر طلوع آفتاب کے بعد قیام گاہ پر آئے۔ بھوک تیز مگر ناشتے کو جی نہ چاہے۔ دل امڈا جائے۔ اتنے میں دن چڑھ گیا۔ سامان سفر تو پہلے ہی درست کر لیا تھا۔ نماز جمعہ کا وقت قریب آ گیا۔ اول ہی وقت حرم نبوی میں جا بیٹھے۔ پھر خدا جانے بیٹھنا کب نصیب ہو۔ مواجہ شریف میں خوب درود خوانی ہوتی رہی کہ اذان ہوئی۔ خطبہ شروع ہوا۔ جماعت کھڑی ہوئی۔ نماز ختم ہوئی۔ مواجہ شریف میں زائرین کا ہجوم شروع ہوا۔ صلوٰۃ و سلام کا دور چلا۔ جو لوگ رخصت ہو رہے تھے انھوں نے رخصتی کے سلام پڑھے۔ پھر حرم شریف خالی ہو گیا۔ نہ ہی سعودی سپاہی۔ اور خدام حرم اور مساکین جو حرم شریف میں زیادہ ٹھہرتے ہیں، ادھر ادھر بیٹھے رہ گئے۔

(۳) بارگاہِ نبوی میں آخری سلام

روا رَوی میں رخصتی منظور نہ تھی۔ جب ہجوم ختم ہوا۔ سکون ہوا تو اس خادم کی باری آئی۔ ہمارے مدنی میزبان اور بعض احباب بھی ساتھ تھے۔ دستور یہ ہے کہ معلم رخصت کے وقت اپنے زائرین کو مواجہ شریف

میں رخصتی کا سلام پڑھواتے ہیں۔ عجب کیفیت ہوتی ہے۔ ہم بھی اپنے معلم کے ساتھ مواجہ شریف میں حاضر ہوئے کہ رخصتی کا سلام پڑھیں۔ لیکن بفضلہٖ حرمِ نبوی میں اپنا تعارف اور تعلق بہت عام تھا۔ جتنے معلم اُس وقت موجود تھے۔ سب آ شریک ہوئے۔ اور سب نے مل کر رخصتی کا سلام پڑھانا شروع کیا۔ یہ منظر دیکھ کر دوسرے خدام بھی مساکین بھی حتیٰ کہ سعودی سپاہی بھی ہر طرف سے سمٹ آئے۔ قطار در قطار حلقہ بنا کر کھڑے ہوگئے۔ پھر جو دلوں پر رحمت کی گھٹا چھائی۔ اور کرم کی بارش ہوئی تو دلوں سے اُبل کر آنکھوں سے بہ نکلی۔ مدینوں کا تو ذکر کیا کہ محبت کے پتلے ہیں۔ سعودی سپاہی کھڑے رو رہے تھے۔ منہ آنسوؤں سے دھو رہے تھے۔ بے ساختہ دل قربان ہو رہے تھے کہ جس کے آستانہ پر حاضر ہیں وہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔

بارگاہِ اقدس سے رخصت ہوتے وقت سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ سے بھی رخصت ہوئے کہ دین وملت کے کاموں کو کیسا سنبھالا۔ کیسا عروج ہوا۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (۱۲/۲۶) ان کی مثال تورات میں (لکھی ہوئی ہے) اور انجیل میں بھی۔ پھر رحمت کے اس سیلاب میں بہتے ہوئے مواجہ شریف سے گھوم کر جالی مبارک کے دائیں جانب پہنچے تو جگر پارۂ رسولؐ سیّدتنا فاطمہ بتولؓ کے در پر حاضر ہوئے۔ دل اور بھی بے قابو ہو گیا۔ اللہ اکبر۔ خاتونِ جنت کا مسکن۔ پنجتنِ پاک کی محفل۔ دیکھنے کو کیسی ناداری نامرادی۔ اور دیکھو تو انعام واحسان کی حد نہیں۔ ظاہر وباطن میں فیضان کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ عبدیت کے کیسے چمن لگے ہیں۔ پھول کھلے ہیں کہ زنگ دھونے کو من کو مزین

ومعطر کردیا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

خدایا بحقِ بنی فاطمہ ⁂ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ
دعایم اگر رد کنی ور قبول ⁂ من و دست و دامانِ آلِ رسول

(۳) روانگی کی کھٹ پٹ

بالآخر آستانوں سے رخصت ہوچکے تو حرم شریف میں دعا۔ سلام۔ مصافحہ۔ معانقہ کا سلسلہ چلا۔ پھر بھی حرم شریف سے چلے تو احباب ساتھ ساتھ ہجوم پیچھے پیچھے ان میں مساکین بھی موجود تھے۔ جی چاہتا تھا یہ سب مل کر لوٹ لیں۔ اس موقع کے واسطے قرش اور چھوٹی مجیدیوں سے واسکٹ اور کوٹ کی جیبیں بھر لی تھیں۔ جہاں تک مقدرت تھی مساکین کی تواضع کی۔ حرم شریف سے کچھ فاصلہ پر لاری کھڑی تھی۔ ہم بھی جا پہنچے۔

حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد قدرتاً حاجیوں میں دو خواہش ہوتی ہے کہ جلد جدہ پہنچیں۔ اور جلد جہاز میں جگہ مل جائے تو جلد وطن جا پہنچیں۔ ہر طرف ہلچل۔ ہر طرف چل چلاؤ۔ ہر طرف جلدی۔ عجب منظر ہوتا ہے۔ جن کے دل میں حرمین شریفین کی محبت غالب ہو وہ آخر وقت وہاں سے نکلتے ہیں۔ اور یہی لطف بھی ہے کہ یہ عشق کی راہ ہے۔ اب جو چلے تو لاریوں کے ہاتھ بات رہتی ہے۔

(۴) جہاز کی سواری

۲۰ رمئی ۱۹۳۳ء کی شام کو جدہ پہنچے۔ درجۂ اول کے کیبن میں ہماری جگہ شام ہی کو محفوظ ہوگئی اور ۲۳ رمئی کی صبح کو مغل کمپنی کے جہاز جہانگیر میں ہم سوار ہوگئے۔ اور بتاریخ ۴ رجون یوم یکشنبہ رات کے دس بجے جہاز بمبئی

پہنچا۔ گودی سے قریب باہر مگر قریب ہی سمندر میں جہاز لنگر انداز ہوا۔
صبح آفتاب طلوع ہو چکا۔ ایک کشتی میں کیا دیکھتے ہیں کہ میاں مسعود سلمہ،
سوار ہیں۔ ان کے نسبتی برادر میاں شرف الدین سلمہ بھی ساتھ ہیں۔ اشاروں
سے سلام علیک ہوئی۔ دس بجے کے قریب تمام مراحل سے نمٹ کر باہر
نکل آئے تو میاں جمیل سلمہ، دوڑ کر بغل گیر ہوئے۔ ایک بھتیجے عزیز الحسن برنی سلمہ
بھی آئے تھے۔

(۷) بمبئی سے حیدر آباد

غرض کہ بتاریخ ۶ جون یوم شنبہ شب کی گاڑی سے بمبئی سے روانہ ہوئے۔ اگلے
دن شام کو چار بجے حیدر آباد پہنچے۔ راستہ میں گلبرگہ شریف سے برادرم مولوی
ابوسعید مرزا صاحب بھی ساتھ ہو گئے۔ وقار آباد ریل پہنچی تو دیکھا کہ سابق
رفیق حضرت محترم مولوی عبدالقدیر صاحب صدیقی پلیٹ فارم پر کھڑے
حسب عادت تبسم فرما رہے ہیں۔ موسیٰ سلمہ، بھی ساتھ تھے۔ ریل رکتے ہی
میں اترا تو حضرت آکر بغل گیر ہوئے۔ حسب قاعدہ دعا چاہی پھر خوب دعا
فرمائی۔ موسیٰ بھی محبت سے لپٹ گیا۔ پھر بیگم پیٹھ اسٹیشن آیا تو حضرت قبلہ
مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ، اور چند دیگر احباب پلیٹ فارم پر منتظر تھے۔
اترا حضرت بھی بغل گیر ہوئے اور اس پردے میں دل کو مالا مال کر دیا۔ آتے
ہی خوب انعام ملا۔ دس منٹ میں نام پلی اسٹیشن حیدر آباد پہنچ گئے۔ یہاں
احباب کا کافی ہجوم تھا۔ کنیز فاطمہ اور رشید فاطمہ۔ منجھلی اور چھوٹی یہ دو
بچیاں استقبال کرنے اسٹیشن آئیں۔ ان کے ماموں میاں کمال احمد فاروقی
ان کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ پھر موٹروں میں سوار ہو کر گھر پہنچے۔ بڑی
بچی اقبال فاطمہ دروازہ میں اپنی اماں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ گھر کے

لوگوں سے ملا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے سفر کو حُسنِ انجام تک پہنچایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ بعدد کلماتہ دائمًا اَبدًا۔

(٦) **بلند شہر** آتے ہی کاموں نے گھیر لیا۔ وطن نہ جا سکا۔ بعد کو گیا۔ چھوٹی ہمشیرہ سلمہا بلند شہر میں بہت مشتاق اور منتظر تھی۔ بچے ابن حسن۔ ظلِ حسن۔ آلِ حسن۔ بچی زہرہ۔ یہ سب بھی اپنی والدہ کی طرح بے چین تھے کہ ماموں جان کب آتے ہیں۔ ان کے والد میاں سید حسن برنی بھی آنے کا تقاضہ لکھتے رہے۔ سب سے ملاقات ہوئی۔ دیگر احباب واعزا سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھی۔ دعا کی۔ حج وزیارت کی تفصیلات کیا عرض کرتا کہ باطن میں کچھ مخفی نہیں۔ وہاں کے آثار وہاں ظاہر رہتے ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جو فریضہ اپنے ذمے آیا تھا بفضلہ تعالیٰ خیر وخوبی سے ادا ہوا۔ خدا کے فضل سے حُسنِ قبول کی اُمید ہے۔
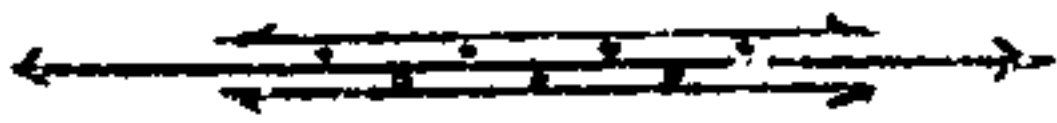
سلسلۂ اشاعت برنی اکیڈمی حیدرآباد

پروفیسر حضرت محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیفات۔ تالیفات تراجم

(۱) شعبۂ اسلامیات (سلسلۂ دعوتِ صدق)

(۱) مشکوٰۃ الصلوات۔ یعنی درودوں کا نادر مجموعہ۔ صلوٰۃ وسلام پر جامع وسیع تالیف۔ بطرزِ خاص جدید۔ جملہ سات حزب جن میں تین حزب خالص قرآنی ہیں، چوتھا حزب احادیثِ ماثورہ پر مبنی ہے۔ آخری تین حزب میں حضرت غوثِ اعظمؓ، حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ اور دیگر اکابر کے بہترین درودوں کا عطر و نچوڑ بیش ہے۔ بفضلہ اتنا مقبول کہ اڈیشن ہفتم مع اردو ترجمہ شائع ہوا صفحات دو سو۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

(۲) حزبُ اللہ۔ یعنی خالص اورادِ قرآنی کا مجموعہ، حزب البحر کے نمونہ پر برائے مدافعتِ ذاتی وخاتمۂ فساد، فتح حق۔ عالمِ اسلام کے انفرادی واجتماعی مشکلات کے حل کے لئے اس میں بیس قرآنی وظیفے درج ہیں۔ اڈیشن سوم مع اردو ترجمہ صفحات ۴۸۔ قیمت چالیس پیسے۔

(۳) تسہیل الترتیل۔ بزبانِ اردو، عربی۔ فن قراءت پر تفہیم جدید جسے پڑھ کر قراءت آسان معلوم ہوتی ہے اور ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے صفحات ۲۲۸۔ ایڈیشن سوم۔ قیمت ڈھائی روپیہ۔

(۴ تا ۷) تحفۂ محمدی۔ جلد اول، دوم، سوم وچہارم۔ یعنی عاشقانِ رسولؐ کی منتخب مقبول پرکیف نعتوں کا مجموعہ، برائے میلاد شریف وقوالی۔ اکثر

مدارس دینیات کے نصاب میں شریک ہے۔ اتنا مقبول کہ بفضلہ ایڈیشن ششم شائع ہوا۔ جلد صفحات ۲۵۰۔ قیمت فی جلد چالیس پیسے۔

(۸) جواہرِ سخن۔ فارسی شعراء کی نعتیہ شاعری کا بہترین مختصر انتخاب، صفحات ۶۰۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

(۹) معروضہ ضمیمۂ اول۔ حمد و نعت و منقبت میں حضرت برنیؒ کی خاص نظموں کا مجموعہ۔ صفحات ۵۰۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

(۱۰) اسلام (بزبانِ انگریزی) دین کی خالص قرآنی تفہیم بطرزِ جدید، جو یوروپ کی نفسیات و نقاطِ نظر کو اپیل کرتی ہے۔ طبع دوم صفحات ۲۶۰ قیمت دو روپئے۔

(۱۱) صراط الحمید جلد اول و دوم۔ حضرت کا مقبول والہانہ سفر نامہ حرمین شریفین و عراق تمام فلسطین حجاز۔ اس کی نہایت جامع مفید تلخیص کی گئی ہے جو مستقل افادیت کی حامل ہے۔ تقریباً تین سو صفحے قیمت دو روپیہ۔

(۱۲) اسرارِ حق۔ بزبان اردو، عربی، فارسی۔ مدقق (تصوف) اپنے ایک لحاظ سے اپنے طرز کی پہلی کتاب۔ صفحات ۴۰۰۔ طباعت طلب۔

(۱۳) فتوح الحکم۔ حضرت غوث اعظمؓ کے غیر مطبوعہ ارشادات کو حضرت نے بڑی تحقیق سے جمع فرمایا ہے۔ طباعت طلب۔

(۱۴) فتوحاتِ قادریہ۔ حضرت غوث اعظمؓ کے تمام اذکار، اوراد ادعیہ اور وظائف خاص تحقیق سے فراہم کئے ہیں طبع نہ ہو سکے۔

(۱۵) سُلطانٌ مبین۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ کی حیاتِ بابرکات خاص تحقیق سے مرتب ہوئی ہے۔ طبع نہ ہو سکی۔

(۱۶) مکاتیبُ المعارف۔ حضرت کے پیر و مرشد حضرت مولانا

شاہ محمد حسین قبلہؒ کے عرفانی خطوط کا عجیب مُرقع۔ طباعت طلب۔

(۱۷) تربیتی خطوط کا مجموعہ۔ حضرت کے والد ماجدؒ کے تربیتی خطوط۔

(۱۸) مالک الملک۔ بزبان اُردو، عربی۔ حکومتِ ربانی کا خاکہ طبع نہ ہوسکی طباعت طلب۔

(۱۹) ارشاداتِ علوم کلمۂ طیبہ۔ اڈیشن دوم۔ طباعت طلب۔

(۲۰) اِسپیریچوئل کلچر اِن اسلام۔ بزبان انگریزی۔ طبع نہ ہوسکی۔

(۲۱) اِسپیریچوئلزم اِن اِسلام۔ بزبان انگریزی۔ طبع نہ ہوسکی۔

(۲۲) ہدایت الاسلام۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے اسلامی عبادات و تقریبات کے تمام ضروری ادعیہ وغیرہ مع ترجمہ بترتیب خاص جمع ہیں تاکہ وقت پر ندامت نہ ہو۔ طبع نہ ہوسکی۔

(۲۳) معروضہ حضرت برنیؒ کا عرفانی کلام بارک میں تاج کمپنی سے شائع ہوا صفحات ۱۳۰ قیمت ایک روپیہ۔

(۲) شعبۂ ادبیات (اردو، ہندی، سنسکرت)

(۲۴ تا ۳۵) منتخباتِ نظمِ اردو۔ بارہ جلد۔ معارفِ ملت چار جلد۔ جذباتِ فطرت چار جلد۔ مناظرِ قدرت چار جلد۔ دو سو شعراء کا کلام ڈیڑھ ہزار نظمیں۔ یہ اردو زبان کی گولڈن ٹریژری سمجھا جاتا ہے۔ کلام کیا ہے۔ دل کی کہانی، شاعروں کی زبانی۔ ملک میں بے انتہا مقبول۔ صفحات ۱۸۰۰ اڈیشن ہفتم طباعت طلب۔

(۳۶) اُردو ہندی رسم الخط۔ اردو ہندی رسم الخط کا مطالعہ و مقابلہ علمی و فنی لحاظ سے اہلِ علم کے لئے قابل دید ہے۔ صفحات ایک سو اڈیشن دوم زیر طبع۔

(۳۷-۳۸) برقی نامہ حصہ اول [illegible] حضرت [illegible] حالات تعلقات تالیفات وتراجم۔

(۳۹) رگ وید سنسکرت مع اردو ترجمہ طبع [illegible]۔

(۳) شعبۂ قادیانیات

(۴۰) قادیانی مذہب۔ قادیانیت کا علمی محاسبہ۔ قادیانی تحریک کا مرقع قادیانی عقائد و اعمال، مکر و فریب کی عبرت ناک مستند کتاب جو قادیانیت کی قاموس (انسائیکلو پیڈیا) تسلیم کی جاتی ہے طبع ششم بڑی تقطیع ہزار صفحات محمد اشرف تاجر کتب لاہور سے ملتی ہے۔

(۴۱) مقدمۂ قادیانی مذہب صفحات تین سو محمد اشرف لاہور سے ملتی ہے۔ اڈیشن دوم طباعت طلب۔

(۴۲) تتمۂ قادیانی مذہب۔ طباعت طلب۔

(۴۳) قادیانی قول و فعل جلد اول و دوم کا خلاصہ قادیانی مذہب صفحات چار سو تاج کمپنی لاہور۔ اڈیشن سوم طباعت طلب۔

(۴۴) قادیانی مومنٹ۔ بزبان انگریزی۔ اڈیشن سوم طباعت طلب۔

(۴) شعبۂ معاشیات

(۴۵) علم المعیشت۔ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم۔ اردو میں پہلی کتاب اور ہر لحاظ سے مکمل صفحات آٹھ سو۔ (۴۶) معیشت الہند۔ ہندوستان کے حوالہ سے عملی بحث پیش کیا گیا ہے۔ صفحات نو سو۔ (۴۷) اصول معاشیات۔ صفحات چھ سو۔

ملنے کے پتے ہ (۱) مکتبۂ نشاۃ ثانیہ۔ معظم جاہی مارکٹ حیدر آباد۔
(۲) حیدر اینڈ سنس۔ مچھلی کمان حیدر آباد۔
(۳) حسامی بک ڈپو۔ مچھلی کمان۔ حیدر آباد۔

مطبوعہ
اعجاز پرنٹنگ پریس، پریس لین
حیدرآباد